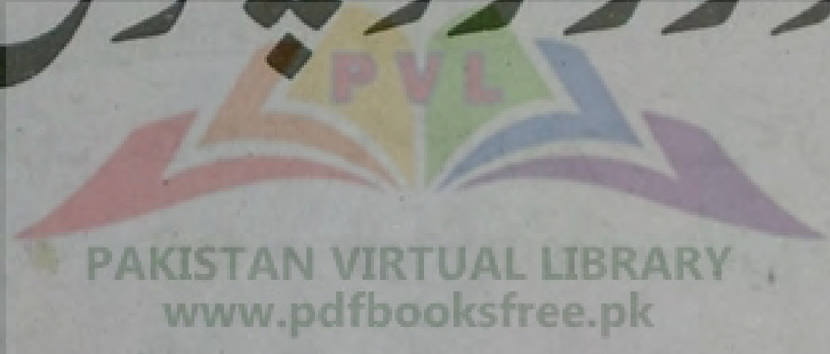
گلابی کاغذ اور زرد پھول

رفعت سراج

گلابی کاغذ اور زرد پھول

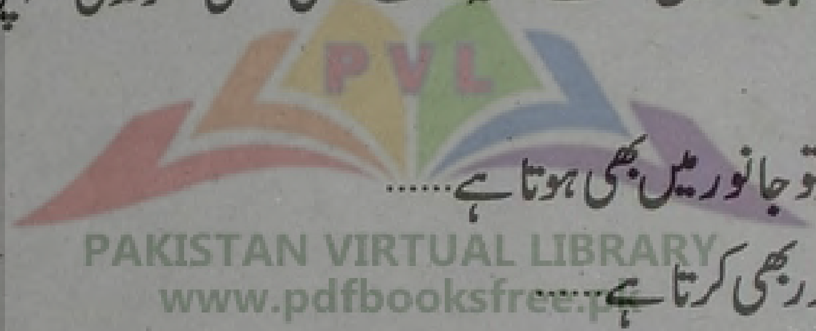


رفعت سراج

طاہر سنز اُردو بازار، لاہور
فون: 7234137-7312159

پیش لفظ

مجھے شادابیِ صحنِ چمن سے خوف آتا ہے
یہی دن تھے کہ لُٹ گئی تھی زندگی اپنی



جذبۂ تشکر تو جانور میں بھی ہوتا ہے......

محبت کی قدر بھی کرتا ہے......

خدمت بھی کرنے کی اہلیت بہت سے چوپاؤں میں قدرت نے ودیعت کی ہے......

احساسِ ذمہ داری صرف انسان میں ہوتا ہے......

مرد + عورت = انسان......

آدمی دو ہاتھ پاؤں......

دو آنکھوں والا......

بڑی بڑی باتیں کرتا......

اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے ہر آن پینترا بدلتا......

خوبصورت باتیں......

خوبصورت انداز......

مگر صرف اپنی زندگی......

اپنے مزوں کا بندوبست کرتا ہوا......

آخرکار بلکہ انجامِ کار اپنے جال میں ایک دِن خود ہی پھنسا ہوا......

اللہ نے آدمی کو انسان بننے کے سارے ہتھیار دے دیئے......

سارے ہنر سکھا دیئے......

پھر بھی آدم زادوں کا لشکرِ عظیم......انسان مفقود......

عورت کو انسان بنانے کی کوشش کون کرے......؟

کون اس میں احساسِ ذمہ داری کی رُوح پھونکے......؟

کیا نوزائیدہ بیٹی گناہ گار ہوتی ہے......؟

خیر اندیش

رفعت سراج

کار جیسے ہی پورچ میں داخل ہوئی ڈھولکی کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ اس نے سَن گلاسز اُتار کر اس سمت دیکھا جہاں سے ڈھولکی، تالیوں اور ڈف کی آوازیں آ رہی تھیں۔

''شیر خان......! یہ کس کی شادی ہو رہی ہے......؟'' اس نے ڈرائیور سے پوچھا۔

''یہ چمن خان کا بیٹی کا شادی ہو رہا ہے بیگم صاحب......!'' اس نے خانساماں چمن خان کی بیٹی کے بارے میں اطلاع دی تھی۔

''ارے......! تو نے مجھے کیوں نہیں بتایا......؟ کب ہے شادی......؟'' اسے شدید حیرت ہوئی کہ گھر کے کسی نوکر کے ہاں شادی ہو رہی تھی اور اسے علم تک نہیں تھا جبکہ عموماً تو یوں ہوتا ہے کہ کسی نوکر کے ہاں شادی وغیرہ کا سلسلہ شروع ہوتا ہے تو وہ سب سے پہلے مالکن کو مطلع کرتے ہیں جس کی غرض و غایت یہ ہوتی ہے کہ ''مالک لوگ'' اس خصوصی موقع پر کسی ''گرانٹ'' وغیرہ سے نوازیں گے۔

''وہ جی......آپ تو بہت مصروف ہوتا ہے...... چھوٹی بیگم اور صاحب کو چمن خان

کی لڑکیاں بہت ہوشیار اور سمجھدار ہیں...... پچھلے وقتوں میں تو نری گاؤدی ہی ہوتی تھیں...... ظاہر ہے تعلیم تو ہوتی نہیں تھی جو عقل و شعور اور اچھے برے کی تمیز ہوتی...... آج کل کے بچے سب سمجھتے ہیں...... اپنا برا بھلا پہچانتے ہیں اور اتنی محنت کرتے ہیں کہ ان کو اچھی کھلائی پلائی کی ضرورت رہتی ہے۔'' فاخرہ خانم تنک کر جواب دے رہی تھیں۔

ایک تو ساس کی اچانک آمد سے ان کا موڈ ہمیشہ کی طرح خراب ہو چکا تھا۔ اس لئے کہ وہ ان کی موجودگی میں خود کو بہت باؤنڈ محسوس کرنے لگتی تھیں۔ خاص طور پر یتیم بیرا افسر علی کے معاملے میں ان کو بہت احتیاط کرنا پڑتی تھی جو گزشتہ اٹھارہ برس سے ان کے ہاں سکونت پذیر تھا۔ ماں سے تو پیدا ہوتے ہی محروم ہو گیا تھا۔ باپ نے دوسری شادی کر لی تھی مگر وہ بھی دوسری شادی کے پانچ سال بعد یہ دُنیا چھوڑ گئے۔

فاخرہ خانم کے شوہر ارباب علی ننھے بھتیجے کو اپنے گھر لے آئے کہ اب وہ سوتیلی ماں کے ہاتھوں میں تھا۔ اتنا تو انہیں بھی اندازہ نہیں ہوگا کہ سوتیلی ماں کے خوف سے وہ اسے اپنی کسٹڈی میں تو لے رہے ہیں مگر ان کی اپنی بیگم کی کیا گارنٹی ہے......؟ اس وقت ان کی بھی نئی نئی شادی تھی۔ بیگم کے لئے دل میں بہت اچھے جذبات تھے اور یقین تھا کہ وہ ان کے ساتھ مکمل تعاون کرے گی۔

ان کی والدہ شروع ہی سے اپنے سب سے بڑے بیٹے شاداب علی کے ساتھ رہ رہی تھیں اور ارباب علی کے ہاں وقتاً فوقتاً آتی رہتی تھیں۔ یہ دو چار دن فاخرہ خانم کے لئے بڑے بھاری ہوتے تھے۔ بات بے بات نوکروں پر چلانے لگتی تھیں چونکہ افسر علی کو بھی ساس کے سامنے برا بھلا کہہ کر دل کی بھڑاس نہیں نکال پاتی تھیں تو مزید ''اوورلوڈ'' ہو جاتی تھیں جبکہ دادی کی آمد کے یہ دو چار دن افسر علی کی زندگی کے بہار کے دن ہوتے تھے۔ کام چور تو وہ تھا نہیں کہ کام نہ کرنے کی وجہ سے وہ اچھا فیل کرتا ہو۔ وہ تو فاخرہ خانم کی جلی کٹی سے امان ملنے پر سکون کا سانس لیتا تھا۔

''دیکھو دلہن......! بات صرف اتنی ہے کہ بچے تو نرم گندھی ہوئی مٹی کی طرح

ہوتے ہیں جس شکل میں ڈھال لو ڈھل جاتے ہیں...... ذرا شعور پکڑ لیں تو پھر کسی بات پر دھیان نہیں دیتے مگر روکنا ٹوکنا ضروری ہوتا ہے تا کہ طبیعت میں احتیاط رہے۔'' فاخرہ خانم کی ساس عطیہ بیگم بزرگانہ ذمہ داری کے طور پر بہو کو سمجھانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ انہیں بہو کے مزاج کا بہت اچھی طرح اندازہ تھا مگر وہ بڑی باوقار، صابر اور برداشت کرنے والی خاتون تھیں اور اُلٹا بہو کو ''کم عمری'' اور ''نا تجربہ کاری'' کا ایڈوانٹیج دیتی تھیں۔

''اماں......! بچوں کو ہر وقت ٹوکتے رہو تو چڑ جاتے ہیں...... گھروں سے بھاگ جاتے ہیں۔'' فاخرہ خانم پھٹ پڑنے کے انداز میں بولیں۔

''تو بیٹی......! یہی تو عقل سمجھ کی بات ہوتی ہے کہ کس وقت ٹوکنا ہے...... کس وقت نظر انداز کرنا ہے...... ہر وقت کی کچ کچ پر تو بلی بھی پنجے نکال لیتی ہے۔'' عطیہ بیگم اسی طرح تحمل کے ساتھ جواب دے رہی تھیں۔

''بھئی......! ہم میں آپ جتنی عقل سمجھ اور اسٹیمنا کہاں......؟ ہر وقت تو کوئی نہ کوئی بیماری گھیرے رہتی ہے۔'' فاخرہ خانم بیزار کن انداز میں بولیں۔

''عقل سمجھ کتابوں اُستادوں سے کہاں آتی ہے دُلہن......! یہ تو زندگی کے تجربات سے آتی ہے...... مشکل وقتوں میں غور کرنے سے آتی ہے...... اچھا چلو چھوڑو...... بدرالدین سے کہہ کر ایک پیالی چائے تو بنواؤ...... صبح اندھیرے کی اُٹھی ہوئی ہوں سر میں درد ہونے لگا ہے۔'' عطیہ بیگم نے بہو کی تیوریاں چڑھی دیکھیں تو قصہ کوتاہ کرنے کی غرض سے چائے کی طرف بات کا رُخ موڑا۔

''بدرالدین تو سودا لینے گیا ہوا ہے...... میں افسر علی سے کہہ دیتی ہوں بہت اچھی چائے بناتا ہے اور دادی کو تو پھر بہت ہی اچھی بنا کر پلائے گا۔'' فاخرہ خانم کو تو گویا بہانہ ہاتھ لگا۔ اسے فارغ بیٹھا تو دیکھ ہی نہیں سکتی تھیں۔

''اے ہے......! اسے کیوں بلاتی ہو......؟ یمنیٰ کہاں ہے......؟ بیٹی ذات کو کام

میں لگا کر رکھنا چاہئے...... جو روزی پیٹ میں پڑتی ہے اسے حلال کرنا چاہئے۔'' عطیہ بیگم ناراض انداز میں گویا ہوئیں۔

''ساری عمر پڑی ہے...... آگے انہی بچوں نے ساری ذمہ داریاں سنبھالنا ہیں...... ماں باپ کی زندگی میں چار دن سہولت سے رہ لیں۔'' فاخرہ خانم ناگواری کی شدید لہریں دبا کر بظاہر نارمل لہجے میں بول رہی تھیں۔

''یاد رکھو دلہن......! جن بچوں کو بچپن سے کام کرنے کی عادت نہیں ڈالی ہوتی وہ جوان ہو کر بھی کچھ نہیں کر سکتے...... آرام طلب بن جاتے ہیں...... اپنا بوجھ دوسروں پر ڈالتے ہیں...... بچوں کی تربیت کوئی مذاق بات نہیں...... ایک عمران کو دینا ہوتی ہے...... ہر وقت کا بھرا پیٹ اور آرام انسان کو گناہ کی طرف آسانی سے موڑ دیتا ہے...... طاقت کی چیزیں کھائیں تو اس طاقت کو کہیں صرف بھی ہونا چاہئے...... بڑوں کے تجربہ پر کان دھرو دلہن......! تمہارے فائدے کی بات ہے۔'' عطیہ بیگم بہو کو سمجھانے کے انداز میں بولیں۔

''ٹھیک ہے اماں......! پہلے آپ کو چائے تو پلوا دوں...... شام کو ایک پارٹی میں جانا ہے اس کی بھی تیاری کرنا ہے۔'' فاخرہ خانم ساڑھی کا آنچل سنبھالتی لاؤنج سے نکل گئیں بلکہ جان بچا کر بھاگیں۔ ساس کی آمد ان کے لئے اس دن کا سب سے بڑا ٹینشن ہوتی تھی۔



''ایک تو یہ خان ابن خان آئے دن بیمار پڑنے لگا ہے...... پتہ نہیں نشہ کرنے لگا ہے......؟ کیا مسئلہ ہے......؟ مجھے تو بہت پریشانی ہوتی ہے...... تنخواہ پوری دو...... سرونٹ کوارٹر گھیرے پڑا ہے اور ہم پیسہ خرچ کر کے بھی پریشان...... میں نکال رہی ہوں پھول خان کو۔'' فاخرہ خانم نے اپنی پریشانی کا ذکر کرنے کے بعد میاں کو فیصلہ سنا دیا۔

''دو چار دن اور دیکھ لو...... آج کل ایماندار اور بھروسے کے ملازم مشکل ہی سے

ملتے ہیں۔'' ارباب علی نے پرسکون انداز میں جواب دیا۔

''دو چار دن......؟ میرے سارے پروگرام ٹھپ ہو کر رہ جاتے ہیں...... علاج معالجے کے لئے بھی روز پیسے دے رہی ہوں...... آپ کسی دوسرے ڈرائیور کا بندوبست کریں...... بس بہت ہو گیا...... ان لوگوں کا تو جتنا خیال کرو سر پر چڑھتے ہیں...... بیگم سہروردی بتا رہی تھیں کسی لڑکے کا...... وزیرستان سے آیا ہے نوکری کرنے۔'' فاخرہ خانم نے بتایا۔

''لڑکا......؟ بھئی یہ لڑکے قسم کے ڈرائیور ٹھیک نہیں ہوتے...... گارنٹی کیا بیگم سہروردی دیں گی......؟'' ارباب علی نے موبائل سے کھیلنا موقوف کرتے ہوئے عینک کے عدسوں کے پیچھے سے جھانک کر سوال کیا۔

''ظاہر ہے...... جب اس کی نوکری کی کوشش کر رہی ہیں تو گارنٹی بھی دیں گی...... ان کے ڈرائیور کا کزن ہوتا ہے اور ان کا ڈرائیور بیس سال سے ان کے ہاں کام کر رہا ہے...... اس سے بڑی گارنٹی کیا ہوگی......؟''

''ٹھیک ہے......! بلا لو...... انٹرویو کر لو...... اس کا N.I.C کارڈ بھی منگوا لینا...... بتا دینا جب تک وہ یہاں کام کرے گا اس کا N.I.C کارڈ ہمارے پاس رہے گا...... اس کے بغیر ہم کسی کو بھی ملازم نہیں رکھیں گے خواہ کوئی بھی گارنٹی دے۔'' ارباب علی نے دوبارہ عینک سیٹ کر کے موبائل کے بٹن پش کرنا شروع کئے۔

''میں آج ہی بات کرتی ہوں۔'' فاخرہ خانم بہت خوش نظر آنے لگیں جیسے ان کا مسئلہ حل ہو گیا ہے۔



وہ اپنی دُھن میں بڑی بنی ٹھنی تک سک سے تیار پورچ میں آئی تھی۔ ساتھ ہی اپنی ریسٹ واچ پر بھی نظر دوڑا رہی تھی اسی لئے ابھی تک اطراف پر نظر نہیں پڑی تھی۔ کار کے قریب پہنچی تو جھٹ ڈرائیور نے بیک ڈور کھول دیا۔ وہ اپنے معمول کے انداز میں

بیٹھ گئی۔

"پہلے ذرا رنگون والا چلنا...... وہاں سے کسی کو پک کرنا ہے۔" اس نے بیٹھتے ہی ڈرائیور سے کہا۔

"ابھی ام نیا ہے...... تھوڑا سا آپ کو بتانا ہوگا...... ابھی پندرہ دن پہلے کراچی پہنچا ہے...... بہت ساری جگہ کا تو ام سمجھ گیا ہے۔" ڈرائیور نے اپنی سیٹ سنبھالتے ہوئے کہا۔

"نانسنس...... اس طرح کا ڈرائیور کون رکھتا ہے جس کو راستے بتانا پڑیں......؟ یہ تو خود ایک ہیڈک ہے۔" یمنیٰ کا پارہ ہائی ہوگیا۔ وہ تو ویسے ہی لیٹ ہو رہی تھی۔

"ام کو ایڈریس پتہ چل جائے تو ام سب جگہ جا سکتا ہے...... آٹھ پڑھا ہے اُدھر وزیرستان میں۔" ڈرائیور نے مؤدبانہ عرض کی۔

"یہ ممی نے رکھا ہیں تمہیں......؟ پتہ نہیں ممی کو کیا ہوگیا ہے......؟ اُترو تم گاڑی سے میں خود ڈرائیو کر کے چلی جاؤں گی...... ویسے ہی لیٹ ہو چکی ہوں...... آ کر بات کرتی ہوں ممی سے۔" وہ تندی و غصے سے خود ہی ڈور کھول کر نیچے اُتر گئی۔

ڈرائیور خوفزدہ سا ہو کر اس سے پہلے ہی باہر آ چکا تھا۔

یمنیٰ نے گاگلز سیٹ کرتے ہوئے غیر ارادی طور پر اس کی طرف دیکھا۔

"مائی گاڈ......!"

وہ ششدر سی اس کی طرف دیکھتی رہ گئی۔ کس قدر حسین مرد اس کے سامنے کھڑا تھا۔ وہ تو جیسے سناٹے میں کھڑی رہ گئی۔

"کیا نام ہے تمہارا......؟" اس کا لہجہ ایک دم بدل گیا۔

"نور خان......!" مؤدبانہ جواب ملا۔

سیاہ ملیشیا کے قمیص شلوار میں وہ پورے قد کا نوجوان تھا۔ مضبوط جسم، پورا قد اور چہرے پر بے پناہ حسن، اس پر مستزاد نیلی آنکھیں۔ اس نے کوئی پہلی مرتبہ مرد نہیں دیکھا

تھا مگر یہ تو پتہ نہیں کیا تھا۔ یمنیٰ نے اگرچہ فوراً نظریں ہٹالیں تھیں مگر اندر سے دل کا اصرار تھا دوبارہ دیکھے۔ اس کی دلکشی کا کھوج لگائے، دو ہاتھ، دو پاؤں، ایک چہرہ پھر اور کیا خاص بات ہے جو اس کی طرف دیکھنے کو دل چاہ رہا ہے۔

نور خان مالکن کے تیور خراب دیکھ کر خوفزدہ سا ایک طرف کھڑا ہوگیا تھا۔ آج تو اس کی نوکری کا یہاں پہلا دن تھا۔

یمنیٰ کو اپنی کیفیت پر خود ہی اُلجھن ہوئی۔ وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھی ڈور کھٹاک سے بند کیا اور چوکیدار کو متوجہ کرنے کے لئے ہارن دیا۔

چوکیدار نے فوراً ہی گیٹ کھول دیا۔ یمنیٰ کو سامنے پا کر گھر کے سب ہی ملازم حواس باختہ ہو جاتے تھے کہ اس میں لحاظ مروّت نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔

یمنیٰ زن سے کار آگے بڑھا گئی۔

نور خان اپنی جگہ سہما ہوا کھڑا تھا۔ لگتا تو یہی تھا کہ نوکری گئی۔

"کیوں......؟ افسر علی میں کیا برائی ہے......؟ جو میرا خاندان ہے وہی اس کا...... گھر میں رشتہ ملنا تو خوش قسمتی کی بات ہوتی ہے کہ سب کچھ دیکھا بھالا ہوتا ہے...... تم پتہ نہیں کیا سوچ رہی ہو......؟" ارباب علی آف موڈ میں بیگم سے بحث کر رہے تھے جو اس وقت یمنیٰ کی شادی کا موضوع چھیڑے ہوئے تھیں۔

"وہ آپ کا اپنا خون ہے اس لئے آپ کو اس میں کوئی برائی نہیں نظر آ سکتی...... کیا اسٹیٹس ہے اس کا......؟ نہ پرسنالٹی...... نہ اسٹیٹس...... نہ کوئی ہائی فائی کوالیفکیشن...... اکلوتی بیٹی ہے...... کیوں اسے اونے پونے نمٹانے کا سوچ رہے ہیں......؟" فاخرہ خانم کا بی پی شوٹ کرنے لگا۔ افسر علی کا نام سنتے ہی دماغ میں آندھیاں چلنے لگی تھیں۔

"پرسنالٹی کیا خاک اپیئر (Apear) ہوگی......؟ نوکر بنا رکھا ہے اسے لیکن میں جانتا ہوں اس کی پرسنالٹی بہت اسٹرونگ ہے...... فرسٹ ائیر سے وہ ہوم ٹیوشن دے رہا

ہے...... کتنے سال ہو گئے اس نے مجھ سے اپنی فیس نہیں مانگی...... کپڑوں جوتوں کے لئے روپے پیسے کا تقاضہ نہیں کیا...... کتنی مرتبہ میں نے اس کے ہاتھ میں کچھ دینے کی کوشش کی مگر وہ نہیں لیتا کہ چچا جان پیسے ہیں میرے پاس...... مجھے شرم آتی ہے کہ میں اپنے بھتیجے کے لئے کچھ نہیں کرتا...... اتنا غیرتمند اور خوددار ہے۔'' ارباب علی غضبناک سے ہو کر بات کر رہے تھے۔

تو گھر تو مفت میں ملا ہوا ہے...... ہم کون سا اس سے کھانے پینے کے پیسے لیتے ہیں......؟ کمرے کا کرایہ لیتے ہیں......؟'' فاخرہ خانم ناک چڑھا کر بولیں۔

''میری آنکھ بند ہونے کی دیر ہے تم یہ بھی لینا شروع کر دو گی...... دوسری صورت میں گھر سے نکال باہر کرو گی...... مفت میں نہیں کھاتا ہے وہ...... چاکری کرتا ہے تمہاری...... مجھے اندھا مت سمجھو...... میں اس لئے خاموش رہتا ہوں کہ چلو وہ تمہارا احسان نہیں لے رہا...... کم از کم اس طرح وہ سکون سے تو رہتا ہوگا۔'' ارباب علی کا غصہ انتہاء کو چھو رہا تھا۔

''میں یمنیٰ کا رشتہ باہر ہرگز نہیں کروں گا...... جو دولت میں نے دن رات کی محنت کر کے حاصل کی ہے وہ میں غیروں کو کیوں دوں......؟ اس سے میرے اپنے خون کو سہولت کیوں نہ ملے......؟''

''تو اپنے خون میں یہ سب کچھ سنبھالنے کی اہلیت بھی تو ہو...... اس میں چار بندوں کو کمانڈ کرنے کی صلاحیت نہیں...... کوئی ادارہ چلائے گا...... ہونہہ......!'' فاخرہ خانم بھی چونکہ بیٹی کا رشتہ اپنی مرضی سے کرنے کا تہیہ کر کے بیٹھی تھیں اس لئے کوئی دلیل ان میں لچک پیدا نہیں کر سکتی تھی۔

''اوہ......! تو بھئی تم نے اسے موقع ہی کب دیا ہے کہ وہ اپنی صلاحیتیں آشکار کرے...... تم جیسا کمانڈر اس گھر میں ہوتے ہوئے کسی کی مجال ہے۔ فاخرہ خانم......! نہ وقت ایک سا رہتا ہے نہ ہی عمر...... آج ہاتھ ہلکا رکھ کر چلو تا کہ یہ آج کے بچے آنے

والے وقت میں تمہارا ساتھ دیں...... تمہارا خیال کریں...... اتنا بیزار مت کرو کہ تم سے جان چھڑانے کی ترکیبیں سوچنے لگیں۔'' ارباب علی اب ذرا دھیمے پن سے گویا ہوئے اور کچھ احساس دلانے کی کوشش بھی کی۔

''میں ان کے آسرے میں نہیں ہوں...... اور مجھے کسی سے کوئی اچھی توقع بھی نہیں ہے۔'' فاخرہ خانم کی ٹون اسی طرح تھی۔ اعشاریہ کے حساب میں بھی کوئی تبدیلی نہیں تھی۔

''خودسری و سرکشی کسی دلیل سے قابو میں نہیں آتی...... بس قدرت کی طرف سے گرفت ہو تو ہو...... بہرحال یہ طے ہے کہ میں یمنیٰ کی شادی افسر علی کے علاوہ کسی سے نہیں کروں گا۔''

''تو پھر میں اس شادی میں شرکت نہیں کروں گی......؟'' فاخرہ خانم نے دھمکی دی۔

''لاحول ولاقوۃ......! آخر کس قسم کی عورت ہو تم......؟ بچوں کے مستقبل کے فیصلے کرتے وقت جذبات کی نہیں بلکہ ہوش و حواس کی ضرورت ہوتی ہے...... تم نے جس انداز میں یمنیٰ کی پرورش کی ہے اب وہ ہر کسی کے بس کی نہیں رہی...... کوئی سمجھدار اور دھیمے مزاج کا بندہ ہی اسے نباہ سکتا ہے...... شادی ہونا کوئی خاص بات نہیں ہوتی...... بات ہوتی ہے شادی چلنے کی۔'' ارباب علی نے اب سمجھانے کی کوشش کی کہ بہرحال مرضی کا فیصلہ کرانے کے لئے دو طرف کی کندی تیزی نقصان دہ ہوتی ہے۔

''اس قسم کے فتنوں کے لئے میں نے بیٹی تیار نہیں کی ہے...... وہ اپنے ہی اسٹیٹس کے لوگوں کے ساتھ چل سکتی ہے...... وہ ماسیوں والے کام نہیں کر سکتی...... نہ ہی ہم نے کرائے ہیں۔ ارباب علی......! مجھ پر زور زبردستی کر سکتے ہو مگر بیٹی پر نہیں...... اگر کوئی غلط فہمی یا خوش فہمی ہے تو بیٹی سے بات کر کے دیکھ لو۔'' فاخرہ خانم اسی کیفیت میں بولیں اور ان کا جملہ بہت کارگر ثابت ہوا۔

ارباب علی گویا جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔ یہ تو حقیقت تھی۔ وہ یمنٰی پر شادی کے سلسلے میں کوئی زور زبردستی نہیں کر سکتے تھے۔ اسے راضی کرنے کے لئے فاخرہ خانم کو ہم خیال بنانا بہت ضروری تھا۔

انہوں نے گہری سانس لے کر صوفے کی بیک سے پشت ٹکائی اور آنکھیں بند کر لیں۔

"دیکھو ارباب علی......! اقربا پروری بہت اچھی بات ہے...... مگر اولاد کو اس پر قربان نہیں کیا جا سکتا۔" شوہر کو دھیما پڑا دیکھ کر اب فاخرہ خانم نے بھی رسانیت سے بات کی۔

جواب میں ارباب علی قطعی خاموش تھے جیسے گھمسان کا رن لڑنے کے بعد فوج سائے میں ستا رہی ہو۔

◆ ◆ ◆

"گڈ گاڈ......! یہ پپا کو خیال کیسے آیا......؟ وہ اسٹوپڈ اس لائق ہے......؟" یمنٰی نے بڑی ادا سے چھت کی طرف گھورتے ہوئے اپنے بال سنوارے۔

"ارے بس......! کسی بہانے سے اپنی دولت اس حرام خور کے حوالے کرنا چاہتے ہیں...... مجھے لگتا ہے کہ وہ تم سے بھی بات کریں گے...... باپ کی محبت میں زیادہ ایموشنل ہونے کی ضرورت نہیں...... صاف انکار کر دینا۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہیں ممی......! میں اتنی ایموشنل نہیں ہو سکتی کہ اپنا بیڑہ غرق کرنے کو تیار ہو جاؤں...... جو مجھ سے ایک منٹ برداشت نہیں ہوتا اسے عمر بھر کے لئے برداشت کرنے کو تیار ہو جاؤں۔ بس ممی......! بہت ہو گیا...... اب آپ کسی طرح اسے چلتا کریں ورنہ وہ اس گھر پر ہی قبضہ کر لے گا...... پورا ڈرامہ ہے...... یہ جو سیدھے نظر آتے ہیں یہی کام دکھانے والے لوگ ہوتے ہیں۔"

"تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں...... میں کرتی ہوں اس کا بندوبست...... اس

کے ایگزام ہونے دو۔"

"مجھے تو حیرت ہوتی ہے کس قدر ڈھیٹ بندہ ہے...... پتہ ہے کہ ہم لوگ اسے پسند نہیں کرتے پھر بھی ڈٹا ہوا ہے...... کوئی غیرت مند خوددار ہوتا تو کب کا بھاگ جاتا۔" یمنٰی نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"ارے تو کچھ سوچ کر ہی ڈٹا ہوا ہے...... فل فیسلیٹیز کے ساتھ رہتا ہے...... چچا نے بہت اچھے اچھے خواب دکھائے ہوں گے۔" فاخرہ خانم جل بھن کر بولیں۔

"چند دنوں کی بات ہے ممی......! اس کے سارے رنگین خواب ڈراؤنے خواب بن جائیں گے۔" یمنٰی نے مکمل اعتماد سے کہا۔

"ارے بیٹی......! میں تو ایک دن میں اس سے نمٹ کر فارغ ہو جاؤں...... مگر وہ تمہاری دادی...... تمہارے باپ کا قبلہ کعبہ...... ان کی وجہ سے مجھے بہت کچھ برداشت کرنا پڑ رہا ہے...... ایک روز یونہی اتفاق سے تمہاری دادی سے ذرا اُونچا بولی تھی تو تمہارے والد صاحب فرمانے لگے فاخرہ خانم......! مجھ سے کتنی ہی بدسلوکی بدزبانی کرو میں سہہ سکتا ہوں...... خبردار......! میری ماں سے اُونچی آواز میں بات مت کرنا ورنہ تین لفظ منہ سے نکالنے میں دیر نہیں کروں گا۔" فاخرہ خانم نے فرید عباسی کی نقل اُتارتے ہوئے کہا۔ یمنٰی حیرت سے منہ کھولے ماں کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"تین لفظ...... مین (Mean)......؟"

"ارے......! تین طلاقیں اور کیا...... ماں کے سامنے کسی کو نہیں گردانتے...... بڑا صبر کر رہی ہوں...... ایک تو تمہاری دادی کو دُنیا میں پورے سو سال جینے کا شوق ہے...... ہائی جینک کھانا کھاتی ہیں...... تھوڑا کھاتی ہیں...... رات کو گرم دُودھ ضرور پیتی ہیں...... کار میں جانا پسند نہیں...... پیدل بہت چلتی ہیں کہ پیدل چلنے والا بندہ فٹ رہتا ہے...... بیماریوں سے دُور رہتا ہے...... میرے تو تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے جب وہ تمہارے کھانے پینے پر ٹوک لگاتی ہیں...... دُلہن......! یہ مت دیا کرو...... وہ مت دیا

کرو...... گرم تاثیر کی چیزیں مت دیا کرو...... جوان بچی ہے...... آزاد پھرتی ہے...... بڑا گوشت اور مچھلی اتنی مت دیا کرو...... یہ چیزیں انہی کو سوٹ کرتی ہیں جو جسمانی مشقت کرتے ہیں...... جو کھاتے ہیں اور کھپاتے ہیں...... بھرا پیٹ خالی دماغ ہو تو شیطان کا داؤ چل جاتا ہے۔''

''دیکھا کتنی عقل مند ہیں تمہاری دادی......؟ کتنے طریقے سے تمہارے کھانے پینے کو ٹوکتی ہیں۔'' فاخرہ خانم نے بیٹی کے سامنے جی بھر کر بھڑاس نکالی۔

''تو دادی جان کو کیا تکلیف ہے......؟ ہم کیا ان سے اپنے کھانے پینے کے پیسے لیتے ہیں......؟'' یمنیٰ ایش ہونے لگی۔

''ارے......! پرانے زمانے کی عورت ہیں...... جلن حسد ہے اور کچھ نہیں...... ورنہ دادیاں تو اپنے ہاتھ سے جانے کیا کیا بنا کر پوتے پوتیوں کو کھلاتی ہیں۔''

''ارے دُلہن......! خیال کرو اس کا جسم پھیلتا جا رہا ہے...... گھر کے کام کرایا کرو...... سبزیاں کھلاؤ...... ہر بات میں ٹوک...... بڑی بی نے دماغ خراب کر کے رکھ دیا ہے۔'' فاخرہ خانم نے زور سے اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر ہٹایا۔

''چھوڑیں ممی......! آپ کیوں اپنی جان جلاتی ہیں......؟ ہم کون سا ان کی ایڈوائز پر عمل کر رہے ہیں......؟ ہماری اپنی لائف ہے جیسے مرضی گزاریں۔'' یمنیٰ نے لاپرواہی سے شانے اُچکاتے ہوئے کہا۔



بڑی زبردست فلم تھی۔ جذبات میں ایک ہیجان سا برپا ہو گیا تھا۔ چند مناظر بار بار ذہن کے پردے پر چل رہے تھے۔ آنکھوں سے نیند اُڑ چکی تھی۔ بیڈ پر کروٹیں بدل بدل کر تھک گئی تو اُٹھ کر دریچے میں آ کھڑی ہوئی۔ غیب سے مضامین اُترنے لگے۔ تنہائی کا شدت سے احساس ہوا۔ ویران سی خالی سی رات...... ساری نعمتیں آناً فاناً اپنی قدر کھو بیٹھیں۔ یوں لگا پاس کچھ بھی تو نہیں ہے۔

''اُف کاجول کے انداز کیا غضب کے تھے...... من چاہے ساتھی کی قربت میں کیسے چراغ جل رہے تھے اس کی آنکھوں میں۔'' اس کا ذہن پھر کچھ دیر پہلے دیکھی ہوئی فلم کی طرف چلا گیا۔

''شاید دادی جان ٹھیک کہتی ہیں میں موٹی ہوتی جا رہی ہوں...... شاید اسی لئے کسی ہینڈسم سے لڑکے کو مجھ میں اٹریکشن فیل نہیں ہوتی۔'' اس نے مایوسی سے سوچا۔

معاً اسے احساس ہوا لان میں کوئی سنگی بنچ پر لیٹا ہے۔ اس کا ذہن فوراً افسر علی کی طرف گیا۔

''مگر وہ تو جلدی سو جاتا ہے...... صبح سویرے بھی تو اُٹھتا ہے...... پھر سارا دن بستر کی طرف نہیں دیکھتا...... پھر یہ کون ہے......؟'' دوسرا خیال آتے ہی پھر ایک سوال پیدا ہوا۔

وہ تجسس سے پیچھا نہیں چھڑا سکی اور کمرے سے نکل کر لان کی طرف چلی آئی۔ اسے دوپٹے کا بھی ہوش نہ رہا تھا۔ بنچ کے قریب پہنچ کر اسے حیرت کا جھٹکا سا لگا۔ بنچ پر نور خان ڈرائیور سو رہا تھا یا شاید آنکھیں بند کر کے لیٹا ہوا تھا۔ قمیص اُتار کر گولہ سا بنا کر سینے پر رکھی ہوئی تھی۔

''نور خان......! یہاں کیوں سو رہے ہو......؟ اپنے کوارٹر میں کیوں نہیں سوتے......؟'' اس نے حکمیہ لہجے میں سوال کیا۔

نور خان نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں اور ایک دم اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ شرمندہ شرمندہ سی مسکراہٹ کے ساتھ قمیص پہننے لگا۔ اس نے ابھی تک نظر اُٹھا کر یمنیٰ کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

''بس ایسے ہی بی بی......! نیند نہیں آ رہی تھی...... ٹھنڈی ہوا میں آ کر لیٹ گیا...... آپ ناراض نہ ہوں میں کوارٹر میں چلا جاتا ہوں۔'' وہ قمیص کھینچ کر درست کرتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوا۔

یمنی اس کی طرف دیکھتی رہ گئی۔ خوابیدہ آنکھیں، اُلجھے بال، چھ فٹ سے بھی اُونچا قد۔ اچانک اس پر کپکپی سی طاری ہونے لگی۔ نور خان گریبان کے بٹن لگاتے ہوئے چار نظروں سے اس کے سراپے کا جائزہ لے رہا تھا۔

یمنی لان کی سفید نائٹی میں بغیر دوپٹے کے اس کے مقابل کھڑی تھی۔

بھرپور اُٹھان تھی، کھایا پیا نظر آتا تھا، رات تھی تنہائی تھی، آگ اور پھونس اکٹھے تھے، فطرت سناٹے میں بلا کی خطیب ہوتی ہے۔ دونوں لاجواب کھڑے تھے۔ دو وجود دو انسان...... اسٹیٹس کا نقاب تار تار تھا۔ آدم اور حوا کے درمیان ڈیڑھ فٹ کا فاصلہ ڈیڑھ سوفٹ کی کھائی بن سکتا ہے۔ دونوں اس کھائی میں منہ کے بل گر سکتے ہیں۔

منہ زور، بے حس، عیش پرست، غیر ذمہ دار حوا کی بیٹی تو بہت کمزور ہوتی ہے۔ جھاڑ کے باریک باریک تنکوں کی طرح جب چاہو دونوں ہاتھوں میں دبا کر توڑ مروڑ کر رکھ دو۔

یمنی اپنی کیفیت سے خود ہی ہراساں ہوگئی۔ جلدی سے خود کو کنٹرول کرنے کی کوشش کی اور پلٹ گئی۔ نور خان خود اُلجھن میں پڑ گیا تھا۔ اس کی پیاسی نظروں نے دُور تک یمنی کا پیچھا کیا۔

● ● ●

یمنی اپنے بیڈ روم میں آکر دھپ سے بستر پر گر گئی۔

''اوہ میرے خدا......!'' اس نے یوں گہری سانس کھینچی جیسے لمبی مسافت طے کر کے آئی ہو۔

''یہ کیا ہوگیا تھا مجھے......؟'' وہ حواس باختہ سی ضرور تھی مگر کچھ اچھا بھی محسوس ہو رہا تھا۔ اسے کسی قسم کا خوف محسوس نہیں ہوا تھا۔ جی چاہتا تھا کہ پھر سے اسی کیفیت سے دوچار ہو۔

بند کمرہ، گرم خون، تنہائی، ایک ہیجان خیز منظر کی بار بار ذہن کے پردے پر تکرار۔ اچانک اس کی کیفیت تبدیل ہوگئی۔ عجیب سی جھنجھلاہٹ سے دماغ کی رگیں پھڑکنے

لگیں۔ جی چاہا چیزیں اُٹھا اُٹھا کر دیوار پر دے مارے۔ شیشے کے گلدان کرچی کرچی کر دے۔

بری طرح بے سکون ہوگئی۔ نہ کھڑے چین نہ لیٹ کر آرام۔

ساری دُنیا سو رہی ہو اور ایک بندہ جاگ رہا ہو تو اس کے جاگنے کی ضرور کوئی خاص وجہ ہوتی ہے اور یہ وجہ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی۔ وہ سونا چاہتی تھی بے خبر ہونا چاہتی تھی مگر بے بس تھی۔ معاً اسے خیال آیا کہ ممی کبھی کبھی بہت ٹینس ہوتی ہیں تو نیند کے لئے کوئی ٹیبلیٹ یوز کرتی ہیں۔ نام اس کے ذہن میں نہیں آرہا تھا البتہ اتنا دھیان تھا کہ اس ٹیبلیٹ کا رنگ ہلکا گلابی ہے۔

وہ ایک دم پُرجوش سی ہوگئی۔ ایک اذیت ایک عذاب سے جان چھوٹنے کا امکان پیدا ہوگیا۔ وہ جلدی سے کمرے سے نکل کر ڈائننگ میں آگئی۔ فریج کھولا اور میڈیسن باکس میں مطلوبہ ٹیبلیٹ تلاش کرنے لگی۔ ایک گلابی ٹیبلیٹ کا پورا پیکٹ ہاتھ میں آگیا مگر ٹیبلیٹ کا سائز اچھا خاصا بڑا تھا اور اس کے حافظے میں گولی کا چھوٹا سائز محفوظ تھا۔ اس نے ٹیبلیٹ کا نام پڑھ کر پیکٹ واپس رکھ دیا اور نئے سرے سے تلاش کرنے لگی۔ بہرحال اسے وہ Oval شیپ کی چھوٹے سائز کی ٹیبلیٹ نظر آگئی۔ اس نے اُلٹ پلٹ کر دیکھا۔ پوٹینسی دیکھی 0.25mg لکھا تھا۔ چند لمحے وہ تذبذب میں پڑی رہی کھائے نہ کھائے۔

بہرحال اس نے ہمت کر کے کھا ہی لی۔

صرف اس احساس ہی سے اسے بہت سکون محسوس ہوا کہ اب تھوڑی دیر بعد وہ گہری نیند سو جائے گی اور جب تک دل چاہے گا سوئے گی۔

● ● ●

افسر علی اُوپر ٹیرس پر چھوٹی سی دری بچھا کر کتابیں پھیلائے بیٹھا تھا۔ وہ مکمل طور پر اپنے آس پاس سے بے خبر اسٹڈی میں منہمک تھا۔ ہاتھ میں قلم تھا جو وہ وقفے وقفے سے ایک نوٹ بک پر استعمال کرتا تھا۔

''افسر علی......! ذرا جلدی سے اُٹھو۔'' فاخرہ خانم بڑی افراتفری والی حالت میں ٹیریس میں آئی تھیں۔

افسر علی نے چونک کر سر اُٹھایا۔ فاخرہ خانم کی اچانک آمد اور ان کی بات اس کے پلے نہیں پڑی۔ اس لئے کہ وہ کہیں اور پہنچا ہوا تھا۔ اس نے خالی خالی نظروں سے ان کی طرف دیکھا۔

''ارے......! کیا ٹکر ٹکر دیکھے جا رہے ہو......؟ پہلی بار دیکھ رہے ہو......؟ جلدی سے یہ کتابیں سمیٹو اور نور خان کے ساتھ بلوچ کالونی جاؤ...... یمنٰی اپنی دوست کی برتھ ڈے میں گئی ہوئی ہے اسے لے کر آنا ہے...... نور خان وہاں آسانی سے پہنچ نہیں سکے گا...... اس شہر میں ابھی نیا ہے...... ڈرائیو اچھی کرتا ہے...... ایماندار ہے اس لئے یہ دردِ سری اُٹھا رہی ہوں...... چند دنوں میں سب راستے جان جائے گا...... تم نے تو دیکھا ہوا ہے ناں...... فرناز کا گھر......؟ کئی مرتبہ یمنٰی نے تمہیں کام سے بھیجا ہے وہاں۔''

وہ اپنی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے بہت تواتر اور عجلت کے انداز میں بول رہی تھیں اور افسر علی قلم بند کر کے خاموشی سے کتابیں فائلیں وغیرہ سمیٹ رہا تھا۔ اس کی خاموشی کا مطلب ہی ''او۔ کے'' تھا۔

''مجھے تو خود میلاد میں جانے کی جلدی ہے...... بہت لیٹ ہو گئی ہوں...... میری دوست تو خیر گاڑی بھیج رہی ہے...... میلاد میں تو وقت سے جانا ہی ٹھیک ہوتا ہے...... میلاد کے بعد ڈنر بھی ہے...... تم اپنے چچا کے ساتھ کھانا کھا لینا...... ہم لوگ تو باہر ہی کھائیں گے۔'' وہ زینہ اُترتے ہوئے بھی بولے چلی جا رہی تھیں۔

افسر علی نے کتابیں سمیٹ کر دری تہہ کی۔ مغرب کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ رات کی سیاہی پھیل رہی تھی۔ پورا مغربی اُفق اس کے سامنے تھا جہاں گلابیاں بھی جھلک رہی تھیں۔

کتابیں سینے سے لگائے، بغل میں دری دبائے وہ کچھ سوچ رہا تھا۔

کل اس کا بہت اہم ٹیسٹ تھا۔ وہ بہت موڈ سے تیاری کر رہا تھا اور اتنا تو الو ہو چکا تھا کہ ابھی تک جیسے سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ یہ آناً فاناً ہوا کیا۔

اس کی نظر نیچے کمپاؤنڈ میں پڑی۔ نور خان کار چمکا رہا تھا۔ کوئی علاقائی مشہور گیت بھی گنگنا رہا تھا۔ اسی وقت ایک بلیک کلر کی چم چم کرتی کار گیٹ پر آ کر رکی اور زور سے ہارن بجایا۔

چوکیدار نے گیٹ کی کھڑکی سے کچھ بات کی پھر اندر انٹرکام پر اطلاع دی اور فوراً ہی اپنی ساڑھی سنبھالتی فاخرہ خانم باہر آ گئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے کار میں بیٹھ کر چلی بھی گئیں۔

افسر علی نے گہری سانس لی۔

''کھانا پینا...... فنکشنز...... پارٹیز...... ملبوسات کی تیاری...... فون پر بڑی فرصت سے بے تکان باتیں...... بے وقت سونا...... بے وقت جاگنا...... ایک ایک لمحہ اپنی مرضی کا پھر بھی غصہ ناک پر دھرا ہوا...... طبیعت میں سہنے اور برداشت کرنے کا کوئی عنصر ہی نہیں...... ان نعمت یافتہ انسانوں کو تو بطور شکر گزاری بہت اچھے مزاج کا ہونا چاہئے...... کمزور اور حالات کے ماروں پر بہت مہربان ہونا چاہئے...... مگر وہ بچپن سے دیکھتا چلا آ رہا تھا کہ نعمت اور غصہ دونوں ساتھ ساتھ بڑھ رہے ہیں۔'' اس کے ہونٹوں پر ایک تلخ اور معنی خیز سی مسکراہٹ اُبھری اور فوراً ہی معدوم ہو گئی جیسے چونک کر خیالی دُنیا سے باہر آ گیا۔

دو قدم مزید آگے بڑھا۔ نور خان ہنوز کار کو چمکانے میں مصروف تھا۔

''نور خان......! تم تیار ہو......؟'' اس نے بلند آواز سے نور خان کو متوجہ کیا۔

''جی صاحب......! ام بالکل ریڈی اے اور آپ کا ویٹ کرتا اے۔'' وہ اسی طرح موج مستی کے موڈ میں جواب دے رہا تھا۔

''ابھی آپ کو تیاری میں کتنا ٹیم لگے گا صاحب......!'' نور خان سر اُٹھا کر ٹیریس کی

طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"میں تیار ہوں...... میں تو ہر وقت تیار ہی رہتا ہوں بھائی......!" آدھا جملہ بلند آواز سے اور آدھا اس نے زیرلب کہا تھا۔

وہ کتابیں رکھ کر نیچے اُترا اور ایکسٹرا روشن لائٹس آف کرتا اِدھر اُدھر ذمہ داروں کی طرح نظر دوڑاتا پورچ تک آیا۔ نور خان پچھلا دروازہ کھولے منتظر تھا۔

افسر علی نے ہاتھ بڑھا کر اگلا دروازہ کھولا اور ڈرائیونگ سیٹ کے برابر والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"میرے لئے دروازے کھولنے کی ضرورت نہیں...... اپنے جیسا ہی سمجھو۔" وہ بظاہر بڑے عام اور سادہ انداز میں کہہ رہا تھا۔

"گاڑی کو سیدھے ہاتھ پر ڈال دو...... ہاسپٹل سے اُلٹے ہاتھ پر لے لینا۔" کار جیسے ہی گیٹ سے باہر آئی افسر علی نے نور خان کو راستہ سمجھایا۔

کار رواں دواں ہوگئی۔ افسر علی ایک بت کی طرح خاموش بیٹھا تھا۔ نظر ونڈ اسکرین پر جمی ہوئی تھیں۔

"صاحب......! آپ ارباب علی صاحب کا راشتہ دار ہے......؟" نور خان نے ایک نظر پتھر بنے ہوئے افسر علی پر ڈال کر قدرے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔

"ہوں......!" افسر علی نے ہنکارا بھرا۔

"آپ اِدھر پڑھائی کے واسطے آئے ہو دوسرے شہر سے......؟" نور خان نے پھر سوال کیا۔

"میں یہیں رہتا ہوں...... جب سے ہوش سنبھالا ہے...... نہ کہیں آیا...... نہ گیا۔" افسر علی نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"یہ مطلب ہوا کہ صاحب اور بیگم صاحبہ ہی آپ کے ماں باپ ہیں...... بڑے نیک لوگ ہیں۔" نور خان کے لہجے سے عقیدت جھلکنے لگی۔

"ہاں......! میرے چچا بہت نیک انسان ہیں...... انہوں نے میرا بہت خیال کیا ہے...... مجھے ان سے بہت محبت ہے...... شاید اسی طرح جیسے کسی بیٹے کو اپنے باپ سے ہوتی ہے۔" افسر علی نے روبوٹ کے انداز میں سپاٹ لہجے میں کہا۔

"خیر......! ام کو تو صاحب سے بہت ڈر لگتا ہے...... ام اس کو کبھی مسکراتا نہیں دیکھا۔" نور خان نے اپنے حساب سے جتنا ڈر چہرے سے ظاہر کر سکتا تھا کیا۔

"اس گھر میں مسکرانا منع ہے۔" افسر علی کا لہجہ اب تلخ تھا۔

ہاسپٹل آ گیا تھا۔ افسر علی نے نور خان کو بائیں جانب ٹرن لینے کے لئے کہا جو مین روڈ نہیں تھا سروس روڈ تھا۔ بے تکے پن سے گاڑیاں آ جا رہی تھیں۔

نور خان نے اُلجھ کر افسر علی کی طرف دیکھا۔ بہرحال اس کی ہدایت پر عمل کیا۔



نور خان مطلوبہ ٹھکانے پر پہنچ کر کار سے باہر ٹیک لگا کر یمنٹی کا انتظار کرنے لگا جبکہ افسر علی اسی طرح سیٹ پر بیٹھا رہا۔ اندر لان سے برتنوں کے کھنکنے، باتوں اور ہنسی قہقہوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ لان میں اضافی روشنیاں تھیں جو اندر کسی تقریب کی نشاندہی کر رہی تھیں۔

بہت پرشکوہ عمارت تھی اور آس پاس بنی ہوئی کوٹھیوں میں ممتاز نظر آ رہی تھی۔ گیٹ پر پینل کے لیمپ سونے کی طرح چمک رہے تھے۔ باہر کاروں کی قطاریں تھیں جس سے ثابت ہوتا تھا کہ یہ بڑے پیمانے کی تقریب تھی۔

"بڑا پیسہ ہے لوگوں کے پاس...... ام حیران ہوتا ہے اتنا پیسہ کدھر سے آتا ہے......؟ ام تین سال سے شادی کے واسطے پیسہ جمع کرنے کی کوشش کر رہا ہے...... کبھی خاندان میں کوئی شادی ہو جاتا ہے...... کبھی ماں بیمار پڑ جاتا ہے۔" نور خان انتظار سے اُکتا کر باتیں کرنے لگا۔

افسر علی نے اپنی طرف کی کھڑکی کا شیشہ نیچے کیا ہوا تھا اور A.C بند کر دیا تھا۔ وہ

بہت توجہ سے نور خان کی بات سن رہا تھا۔

"اس دُنیا میں کسی شئے کی حد نہیں ہے نور خان......! نہ غربت کی کوئی حد ہے...... نہ دولت کی...... وہ ایک شعر بڑے کمال کا پڑھا یا سنا تھا کبھی......ابھی ابھی یاد آیا ہے کہ:

غریب شہر تو فاقے سے مر گیا
امیر شہر نے ہیرے سے خودکشی کر لی

افسر علی نے عجیب لہجے اور تلخ مسکراہٹ کے ساتھ نور خان کو جواب دیا۔

"واہ صاحب......! کیا شعر ہے...... ویسے ام کو شعر شاعری سمجھ نہیں آتا لیکن یہ سیدھا سیدھا بات ہے...... سمجھ میں آ گیا ہے۔" نور خان نے بڑے جذباتی انداز میں کہا۔

"آپ کو شعر سمجھ آ گیا یہ بہت بڑی بات ہے...... ورنہ خان کو دوسرے کی بات مشکل سے سمجھ آتی ہے...... وہ 2006ء کی کار خریدتے ہوئے بہت سوچتا ہے مگر 1974ء کا ماڈل فوراً خرید لیتا ہے...... کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ 1974-1976 کے بعد مضبوط باڈی کی گاڑی بننا ہی بند ہوگئی ہے۔" افسر علی نے اپنی بات چھوٹے سے قہقہے پر تمام کی۔

"یہ ہندوستانی لوگ بس ایسے ہی پٹھان کا مذاق بناتا ہے...... پٹھان کسی سے کم نہیں ہے...... اس ملک میں سب سے اچھا حکومت ایوب خان نے کیا...... اس کے زمانے میں غریب کو بہت سکون تھا...... جینوئن پٹھان تھا جنرل ایوب خان۔" نور خان نے فخر سے سینہ تان کر کہا۔

"جینوئن پٹھان" سن کر افسر علی بے اختیار ہنس دیا۔

"کیا پٹھان دو نمبر بھی ہوتا ہے نور خان......؟" اس نے مسکرا کر پوچھا۔

"لوگ بھلے پٹھان سے مذاق کرتا ہے لیکن اپنے نام کے ساتھ خان لگا کر فخر محسوس کرتا ہے...... خانوں کا سرزمین کبھی خواب میں نہیں دیکھا ہوتا مگر لوگوں پر رُعب ڈالنے

کے لئے دو دفعہ بھی خان لگا لیتا ہے...... اصلی نام سے پہلے اور نام کے آخر میں...... خان دولت علی خان...... خان فضل حسین خان۔" نور خان بڑے فخر اور اعتماد سے بول رہا تھا۔

افسر علی کو بے ساختہ ہنسی آ گئی۔

"یار......! تمہاری تو بڑی نالج ہے...... تم تو پڑھ لکھ کر کہیں D.C لگ سکتے تھے۔" افسر علی نے سامنے گیٹ سے باہر آتے ہوئے ایک ٹولے پر نظر دوڑا کر مذاقاً کہا۔ نور خان نے تو اس کا موڈ ہی بدل کر رکھ دیا تھا۔

"بس صاحب......! امارا قسمت خراب تھا ورنہ کچھ بھی بن سکتا تھا...... دماغ امارا بہت اچھا ہے...... ایک بار میں راستہ یاد ہو جاتا ہے...... اِدھر بیٹی بی بی کو لینے جب مرضی بولو آ سکتا ہے۔"

"بیٹی بی بی ایک راستے پر بار بار کب ملتا ہے......؟ اس کے تو ان گنت راستے ہیں...... یہ اچھی بات ہے کہ تمہیں ایک مرتبہ میں راستہ یاد ہو جاتا ہے...... ورنہ تو ہر وقت تمہاری نوکری خطرے میں تھی۔" وہ طنزیہ انداز میں مسکرا کر پھر گیٹ کی طرف دیکھنے لگا۔

"صاحب......! پھر بیل ماروں بی بی کے موبائل پر......؟" نور خان نے جیب سے موبائل نکالتے ہوئے گویا اجازت لی۔

"ہاں......! ٹرائی کرو...... گھر سے نکلتے ہوئے تو بتا دیا تھا ناں......؟" افسر علی پر نئے سرے سے بیزاری طاری ہونے لگی۔

"جی صاحب......! بیگم صاحبہ تاکید کر کے گیا تھا...... بولا تھا ٹھیک گیارہ بجے پہنچ جانا۔"

"گیارہ تو کب کے بج چکے...... مس کال دو۔" افسر علی نے قدرے آف موڈ میں کہا۔

اسے اپنے پیپر کی تیاری بھی کرنا تھی۔ بیٹھے بیٹھے نیند بھی آنا شروع ہوگئی تھی۔ دبا کر جمائیاں آنے لگیں۔ جمائیاں لے لے کر جبڑا دُکھنے لگا۔ نور خان نے مس کال دے کر

موبائل سے کھیلنا شروع کر دیا۔

''اس نوکری سے صاحب......! یہ فائدہ تو ہوا کہ فری میں موبائل مل گیا ام کو...... موبائل کا بوت شوق تھا۔'' نور خان کہہ رہا تھا۔ چہرے پر بچوں کی طرح بے ساختہ سی خوشی کا تاثر تھا۔

''اپنی سہولت کے لئے خرچہ کیا ہے کوئی انعام نہیں دیا۔'' افسر علی نے پھر تچر پھوڑے۔

''بھلے......! مل تو گیا ناں......؟ ام خوش ہے...... راضی ہے۔'' وہ مگن سے انداز میں بولا۔

''بڑی بات ہے ورنہ تو ہر طرف بندہ کسی ٹینشن میں ہی نظر آتا ہے۔'' افسر علی نے بات برائے بات کی۔ مقصد کوئی نہیں تھا۔

اسی لمحے سامنے سے یمنٰی آتی دکھائی دی۔ دو چار لڑکیوں کے ساتھ قہقہے لگاتی۔ چند منٹ وہیں گیٹ پر کھڑے باتیں ہوئیں پھر اس نے نظر دوڑا کر اپنی کار تلاش کی۔ لمبا تڑنگا نور خان فوراً ہی نظر آ گیا۔ وہ تیزی سے اس کی طرف آئی۔

''ایک مرتبہ بتا تو دیا تھا کہ گھر سے نکل رہے ہو...... بار بار بیل دینے کی کیا ضرورت تھی......؟'' وہ آتے ہی برہمی سے بولی۔

ابھی تک اس کی توجہ افسر علی کی طرف نہیں گئی تھی۔

''بہت آفت پڑی ہوئی تھی تمہیں......؟ ذرا سا انتظار نہیں کر سکتے......؟ یہاں سے جا کر لمبی تان کر ہی سونا ہے......اور کون سے کام پڑے ہوئے ہیں وہاں تمہارے انتظار میں......؟'' وہ جل بھن کر کہہ رہی تھی۔

نور خان نے پچھلا ڈور کھول دیا تھا۔ وہ بولتے بولتے بیٹھ گئی تھی۔ نور خان نے کھٹاک دروازہ بند کیا اور خود جلدی سے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

''یہ ''تعزیہ'' کیوں ساتھ لائے ہو......؟ یہ تو بالکل آسان ایڈریس تھا......مگر شاید

یہ بھی تمہارے بس کی بات نہیں تھی۔'' اب یمنٰی کی نظر افسر علی پر پڑ گئی تھی۔ لفظ ''تعزیہ'' اس نے افسر علی کے لئے ہی استعمال کیا تھا۔

''بیگم صاحب بولا تھا...... ام خود نہیں لایا۔'' نور خان گھبرا کر بولا۔

احساسِ ذلت سے افسر علی کے چہرے پر سیاہی اُترنے لگی۔ مگر ضبط عادت ثانیہ ٹھہری۔ وہ خاموشی سے باہر دیکھنے لگا۔

اے۔سی کی ٹھنڈک، بھرا پیٹ، آرام دہ سیٹ یمنٰی کی آنکھوں میں نشہ اُترنے لگا۔ بے ضمیری اور بھرا پیٹ یہ بھی تو ایک نشہ ہے۔ یہ الگ بات کہ جب یہ نشہ اُترتا ہے تو رُوح پر وہ گھاؤ چھوڑ جاتا ہے جس کی اذیت سے نجات پانے کی ابھی تک کوئی دوا ایجاد نہیں ہوئی۔

افسر علی اَن دیکھی آگ میں سلگ رہا تھا۔

نور خان جوان لڑکی کی قربت کے احساس سے خواہ مخواہ مسرور ہوا جاتا تھا۔

حیوانیت کی تمام کراہتیں مٹی کی خوبصورت صراحی کے اندر پوشیدہ تھیں۔ اتنی خوبصورت صراحی کہ ہر صورت چھونے کو جی چاہے۔

نور خان بیک مرر میں اُونگھتی جھومتی یمنٰی کو بہت احتیاط سے دیکھ رہا تھا۔



''ارے ٹوٹو......! تم......؟'' یمنٰی لان میں کھڑی نئے کھلتے پھولوں کا جائزہ لیتے ہوئے چلائی اور گیٹ سے اندر آتی اپنی عزیز دوست کی طرف دوڑی اور گلے لگا کر پیار کیا۔

''کب آئی U.K سے......؟'' وہ خوشی سے جیسے پاگل ہوئی جا رہی تھی۔

''کل شام......!'' ٹوٹو نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر جواب دیا۔

''تو فون کیوں نہیں کیا......؟ بدتمیز......! میں تمہارے انتظار میں دن گن رہی تھی...... بہت مس کیا ہے میں نے تمہیں۔'' وہ پیار بھرے انداز میں شکوہ کرتی اسے اندر

کی طرف لے کر بڑھی۔

''سرپرائز دینا چاہتی تھی تمہیں......! میں بھی تمہیں بہت مس کر رہی تھی۔'' ٹوٹو نے ہینڈ بیگ شولڈر پر ٹھیک سے سیٹ کرتے ہوئے جواب دیا۔

''گھر میں کون کون ہے اس وقت......؟'' ٹوٹو نے سرگوشی کے انداز میں پوچھا۔

''ڈیڈی اور وہ بھوندو (افسر علی) تو صبح ہی چلے جاتے ہیں...... ممی رات لیٹ آئی تھیں...... سو رہی ہیں...... کیوں خیریت......؟'' یمنٰی نے اُلجھ کر ٹوٹو کی صورت دیکھی۔

''یار......! صبح سے اسموکنگ نہیں کی...... گھر میں موقع ہی نہیں ملا...... گیسٹ آئے ہوئے ہیں جن میں دو بزرگ خواتین ہیں...... تہجد کے وقت اُٹھ جاتی ہیں پھر سارے گھر میں گھومتی پھرتی ہیں...... ایک تو ابھی تک میرے کمرے میں بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھیں میں تو بھئی چھوٹ لی وہاں سے...... گیسٹ نہیں ہیں ٹوٹل ٹینشن ہیں۔'' ٹوٹو بیزار لہجے میں بول رہی تھی۔

''چلو اوپر ٹیرس پر چلتے ہیں...... وہ جگہ اسموکنگ کے لئے بالکل ٹھیک ہے...... روم میں تو اسمیل آجاتی ہے اور جو آ گئیں ہماری دادی جان تو سمجھو ایک آفت آ جائے گی...... سیدھی ڈیڈی کے پاس جا کر کہیں گی تمہاری بیٹی نے سگریٹ پینا شروع کر دیا ہے۔'' یمنٰی اس کا ہاتھ تھام کر زینے کی طرف بڑھی۔

''تو شروع کر دو ناں......! باقی سب کچھ تو کرتی ہی ہو...... یار......! ذہن کو بڑا سکون ملتا ہے...... میں تو ایک گھنٹہ اسموکنگ نہ کروں تو بات بات پر ٹیمپر لوز ہو جاتا ہے...... کچھ بھی اٹریکٹ نہیں کرتا...... خواہ کتنا ہی اٹریکٹو ہو۔'' ٹوٹو زینہ چڑھتے ہوئے بیگ سے سگریٹ اور لائٹر نکالتے ہوئے بولی۔

''عادی ہو گئی ہو ناں......!'' یمنٰی نے نتیجہ نکالا۔

''کچھ حاصل ہوتا ہے تو عادی ہوئی ہوں اور ہاں......! میں تمہارے لئے بڑی اسپیشل موویز لائی ہوں...... کمرہ لاک کر کے دیکھنا...... کچھ بیڈ روم سین تو اس غضب کے

ہیں کہ بس...... بتا نہیں سکتی۔''

''اچھا......؟ تھینک یو......!'' یمنٰی کا رواں رواں کھڑا ہو گیا۔

''یار......! لائف انجوائے کرنے کے لئے کیا نہیں ہے دنیا میں...... پتہ نہیں ہماری سوسائٹی میں اتنا خوف کیوں ہے......؟ زندگی ایک بار ملی ہے بار بار نہیں ملے گی...... کیوں میری جان......؟ غلط کہہ رہی ہوں......؟'' ٹوٹو نے بڑی ادا سے سگریٹ ہونٹوں میں دبائی اور لائٹر جلانے لگی۔

''اوہ......! شیور......! ہماری اپنی زندگی ہے ہم اسے گزاریں گے۔'' یمنٰی نے زوردار قہقہہ لگایا۔

* * *

''اتنی چھوٹی سی زندگی...... اتنی احتیاط...... اتنے خوف...... اتنے غم...... کس قدر فضول باتیں ہیں یہ...... ان سے ملتا ہی کیا ہے......؟ خود پر ظلم کرو...... خود ہی دُکھی مظلوم بن کر بیٹھ جاؤ...... اس انتظار میں کہ لوگ آئیں گے...... ترس کھائیں گے...... آنسو پونچھیں گے...... یار......! کس کے پاس ہے اتنا فالتو وقت...... اپنی طرف دیکھو...... اپنا سوچو۔''

''گھٹ گھٹ کر کیسے جی لیتے ہیں......؟'' ٹوٹو نے جی بھر کر سگریٹ کا دُھواں فضاء میں چھوڑا۔

یمنیٰ تو اتنے قیمتی خیالات سن کر گویا عقیدت سے دوہری ہوئی جاتی تھی۔ اس کے دبے ہوئے جذبات کو ٹوٹو کتنے خوبصورت الفاظ میں بیان کر رہی تھی۔

''تو تمہارا یہ ٹرپ ہر لحاظ سے شاندار رہا......؟'' یمنیٰ نے موضوع بدلا۔

''بڑا زبردست...... دو بہت اچھے دوست ہاتھ لگے...... ایک مائیکل جو (Jew) ہے...... اور ایک حنان یمنی...... لبنانی ہے...... بیروت اُجڑا تو ماں باپ رشتے داروں

سے ہاتھ دھو بیٹھا...... اب برمنگھم میں اپنے نانا کے ساتھ رہتا ہے...... اتنا کیوٹ...... اتنا ہینڈسم ہے کہ ہر وقت دیکھنے کو دل چاہے...... میں نے ہوٹل میں دو دن اس کے ساتھ گزارے مگر ابھی تک نشہ چڑھا ہوا ہے۔'' ٹوٹو نے بڑی ادا سے آنکھ دبا کر کہا۔

''ہو...... ہوٹل میں......؟ ایک روم میں......؟'' یمنیٰ نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا۔

''سو واٹ...... دوستی ہے تو پھر دوستی ہی دوستی ہے۔'' ٹوٹو نے لاپرواہی سے سگریٹ کی راکھ جھاڑی۔

''شادی کرے گا وہ تم سے......؟'' یمنیٰ نے اشتیاق سے پوچھا۔

''مائی گاڈ......! یہ ایسٹرن کلچر...... شادی کے علاوہ ادھر کوئی سوچ ہی نہیں ہوتی...... اسٹوپڈ......! شادی تو باؤنڈنگ ہوتی ہے...... گوہیل شادی۔'' ٹوٹو کو غصہ آ گیا۔

''تو کیا تم کبھی شادی نہیں کرو گی......؟ کوئی اگر ایسا ملا کہ جی چاہا کہ اسے ہمیشہ کے لئے اپنا لو تب......؟'' یمنیٰ بڑے سادہ انداز میں پوچھنے لگی۔

''مائی گاڈ......! اچھا لگنے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ ہمیشہ کے لئے اسے کیپچر کر لو...... قبضہ جما لو اس پر...... نانسنس...... اپنا اپنا جیون جیو میری جان......!'' ٹوٹو نے مسکرا کر یمنیٰ کے چہرے پر دُھواں چھوڑا اور زور سے قہقہہ لگایا۔

''مائی گاڈ......! پورا یورپ اوڑھ پہن لیا ہے...... تم پاکستان میں کیسے سیٹل ہوگی......؟'' یمنیٰ کو تشویش ہوئی۔

''ہم یہاں سیٹل ہونا ہی کب چاہتے ہیں......؟ یہاں تو لوگ مرنے کے لئے جیتے ہیں...... ایک دوسرے کو اتنا ڈسٹرب کرتے ہیں کہ موت کے منہ میں پہنچا دیتے ہیں...... پھر زندگی کی تلاش میں یورپ کے اسپتالوں میں جا کر لیٹ جاتے ہیں۔'' ٹوٹو نے اپنی بات کے اختتام پر بڑا زبردست قہقہہ لگایا۔

''زندگی ملتی ہے میری جان......! یورپ میں...... زندگی لینے وہاں جاتے ہیں۔''

''کتنی میچور تھنکنگ ہے ٹوٹو کی...... کچھ بھی تو غلط نہیں کہا اس نے۔'' یمنٰی متاثر ہو کر سوچ رہی تھی اور بڑی ستائشی نظروں سے ٹوٹو کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''سہمے ہوئے ڈرے ہوئے لوگوں کی سوسائٹی...... دماغوں میں اندھیرا...... باہر گندگی اور کچرا دیکھنے میں پارسا اور ہر طرف کرپشن کا بازار گرم...... میں تو خود سوچتی ہوں کہ یہ گرین پاسپورٹ تو ہمیں ہر ایئر پورٹ پر تھرڈ کلاس پسنجر شو کرتا ہے...... پورا زور لگا رہی ہوں...... میں نکل جاؤں گی اس ملک سے۔'' یمنٰی نے عزم کا اظہار کیا۔

''میری تو بات بن گئی...... تھینک گاڈ......! حنان میرے لئے کوشش کر رہا ہے...... میں یہاں سے چلی گئی تو تمہیں بلا لوں گی...... نو پرابلم......! ڈیڈ کہتے ہیں میرا اتنا بزنس ہے...... میں اسے کیسے چھوڑ کر جاؤں...... میں تو یہاں اتنا Earn کرتا ہوں کہ ڈالر اور پونڈز میں مجھے کچھ نہیں ملے گا...... میں سیٹ ہوں...... ظاہر ہے اس صورت میں تو مجھے خود ہی ٹرائی کرنا ہوگی۔'' ٹوٹو نے دوسری سگریٹ نکال کر اس کا یوں جائزہ لیا جیسے اس میں کسی ملاوٹ کا شک ہو۔

''بہت اچھی برانڈ لگتی ہے۔'' یمنٰی نے ہنس کر کہا۔

''گفٹ ہے یار......! حنان کا۔'' ٹوٹو نے ایک آنکھ دبا کر کہا۔ پھر دونوں ہنسنے لگیں۔

• • •

''دلہن......! غیر پھر غیر ہوتا ہے...... لوگ کیا بن کر ملتے ہیں اور کیا نکلتے ہیں...... کیا برائی ہے افسر علی میں......؟ شکل و صورت سے برا ہے......؟ کوئی جسمانی نقص ہے......؟ پڑھا ہوا نہیں ہے......؟ پھر جو خون ارباب علی کی رگوں میں دوڑ رہا ہے وہی اس کی رگوں میں...... نہ کم نہ زیادہ بالکل برابر کی بات ہے۔'' عطیہ بیگم آج بہو کو قائل کرنے کی نیت سے اپنے بڑے بیٹے شاداب علی کے گھر سے نکلی تھیں۔

''حد کرتی ہیں اماں آپ......! افسر علی کی کوئی پرسنالٹی ہے......؟ کونفیڈنس تو ذرا

نہیں...... کار ڈرائیو نہیں کر سکتا...... چار بندوں کے بیچ میں کھڑا ہو جائے تو چہرہ فق ہو جاتا ہے...... ارباب علی کسی نوکر کو ڈانٹ رہے ہوں تو ٹانگیں اس کی کانپ رہی ہوتی ہیں...... میری بیٹی کے لئے یہی رہ گیا ہے حکیم منتی۔'' فاخرہ خانم جیسے پھٹ پڑیں۔ ان کی سمجھ میں یہی آیا کہ ساس سے صاف صاف بات کریں اور ہمیشہ کے لئے یہ چیپٹر کلوز کر دیں۔

عطیہ بیگم اتنی بدلحاظی پر چند لمحے کے لئے تو سناٹے ہی میں رہ گئیں پھر جیسے ایک دم جلال میں آ گئیں۔

''اگر وہ حکیم منتی ہے تو تمہارا میاں حکیم خاکسیر ہوا...... کیوں پھنس گئیں تم حکیموں کے خاندان میں......؟ انکار کر دیتیں...... ہم تمہیں اٹھا کر تو نہیں لائے تھے دیواریں پھاند کر...... اپنی بیٹی کی طرف دیکھو...... کوئی خوبی نہیں ہے اس میں...... کھانے اور سونے کے علاوہ اسے اور کوئی کام نہیں۔'' وہ بری طرح برس پڑیں اور ہر قسم کی مصلحت بالائے طاق رکھ دی۔

''پتہ نہیں کیسی دادی ہیں اماں آپ......! پوتی کے کھانے پینے کو ٹوکتی ہیں...... دادیاں تو اپنے ہاتھوں سے جانے کیا کیا بنا کر پوتے پوتیوں کو کھلاتی ہیں...... آپ ہی کی نظر لگے گی اسے۔'' فاخرہ خانم نے بات کا رخ دوسری جانب کر دیا۔ نہایت ہی تند و تلخ لہجہ تھا۔

''اے ہے......! تو تم نوبت تو آنے دیتیں کہ پوتی کو اپنے ہاتھ سے کچھ بنا کر کھلاتی...... ہر وقت تو تمہارا خانساماں اس کی خدمت کر رہا ہوتا ہے...... ہماری تو کہیں جگہ ہی نہیں بن پا رہی۔'' عطیہ بیگم نے جھلا کر جواب دیا۔ وہ دو ٹوک بات کرنے کا تہیہ کر کے آئی تھیں اور بہو بیگم تھیں کہ انہیں گھمائے جا رہی تھیں۔

''دیکھو دلہن......! ہم نے بھی یہ چونڈا دھوپ میں سفید نہیں کیا...... تمہاری بیٹی ہے تو ہماری بھی پوتی ہے...... ہمارا خون ہے...... اس کے جو رنگ ڈھنگ ہیں وہ بتاتے ہیں کہ وہ کسی مرد کے قابو میں نہیں آ سکتی...... اس کا مزاج بگڑ چکا ہے...... اس کو وہی مرد

سنبھال سکتا ہے جس میں صبر و ضبط ہو...... لحاظ مروّت ہو...... ارے......! مرد ذات کو تم جانو...... ذرا دماغ گھومے تو حسین سے حسین عورت کو ٹھکرا دیتا ہے...... ہماری بچی میں تو کوئی گن ہی نہیں کہ کسی فائدے کا سوچ کر مرد صبر سے کام لے لے...... افسر علی گھر کا بچہ ہے...... مشکل وقت دیکھا ہے...... طبیعت میں صبر و برداشت بھی بہت ہے...... چچا کا احسان بھی مانتا ہے...... تباہ جائے گا اس شتر بے مہار کو۔'' عطیہ بیگم سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے بڑے تحمل سے کہہ رہی تھیں۔

''آپ مڈل کلاس کے مرد کو سامنے رکھ کر خوفزدہ ہو رہی ہیں جو بیوی کو زرخرید لونڈی سمجھتا ہے اور اس سے ہر طرح کی خدمت لیتا ہے...... میں مڈل کلاس لڑکے کو بیٹی دے ہی کب رہی ہوں......؟ یہ وہاں جائے گی جہاں کک، بٹلر، ڈرائیور ہوتے ہیں...... فائیو اسٹار میں ڈنر، لنچ ہوتے ہیں...... کپڑے لانڈری میں دُھلتے ہیں...... کریڈٹ کارڈ پر شاپنگ ہوتی ہے...... نہ شوہر بیوی سے سر اور ٹانگیں دبواتا ہے...... نہ فرمائشیں کر کے کھانے پکواتا ہے...... بچے گورنس سنبھالتی ہے...... اَپر کلاس مرد بیوی کو ہر طرح سے ایزی رکھتا ہے...... میری کیا مجبوری ہے جو میں مڈل کلاس لڑکے کے ہاتھ میں اپنی بیٹی کا ہاتھ دوں......؟'' فاخرہ خانم تیوریاں چڑھا کر بول رہی تھیں اور عطیہ بیگم حق دق ان کی صورت تک رہی تھیں۔

اس وقت تو فاخرہ خانم نے واقعی انہیں لاجواب کر کے رکھ دیا تھا۔

''ہاں......! اَپر کلاس کا مرد بیوی کو بعض اوقات بہت ہی ایزی کر دیتا ہے...... بہت سے شوق پال لیتا ہے...... بیوی کا حق کہیں اور لٹا کر آتا ہے تاکہ اس کی بیوی بہت آرام سے رہے...... ذرا بھی ڈسٹرب نہ ہو۔'' بالآخر عطیہ بیگم جل کر بولیں۔

''پانچوں اُنگلیاں برابر نہیں ہوتیں اماں......! کبھی کبھی اچھا بھی سوچ لیا کریں۔'' فاخرہ خانم نے بمشکل ایک غضب کی تند و تیز لہر دبا کر جواب دیا۔

''آپ کے بیٹے کو بھی اللہ نے سب کچھ دیا ہے...... اس کو تو کوئی غلط شوق نہیں

ہیں...... نماز بھی پڑھتا ہے...... روزے بھی رکھتا ہے۔'' اپنے حساب سے فاخرہ خانم نے پھر ساس کو لاجواب کرنے کی کوشش کی۔

''شکر ہے مالک کا......! جتنا اس کا احسان مانوں کم ہے ہدایت اللہ کی طرف سے ہے لیکن اپنے بچوں کی تربیت میں بہت محنت کی ہے میں نے۔'' عطیہ بیگم نے بڑے فخر اور اعتماد سے کہا۔

''اور یہ ماں کا کام ہوتا ہے...... بچے تو گندھی مٹی کی طرح ہاتھ میں آتے ہیں...... جیسے مرضی ڈھال لو۔'' عطیہ بیگم کے لہجے میں ایک طنز چھپا ہوا تھا۔

''تو ہم کون سا اپنے بچوں کو غلط باتیں سکھاتے ہیں......؟ ہر زمانے کے اپنے تقاضے ہوتے ہیں...... انہی کے مطابق چلنا پڑتا ہے...... اب بوڑھے لوگ ان کی ایکٹیویٹیز پر اعتراض کریں تو یہ کوئی عقل کی بات نہیں...... بچے وقت کے حساب سے نہیں چلیں گے تو زندگی کیسے گزاریں گے......؟'' فاخرہ خانم برہمی سے کہہ رہی تھیں۔ ساس کا طنز ٹھیک نشانے پر جا کر بیٹھا تھا۔ یہی تو ان کا ویک پوائنٹ تھا۔

''وقت کے حساب سے چلنے میں کوئی مضائقہ نہیں...... اگر انسان اپنے اور اپنے خاندان کی عزت کا خیال کرتا ہے...... نیک نامی میں اضافہ کرتا ہے...... پیٹ بھر روٹی ملنے کے بعد دوسری اہم شے عزت ہے...... عزت نہیں تو ساری شان و شوکت بیکار ہے۔'' عطیہ بیگم نے بڑے نرم اور شائستہ لہجے میں بہو کے دماغ میں کام کی بات بٹھانے کی کوشش کی۔

''آپ کو کیا پتہ کالے برقعے کی آڑ میں کیا کچھ ہوتا ہے......؟ ہم لوگ جو ہیں جیسے ہیں سب کو ویسے ہی نظر تو آتے ہیں...... کسی کو مغالطے میں تو نہیں ڈالتے۔'' فاخرہ خانم چیخ کر بولیں۔

''توبہ استغفار......! پانچوں اُنگلیاں برابر نہیں ہوتی دُلہن......! ہم تمام باپردہ عورتوں کو ایک لاٹھی سے ہانکنے کا کوئی حق نہیں رکھتے...... حیا شرم کا تعلق صرف برقعے

سے تو نہیں ہے...... لباس پورا ہو، ستر کا زینت کا پردہ ہو بس بہت ہے۔" عطیہ بیگم نے پھر رسانیت سے سمجھایا۔

"اگر میں یمنٰی کو آپ کے خیالات کے مطابق ڈھال دوں تو اس گھر میں اسے کوئی پوچھنے بھی نہیں آئے گا...... اچھے رشتے کی تو کوئی اُمید ہی نہ رکھیں...... وقت کی چال کو دیکھا کریں اماں......!" فاخرہ خانم کی برداشت جواب دے رہی تھی۔

عطیہ بیگم کی فراست نے اگلے مرحلے کے نتائج کا اندازہ کر لیا اور یہ کہتی ہوئی اُٹھ کھڑی ہوئیں۔

"ارے......! مجھے تو شاداب کو فون کرنا تھا...... باتوں میں ذہن سے ہی نکل گیا۔"

ساس کی پیٹھ ہوئی تو فاخرہ خانم نے کھا جانے والی نظروں سے ان کی پشت کی طرف گھورا تھا۔

● ● ●

نور خان آج بہت بن ٹھن کر گھوم رہا تھا۔ بیگم صاحب کو آرٹس کونسل ڈراپ کر کے آ گیا تھا۔ چار گھنٹے بعد لینے جانا تھا۔ گھر میں صاحب بھی نہیں تھے۔ افسر علی بھی صبح سویرے چلا گیا تھا۔ اندر یمنٰی بی بی شاید پڑی سوتی تھی اور ملازمین بھی غالباً لاؤنج میں اسپلٹ چلا کر مزے کر رہے تھے۔

شام کے پانچ بج چکے تھے۔ نور خان کو دن میں سونے کی عادت نہیں تھی اس لئے فرصت کو خوب انجوائے کر رہا تھا۔ نہا دھو کر سفید قمیص شلوار زیب تن کیا کہ روانگی کے وقت یونیفارم چینج کر لے گا۔ بالوں میں دھنیے کا تیز خوشبودار تیل لگا کر بال اچھی طرح جمائے۔ آنکھوں میں سرمے کی ڈوریاں کھینچیں۔ اپنے حساب سے بڑی زبردست تیاری ہوئی تھی اس پر مستزاد خس کا عطر بھی لگایا تھا۔

تھوڑی سی چہل قدمی کرنے کے بعد کار میں پشتو کے مقبول رومانی گیت کی کیسٹ لگا کر کار کی پچھلی سیٹ پر جا کر لیٹ گیا اور پاؤں کی طرف کا دروازہ کھلا چھوڑ دیا۔ اس

وقت سمندر کی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے شروع ہو جاتے تھے۔

آنکھیں بند کر کے گیت کے بولوں پر سر دھن رہا تھا کہ کھٹ کی آواز سے دروازہ کھلنے، ٹیپ بند ہونے اور پھر دروازہ بند ہونے کی آواز آئی۔ وہ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا۔ دیکھا تو سامنے یمنٰی کھڑی ہوئی تھی۔ گہرا گلا سلیولیس چھوٹی سی شرٹ، ٹخنوں سے اُونچا ٹراؤزر جس کے پائنچوں میں ایک ایک بالشت کے چاک بھی کھلے ہوئے تھے اور چکنی چکنی پنڈلیاں جھانک رہی تھیں۔ دوپٹے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ گہرے گلے سے حشر اُٹھ رہا تھا۔

وہ جلدی سے کار سے باہر اُتر آیا اور مؤدبانہ انداز میں سرو قد کھڑا ہو گیا۔

"اوفوہ......! یہ کیسی بیڈ اسمیل آ رہی ہے تمہارے پاس سے...... بند کار میں اے سی چلا کر جو بھی تمہارے ساتھ بیٹھے گا چکر آنے لگیں گے اسے...... کوئی زیادہ ہی ویک ہوا تو تھوڑی دیر میں بیہوش ہو جائے گا...... نانسنس۔" یمنٰی ناک پر ہاتھ رکھے نہایت ناگواری کا اظہار کر رہی تھی۔

نور خان تو ششدر سا رہ گیا تھا۔ اتنی دیر کی محنت ایک لمحے میں خاک میں مل گئی تھی۔ بلکہ وہ تو شدید بے عزتی محسوس کر رہا تھا اور بڑی بے بسی سے پسینہ صاف کر رہا تھا۔

"خدا کے لئے جا کر باتھ لو...... کپڑے بدلو...... اپنے سر کو اچھی طرح شیمپو کرو اور جو الا بلا تم نے لگائی ہے سب اُٹھا کر ڈسٹ بن میں پھینکو...... آئندہ تمہارے پاس سے یہ بیڈ اسمیل نہیں آنا چاہئے...... اپنے یہ جاہلانہ شوق اپنے گاؤں میں جا کر پورے کرنا...... سمجھے......؟" وہ بڑی بیزاری سے کہہ رہی تھی۔ ہاتھ ابھی تک ناک پر دھرا ہوا تھا۔

"جی......!" وہ مجرم کے سے انداز میں نظریں جھکا کر صرف "جی" ہی کہہ سکا۔

"ممی کو کتنے بجے لینے جاؤ گے......؟" وہ ذرا دُور ہٹتے ہوئے اسی طرح آف موڈ میں پوچھ رہی تھی۔

"جی......! آٹھ بجے پک کرنا ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"اوہ......! ابھی تو تمہارے پاس بہت ٹائم ہے...... پہلے مجھے آغاز (Agha's) جانا ہے...... وہاں مجھے ایک گھنٹہ لگے گا...... پھر تم مجھے آواری ڈراپ کر کے ممی کو پک کر لینا...... اب جلدی سے جاؤ...... خدا کے لئے اپنا حلیہ انسانوں والا بناؤ۔" وہ پلٹتے ہوئے بولی۔ نورخان نے سکون کا سانس لیا۔

"توبہ......! اُجڈ...... وحشی...... جاہل لوگ دیکھ کر بھی کچھ نہیں سیکھتے۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی جا رہی تھی۔

احساسِ توہین سے نورخان کے دماغ میں آندھیاں اُٹھ رہی تھیں۔ اس نے جاتی ہوئی یمنٰی پر ایک نظر ڈالی جو تنگ قمیص میں قیامت کی چال چل رہی تھی۔ اس وقت اس کی حیثیت نورخان کی نظر میں ایسی تھی گویا شیشے کی بوتل میں رنگین مشروب۔ کہاں تک شیشہ کہاں تک مشروب۔ فارمولہ ایکسویشن کی شکل میں بکھرا ہوا تھا۔ حیوانیت اس مقام پر آ گئی تھی جہاں ضابطے ڈھول میں اَٹ جاتے ہیں بے باکی راج کرتی ہے۔

• • •

ایک گھنٹے کے بعد نورخان بالکل ریڈی پورچ میں آ چکا تھا اور چمکتی ہوئی کار پر خوانخواہ کپڑا پھیر رہا تھا۔ اسے یمنٰی کا انتظار تھا جسے پہلے شاپنگ کرنا تھی پھر آواری جانا تھا۔

پانچ منٹ کے انتظار کے بعد یمنٰی پورچ کی طرف آتی دکھائی دی۔ اس نے جینز اور ٹی شرٹ پہنی ہوئی تھی۔ بال کھلے ہوئے تھے۔ چھوٹا سا بیگ شانے پر لٹکایا ہوا تھا۔ اس کی نوکیلی لمبی ہیل دیکھ کر نورخان کو یہی ٹینشن رہتا تھا کہ اب گری کہ تب گری۔ دل میں بڑا ارمان جاگتا تھا کسی روز اس ہیل کی وجہ سے وہ ماربل پر گرنے لگے اور وہ آگے بڑھ کر اس کو دونوں ہاتھوں سے سنبھالے۔ قریب آ کر اس نے ناقدانہ نظروں سے نورخان کا جائزہ لیا۔

"ابھی بھی کچھ کچھ اسمیل آ رہی ہے...... غالباً ابھی تمہارے بالوں میں تیل کا اثر موجود ہے۔" یہ کہہ کر اس نے اپنا بیگ کھولا اور ایک چھوٹا سا باڈی اسپرے نکال کر نورخان کی طرف بڑھایا۔

"یہ لو......! ڈیڈی کا ہے...... ان کو تو آئے دن اس طرح کے گفٹ ملتے رہتے ہیں...... یہ اپنے بازوؤں اور گردن پر لگا لو...... میں تو بند کار میں بیڈ اسمیل بالکل برداشت نہیں کر سکتی۔"

نورخان نے جلدی سے اسپرے اس کے ہاتھ سے لے کر پہلے اس کے لئے پچھلا ڈور کھولا۔ وہ بیٹھ گئی تو ڈور بند کیا۔ پھر اس کی ہدایت کے مطابق اسپرے کیا اور ڈرائیونگ سیٹ پر آ گیا۔ باڈی اسپرے کی مسحور کن مہک کار کے ماحول میں پھیل گئی۔

"گاڑی میں اسپرے کر دیا تھا......؟" یمنٰی بیگ سے اپنا موبائل نکالتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"وہ تو جب موٹر ریڈی کرتا ہوں تو ضرور کرتا ہوں...... آپ کو خشبو (خوشبو) نہیں آ رہی بی بی......؟" وہ اسے مرر میں دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"کوئی خاص نہیں...... ٹھیک سے کیا کرو...... تمہاری جیب سے خرچہ نہیں ہوتا۔" وہ بڑے مغرور اور لٹھ مار انداز میں بولی تھی۔

چوکیدار گیٹ کھولے منتظر کھڑا تھا۔ نورخان نے زَن سے کار باہر نکالی۔

"ہونہہ......! خشبو...... بدبو...... مرد مرد ہوتا ہے...... عورت کی خوشبو کو ذرا سی دیر میں بدبو میں بدل سکتا ہے...... بہت اَکڑ ہے چھوکری میں...... باپ کا مال اور اللہ کی بنائی صورت...... اس کا اپنا کیا ہے...... ہونہہ......! خشبو...... بدبو۔" نورخان پیچ و تاب کھا رہا تھا۔

• • •

"یار......! بڑی آفت لگ رہی ہو آج تو۔" یمنٰی آواری کے ریسٹورنٹ میں ٹوٹو

سے گلے ملتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

ٹوٹو منی اسکرٹ پہنے ہوئے تھی۔ بلاؤز کا گلا گہرا تھا۔ شولڈر پر آدھے آدھے انچ کی پٹیاں تھیں جس میں وہ یمنٰی کو آفت دکھائی دے رہی تھی۔

''تم منی اسکرٹ پہن لیتی ہو یہاں......؟ میں نے آج تک نہیں پہنی......ارے بھئی......! لوگ آنکھیں پھاڑ کر ٹانگوں کو دیکھنے لگیں گے...... تمہیں نہیں دیکھتے......؟'' یمنٰی نے بڑی سادگی سے پوچھا۔

''گو ہیل...... میں پرواہ ہی کب کرتی ہوں......؟'' ٹوٹو نے شانے اُچکا کر بے نیازی سے جواب دیا۔

''ابھی تک نہیں آیا تمہارا مصطفیٰ حجازی......؟'' یمنٰی نے اب ایک دم اپنی ریسٹ واچ پر نظر ڈالی۔

''اُوپر اپنے روم میں تیار ہو رہا ہے...... رات بھر پیتا ہے......شام کو اس کی صبح ہوتی ہے۔'' ٹوٹو ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''کوئی کام نہیں کرتا......؟'' یمنٰی نے حیرت سے پوچھا۔

''محبت بھی بہت بڑا کام ہے...... مجھ سے بہت محبت کرتا ہے۔'' ٹوٹو پھر کھلکھلا کر ہنسی۔

''شادی کرو گی اس سے......؟'' یمنٰی نے بڑے اشتیاق سے پوچھا۔

''مائی گاڈ......! یمنٰی......! کیا ہو گیا ہے تمہیں......؟ کنزرویٹو لڑکیوں کی طرح ہر وقت شادی تمہارے سر پر سوار رہتی ہے...... تم کیوں آزادی کو انجوائے کرنا نہیں چاہتیں......؟ شادی ہوتی ہے...... پھر بچے ہوتے ہیں...... ان کو لُک آفٹر کرنا...... اسکول بھیجنا...... پیرنٹس میٹنگ اٹینڈ کرنا...... یوٹیلٹی اسٹورز میں کچن کی شاپنگ کرنا...... اتنی باؤنڈ لائف...... میں تو برداشت نہیں کر سکتی۔'' ٹوٹو نے سخت بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے جھرجھری سی لی۔

''ہاں یار......! یہ تو ہے......مگر ہم جس کلچر میں موو کرتے ہیں اس میں تو شادی بہت ضروری سمجھی جاتی ہے۔'' یمنٰی نے ذرا اُداس اور مایوس سے لہجے میں جواب دیا۔

''اس کلچر کو بدلنا چاہئے......جس کو اچھا لگے اپنائے...... دوسروں پر اپنی مرضی نہ تھوپے۔'' ٹوٹو نے شانِ بے نیازی سے شانے اُچکائے اور سگریٹ نکال کر سلگانے لگی۔

''کیا تمہیں یقین ہے کہ مصطفیٰ ہمیشہ تم سے محبت کرتا رہے گا......؟ تمہیں کمپنی دے گا......؟ جب تمہیں ضرورت ہوگی تمہارے پاس ہوگا......؟'' یمنٰی جیسے کسی خواب کے عمل سے گزرتے ہوئے دھیمی آواز میں پوچھ رہی تھی۔

''ہمیشہ کا ٹھیکہ تو پیرنٹس نہیں لیتے...... میں کیوں ہمیشہ کے لئے اسے باؤنڈ کروں......؟'' ٹوٹو نے فضاء میں دُھواں بکھیرتے ہوئے لاپرواہی سے جواب دیا۔

''جب تک ہم ایک دوسرے کی کمپنی کو انجوائے کریں گے تب تک تو ساتھ رہیں گے۔'' وہ یہ کہہ کر بڑے اسٹائل سے کش لگانے لگی۔

''مگر محبت کا احساس تو ہمیشہ کے لئے چاہئے ہوتا ہے۔'' یمنٰی دبے دبے لہجے میں اپنا خیال بتانے لگی۔

''Nothing for always...... ہمیں آج میں جینا ہوتا ہے...... کل کی کس کے پاس گارنٹی ہے......؟ آج آپ زندہ ہو...... آج آپ کے پاس سب کچھ اپنی مرضی کا ہونا چاہئے...... اینڈ دیٹس آل۔'' ٹوٹو نے کش لگاتے ہوئے کہا۔

''تم یہاں اسموکنگ کر رہی ہو...... ابھی ویٹر آکر اُٹھا دے گا تمہیں......! یہ برنس روڈ کا چاٹ ہاؤس نہیں ہے...... آواری ہے۔''

''اس کا باپ بھی نہیں اُٹھا سکتا...... اس وقت میں جس کی گیسٹ ہوں اس کے باپ کے ایسے چار ہوٹل ہیں...... ہونہہ......!'' ٹوٹو نے تمسخرانہ انداز میں مسکرا کر جواب دیا اور گلاس سرکا کر اپنے سامنے کر لیا۔

اسی لمحے ایک لمبا تڑنگا نوجوان جس کے چہرے پر اتنی سرخی تھی جیسے خون ٹپک رہا

ہو، ان کی ٹیبل تک آیا۔

''ہیلو ٹوٹو......!''

ٹوٹو پھڑک کر کھڑی ہو گئی اور نوجوان کی کمر میں ہاتھ ڈال کر وش کیا۔

''یہ یمنٰی ہے...... میری بہترین دوست...... اور یجنل پاکستانی...... سہی سہی...... کانشس...... ہر وقت اس کو زمانے کا ٹینشن رہتا ہے...... اس کا علاج ولاج ہو سکتا ہے کہیں......؟'' ٹوٹو نے اپنے حساب سے زبردست سینس آف ہیومر کا مظاہرہ کیا تھا اور خوب لطف اندوز ہو رہی تھی۔

''ہم یہاں کس لئے آئے ہیں......؟ ایسے ہی مریضوں کا علاج کرنے کے لئے۔'' مصطفیٰ نے سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بہت دلچسپی سے یمنٰی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ویسے ہی بکواس کر رہی ہوں...... مجھے کوئی ٹینشن نہیں ہے زمانے ومانے کا۔'' یمنٰی نے جلدی سے صفائی پیش کرنے کی کوشش کی۔

''ایک بھی ڈھنگ کا دوست نہیں ہے اس کے پاس...... یہ تو اس کی اہلیٹی ہے۔'' ٹوٹو نے تمسخر کیا۔

''چلو...... اب ہم ہیں ناں......! کوشش کرتے ہیں ڈھنگ کا دوست بننے کی...... آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں......؟'' مصطفیٰ براہِ راست یمنٰی کی آنکھوں میں جھانک کر پوچھ رہا تھا۔

''اوہ......! تھینک یو......!'' یمنٰی کی آنکھوں میں چمک بڑھنے لگی۔ اس نے شوخ مسکراہٹ کے ساتھ ٹوٹو کو دیکھا۔

''مجھے تو کوئی اعتراض نہیں مگر ٹوٹو کو تو ہو سکتا ہے...... سمندر پار سے دوست لائی ہے آخر۔''

''ڈونٹ کیئر......! کوئی انسان کسی کی پراپرٹی نہیں ہوتا...... یہ بڑی گھٹی ہوئی سوچ ہے بلکہ بیمار سوچ...... اگر ایک انسان سے بہت سے بندوں کو خوشی ملتی ہے تو کیا حرج

ہے......؟'' ٹوٹو کا انداز اسی طرح بے نیازانہ تھا۔

''کتنا بڑا دل ہے ٹوٹو کا...... یہ تو پاکستانی لگتی ہی نہیں۔''

''لگنا بھی نہیں چاہتی...... ٹھیک ہے یہ ہماری مدر لینڈ ہے...... ہم یہاں پیدا ہوئے...... ہماری آئیڈینٹٹی ہے...... مگر زندگی اپنی سوچ کے مطابق گزارنے پر تو یہاں کوئی پابندی نہیں...... مسٹر جناح نے آزادی کے بعد پبلک سے کہہ دیا تھا...... آپ آزاد ہیں...... آپ کے گرجا، مندر، مسجد سب آزاد ہیں۔'' اپنی بات کے اختتام پر ٹوٹو نے چھوٹا سا قہقہہ لگایا۔ یمنٰی اور مصطفیٰ نے بھی اس ساتھ دیا۔

''ویل...... ٹوٹو......! یو آر ایکسی لینٹ...... میں تمہیں ایڈ مائر کرتا ہوں۔'' مصطفیٰ نے ہنسی روک کر کہا۔

''تھینکس...... مائی ڈارلنگ......!'' ٹوٹو بڑے مغرور انداز میں مسکرائی۔

''اچھا چلو...... اب کچھ کھانے پینے کی بات کرتے ہیں۔'' مصطفیٰ نے مینو اُٹھاتے ہوئے کہا۔

''صرف کھانے کی......؟ رات سے لے کر تم ایک ہزار جہانوں کی سیر کرتے رہے...... تھوڑا سا وقت اس دُنیا اور دُنیا والوں کو بھی دے دو۔'' ٹوٹو نے سرزنش کے انداز میں کہا۔

مصطفیٰ نے دل کھول کر قہقہہ لگایا۔

''مرے پڑے رہتے ہو...... فون کر کر کے پاگل ہو جاتی ہوں۔'' ٹوٹو بہت جل کر بولی تھی۔

''تو تم بھی میرے ساتھ انجوائے کیا کرو...... میرے ساتھ ہی مری پڑی رہا کرو...... ساتھ جئیں ساتھ مریں...... کیوں......؟ کیا خیال ہے کامریڈ......؟'' وہ یمنٰی سے پوچھ رہا تھا۔ آنکھوں میں بلا کی شرارت تھی۔

''بہت اچھا خیال ہے...... دوست وہی جو ہر قدم پر آپ کا ساتھ دے۔'' یمنٰی نے

تائید کی۔

"پھر تم تو میری دوست نہ ہوئیں...... تم تو میرے ساتھ اسموکنگ بھی نہیں کرتیں...... کسی کو کاک ٹیل میں کیا شیئر کرو گی......؟ چلو ایسا کرو لیڈی ڈرنک آئی مین شیمپئن سے اسٹارٹ لیتے ہیں۔" ٹوٹو نے بھی مینو اُٹھا لیا تھا۔ مینو پر نظر دوڑاتے ہوئے وہ یمنٰی سے رائے لے رہی تھی۔

"اوہ نو......! یہ تو بہت بڑی کمزوری ہوتی ہے...... بندے کی ریپوٹیشن بھی خراب ہوتی ہے۔" یمنٰی نے بڑی صاف گوئی سے کہا۔

"ریپوٹیشن......؟" ٹوٹو نے زبردست قہقہہ بڑی مشکل سے کنٹرول کیا۔

"سویٹ ہارٹ......! جس کے پاس لگژریز ہے...... اس کے پاس ریپوٹیشن ہے...... نانسنس......! کیسی غریبوں جیسی باتیں کرتی ہو...... تمہاری بوڑھی دادی نے تمہارا بیڑہ غرق کر کے رکھ دیا ہے۔" مارے غصے کے ٹوٹو نے مینو کارڈ ٹیبل پر پٹخ دیا۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو ٹوٹو......! تمہاری دوست کے اندر خوف بہت ہے اور یہ ا
کے گھر والوں کی وجہ ہی سے ہے۔"

"سچی......! مجھے اس پر بہت ترس آتا ہے...... اسے بہت بیئر (Bear) کرنا پڑتا ہے...... بہت برڈن ہے اس پر۔" ٹوٹو نے بڑے تاسف سے کہا اور پھر اپنے بیگ سے سگریٹ نکالنے لگی۔

یمنٰی کا چہرہ یوں ہو گیا جیسے دُنیا میں اس سے زیادہ دُکھی اور مظلوم کوئی نہ ہو اور ٹوٹو سے زیادہ اس کا کوئی ہمدرد نہ ہو۔ بے بسی سے اُنگلیاں چٹخانے لگی۔

مصطفیٰ ٹوٹو کی طرف متوجہ ہوا۔

"مجھے تم نے بتایا تھا کل تم اپنی فیملی میں کہیں انوائیٹڈ ہو...... ایسا کرتے ہیں کہ کل میں یمنٰی کو فل کمپنی دیتا ہوں...... اس کی برین واشنگ کرتا ہوں...... یہ چینج ہو جائے گی...... ڈونٹ وری ابھی یہ اس لئے بولڈی سب کچھ نہیں کر سکتی کہ اسے خوف ہے اس کا

باپ اس سے سب کچھ واپس نہ لے لے...... کہیں پریشرائز کر کے اس کی شادی نہ کر دے...... میں اس کو انڈیپنڈنٹ ہونے کی تکنیک بتاؤں گا...... اس کے سارے خوف بھاگ جائیں گے...... پھر یہ ہر وقت خوش رہا کرے گی...... او۔ کے......!" مصطفیٰ نے بے تکلفی سے یمنٰی کا ہاتھ تھام کر اس کی آنکھوں میں مسکراتے ہوئے جھانکا۔

یمنٰی کو یوں محسوس ہوا کہ جیسے وہ ایک جست میں جنت کی حدود میں اُتر گئی ہو۔ ایسا ماورائی جہاں غم و فکر کا لفظ بھی جہاں ایجاد نہیں ہوا معنی تو دُور کی بات۔

♦ ♦ ♦

"صاحب......! کوئی فرحان صاحب آئے ہیں۔" افسر علی کوئی ویب سائیڈ کھولے بیٹھا تھا اور آس پاس کے ماحول سے ٹوٹلی کٹا ہوا تھا۔ ایسے میں ملازم کی آواز کسی دھماکے سے کم نہ تھی۔

"اوہ......! اچھا اچھا......! فرحان ہے...... اسے لان میں بٹھاؤ...... میں دو منٹ میں آتا ہوں۔" اس نے بڑے گرم جوش انداز میں ملازم کو تاکید کی اور جلدی جلدی شٹ ڈاؤن کرنے لگا۔

یوں محسوس ہوتا تھا کہ اس وقت فرحان سے زیادہ کسی شئے کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ عجیب سی عجلت سوار ہو گئی تھی۔ خون کی گردش تیز تر ہوئی جاتی تھی۔ کیا خسرو کی مجبور "پی" سے ملنے کو بے تاب ہوتی ہو گی اس وقت جو افسر علی کا حال تھا۔ اس نے تو آئینہ دیکھ کر بال سنوارنے کی زحمت بھی نہیں کی۔ اُنگلیوں سے بال سنوارتا ہوا نیچے آیا تھا اور لان کی طرف بھاگا تھا۔

شام رات میں ڈھل چکی تھی۔ تمام لائٹس روشن تھیں۔ ملازم نے Pool کے کنارے چیئرز سیٹ کر دی تھیں جن میں سے ایک پر فرحان فروکش تھا۔ حلیے سے فورسز کا بندہ دکھائی پڑتا تھا۔ سفید کرتا پائجامہ پہن کر غالباً گرمی "انجوائے" کر رہا تھا۔

افسر علی کو دیکھتے ہی والہانہ انداز میں ہاتھ پھیلا کر آگے بڑھا اور بڑی گرم جوشی سے

گلے ملا۔

”کہاں ہو یار......!“ افسر علی اپنے بازوؤں کا حلقہ تنگ کرتے ہوئے پوچھ
تھا۔

”جہاں تم وہاں ہم...... رات ہی پہنچا ہوں بنکاک سے...... سارا دن آج بس
رہا...... یار......! کتنی نیوٹریول...... تھک مرا میں تو...... یو ایس اے سے مڈل ایسٹ
وہاں سے فار ایسٹ...... خوب جی بھر کر سویا...... اب فریش ہو کر سیدھا تمہارے پا
آ رہا ہوں۔“

”بڑی نوازش کی آپ نے......!“ افسر علی بھی ہمدم دیرینہ کو پا کر کھلا جا رہا تھا
شوخی سے بولا۔

”اور سناؤ......! کیا خبریں ہیں گزرے ہوئے چھ مہینوں کی......؟“ فرحان شا
ٹھنڈی ہوا کے اثر سے کچھ زیادہ ہی فریش محسوس ہو رہا تھا۔

”ہمارے پاس کیا خبریں ہوں گی یار......! خبریں تو تمہارے پاس ہوں گی۔
سمندری حدود تو تم پھلانگ رہے تھے۔“ افسر علی نے ہنس کر کہا۔

”اچھا......! جسٹ اے منٹ......! میں تمہارے لئے کولڈ ڈرنک لاتا ہوں۔“
افسر علی کو فرائضِ میزبانی کا دھیان ہوا۔

”بیٹھو یار......! تم کہاں جاؤ گے......؟ کسی ملازم کو آواز دے کر کہہ دو۔“ فرحان
نے اسے اُٹھنے سے باز رکھتے ہوئے کہا۔

”مجھے ملازمین کو آواز دے کر بلانے کی عادت نہیں ہے یار......! اس گھر میں تو خو
مجھے آوازیں لگتی ہیں۔“ افسر علی نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اور تم اس بات پر ہنستے ہو......؟“ فرحان نے سنجیدگی اور دُکھ کے ملے جلے تا
کے ساتھ کہا۔

”واقعی......! نو ڈاؤٹ...... میں اب ہنستا ہوں...... بلکہ اُس گزرے وقت پ

افسوس کرتا ہوں جب میں ڈپریسڈ رہا کرتا تھا Complexed تھا...... کتنی کیلوریز ویسٹ ہوئی ہوں گی میری اس پیریڈ میں...... یار......! جن کا گھر ہے پراپرٹی ہے انہیں اپنی مرضی کرنے سے کون روک سکتا ہے......؟ اور کیوں روکیں بھئی......! آپ کیوں کسی کو احساس دلائیں......؟ موقع دیں کہ وہ اپنا احسان جتانے پر مجبور ہو جائے...... چچا نے ٹھکانہ دیا...... فیملی ممبرز نے برداشت کیا...... اگر چچا کسی شیلٹر ہوم ٹائپ کی جگہ پر پہنچا دیتا تو آپ کیا کر لیتے......؟ آئی ایم تھینک فل...... سوچ...... آل آف دی فیملی ممبرز۔“

”یو آر گریٹ اینڈ وائز (Wise) بہت حقیقت پسند بن چکے ہو...... یقیناً زندگی آسان ہو جائے گی۔“ فرحان اس کی طرف بہت محبت سے دیکھ رہا تھا۔

”اچھا ذرا بریک لو...... باقی تعریفیں بریک کے بعد...... میں ابھی کولڈ ڈرنک لے کر آتا ہوں۔“ افسر علی نے چٹکی بجا کر کہا اور تیزی سے اندر کی طرف بڑھ گیا۔

افسر علی کے لطیف سے مذاق پر فرحان کی مسکراہٹ بہت بے ساختہ تھی۔ اس کی مسکراتی نظروں نے افسر علی کا وہاں تک تعاقب کیا جہاں تک وہ جاتا دکھائی دیا۔

اسی طرح بیٹھے دو تین منٹ ہی گزرے ہوں گے گیٹ پر ہارن سنائی دیا۔ ایک کار پورچ میں پہلے ہی موجود تھی دوسری فرحان کی تھی۔ وہ ایک لمحے کو پزل سا ہو گیا کہ کہیں یہ آنے والی کار بھی گھر کی نہ ہو۔ جگہ تو ابھی کافی تھی مگر اس نے جلدی میں ٹھیک سے نہیں لگائی تھی۔ یہ سوچ کر کہ آدھ گھنٹے میں تو نکل ہی جائے گا یہاں سے۔

گیٹ کھلا ایک سلور بلینو اندر آئی اور رُک گئی۔ کار سے پہلے ڈرائیور اُترا۔ اس نے بڑی پھرتی سے بیک ڈور کھولا۔ فاخرہ خانم کار سے اُتریں اور آلٹو پر نظر ڈال کر چوکیدار سے پوچھنے لگیں۔

”کس کے گیسٹ آئے ہوئے ہیں......؟“

”جی......! چھوٹے صاحب کا دوست آیا ہے۔“ چوکیدار کی نظریں فرحان تک گئیں جبکہ فاخرہ خانم کی توجہ اس طرف نہیں تھی۔ اب البتہ انہوں نے چوکیدار کی نظروں کا

ساتھ دیا تو فرحان نظر آیا۔

وہ دُنیادار تو بہت تھیں۔ تصنع وبناوٹ میں ان کے مقابلے پر کوئی نہیں تھا۔ بڑی گرم جوش مسکراہٹ کے ساتھ فرحان کی طرف بڑھیں۔ وہ انہیں اپنی طرف آتا دیکھ کر اُٹھ کھڑا ہوا اور مؤدبانہ سلام عرض کیا۔

''وعلیکم السلام......! بہت دنوں بعد نظر آئے فرحان......! کیسے ہو بیٹا......؟''

یوں حال چال پوچھ رہی تھیں کہ شائستگی واخلاق ان پر ختم تھا۔

یہ ان کی نفسیات تھی سر سے لے کر پاؤں تک اس کوشش میں جت جاتی تھیں کہ لوگ ان کو بہت مہمان نواز، بااخلاق اور بے شمار خوبیوں کی مالک تسلیم کریں۔ ان کی اس مصنوعی گرم جوشی و آؤ بھگت اور مسکراہٹ افسر کی طبیعت پر بوجھ بن جاتی تھی اس لئے کہ اسے تو آج تک حسرت ہی رہی تھی کہ چچی جان محترمہ کبھی اسے بھی انسان کا درجہ دے کر بات کریں۔

فرحان ان کا پڑوسی تھا۔ کئی سال پہلے یہ لوگ کینیڈا امائیگریٹ کر گئے تھے۔ افسر علی اور فرحان ہم عمر تھے۔ ایک اسکول ایک کلاس میں پڑھتے تھے۔ شام کو ساتھ کھیلتے تھے۔ افسر علی ساری زندگی میں صرف فرحان ہی کو دوست بنا سکا تھا اور اس پر مطمئن اور قانع تھا۔

''بس آنٹی......! رات ہی کو آیا ہوں...... کینیڈا سے ڈائرکٹ نہیں آیا ہوں بلکہ کئی جگہوں سے ہوتا ہوا یہاں پہنچا ہوں...... امی آج پہنچ رہی ہیں...... انہیں ریسیو کرنے جا رہا ہوں...... سوچا پہلے افسر سے ہیلو ہائے کرتا چلوں۔'' فرحان دونوں ہاتھ باندھے بڑے شائستہ لہجے میں بول رہا تھا۔

بہت فریش نظر آ رہا تھا۔ اس کے نرم بال ہوا کے جھونکوں سے اُڑ رہے تھے۔ چہرے پر صحت کی چمک تھی آنکھوں میں زندگی کی۔ فاخرہ خانم نے بڑی پرشوق نگاہ سے اس کا جائزہ لیا۔

''کیا کر رہے ہو آج کل......؟'' وہ بڑے اشتیاق وتجسس سے پوچھ رہی تھیں۔

''ایکچولی آنٹی......! پاپا کا بزنس اتنا پھیل چکا ہے کہ مجھے ان کو فل ہیلپ کرنا ہوتی ہے...... اسٹڈی کمپلیٹ ہے...... بس اب تو پاپا کے ساتھ ہی کام کر رہا ہوں۔''

''ماشاءاللہ ماشاءاللہ......! بہت خوشی ہوئی...... میں کل کسی وقت تمہاری ممی کو ملنے آؤں گی۔'' وہ سامنے دیکھتے ہوئے قدرے آہستہ آواز میں کہہ رہی تھیں۔

افسر علی کولڈ ڈرنک کی ٹرے اُٹھائے نمودار ہو چکا تھا۔

''اوہ شیور آنٹی......! آپ ضرور آئیں۔''

''او۔ کے بیٹا......!''

''افسر......! دیکھو فرحان سے ڈنر کے لئے ضرور پوچھ لو...... ابھی ان کے گھر میں شاید کوئی ملازم بھی نہیں ہوگا چوکیدار کے علاوہ...... ممی بھی نہیں ہیں۔'' وہ اس وقت اخلاقیات کے اُس مینار کو چھوتی محسوس ہو رہی تھیں جس کے گنبد آسمان کو چھو رہے تھے۔

''کاش......! میری یہ قابل احترام چچی جان سچ مچ ایسی ہی ہوتیں......؟'' افسر علی سوچ رہا تھا۔

● ● ●

نور خان دیئے گئے وقت سے دس منٹ پہلے پہنچ چکا تھا۔

صاف ستھری خوبصورت شاہراہ، اُونچی اُونچی عمارات، روشنیاں، رونق، جی بہلانے کو بہت کچھ تھا۔ وہ ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے ہوٹل میں آنے جانے والوں کا بڑی دلچسپی سے جائزہ لے رہا تھا۔ ساتھ ہی کاروں کے ماڈلز کا بھی اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا۔ طبیعت بہت ہلکی پھلکی تھی۔ آنے والے وقت میں مزید خوشگواری کی توقع تھی۔

ایک جوان، خوبصورت دعوتِ نظارہ دیتی لڑکی ہمسفر ہو تو سفر کیسے اچھا نہیں لگے گا۔

طبیعت میں آوارگی ہو، نظر احتیاط سے نا آشنا ہو، تربیت کے معنی تک معلوم نہ ہوں، پیٹ

بھرا ہو، فرصت ہو تو انسان انسان کب ہوتا ہے۔ اس کی سانس کی ہر تار حیوانیت [illegible] جذبات سے بوجھل رہتی ہے۔ نفس کی سرکشی کمال پر ہوتی ہے۔ خود غرضی اور لذ[illegible] اندوزی کے احساس کے علاوہ کوئی احساس ہی نہیں ہوتا۔

وہ اپنے نفس کی مستی میں جھوم رہا تھا کہ اسے یمنیٰ آتی دکھائی دی۔ اسے مس کال [illegible] دیئے ہوئے پورے دس منٹ ہو چکے تھے۔ مگر یمنیٰ اکیلی نہیں تھی اس کے ساتھ اس کی دولت ٹوٹو بھی تھی۔ نیم برہنہ مستی بھری چال چلتی ہوئی۔ ایک نہ شد دو شد۔ نظر کو [illegible] تسکین پہنچی۔

دونوں آہستہ آہستہ چلتی کار تک آئیں۔ ایک لمحے کو نور خان ذرا گھبرا سا گیا۔ اسے یمنیٰ کی حالت نارمل دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اس نے قدرے فکر مند ہو کر ٹوٹو کی طرف دیکھا۔

"ٹیک اٹ ایزی شوفر......! اس کی طبیعت اچھی نہیں ہے...... اچانک خراب ہو[illegible] ہے...... اسے اس کے کمرے تک پہنچا دینا...... گھر میں بتانے کی ضرورت نہیں۔" ٹو[illegible] نے سرگوشی کے انداز میں بات کی۔

"آپ بولو تو پہلے ڈاکٹر کے پاس لے جاؤں......؟ ارباب علی صاحب کا [illegible] ڈاکٹر ہے...... اس کا ہاسپٹل زیادہ دُور نہیں ہے۔" نور خان گھبرا کر یمنیٰ کی طرف دیکھ[illegible] ہوئے ٹوٹو سے رائے لینے لگا۔

"اوہ نو......! مائی فٹ ڈاکٹر...... کا بچہ (گالی)۔" یمنیٰ مخمور آواز میں بولی۔

نور خان تو یمنیٰ کے منہ سے مردانہ سی گالی سن کر ہی حواس باختہ ہو گیا۔ جلدی سے ڈور کھولتے ہوئے بولا۔

"ٹھیک اے...... ٹھیک اے...... آپ بیٹھو......!"

یمنیٰ اندر بیٹھی نہیں بلکہ جیسے گر پڑی۔ اس کے پاؤں دروازے سے باہر تھے۔ نور خان نے پریشان ہو کر ٹوٹو کی طرف دیکھا۔

ٹوٹو نے جلدی سے یمنیٰ کے پاؤں سیٹ پر رکھے۔ پھر دروازہ بند کر کے نور خان سے بولی۔

"تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی گھر میں کسی سے ذکر کرنے کی...... سمجھے......؟ اگر تم نے کسی کو بتانے کی کوشش کی تو کل سے سمجھو تمہاری چھٹی...... اب جاؤ...... گو......!" وہ یوں ہاتھ جھاڑتے ہوئے بولی جیسے ملبہ اُٹھا کر فارغ ہوئی ہو۔

"یہ سالا...... پینڈو...... اس کو ابھی تک رُوٹ سینس نہیں ہے...... مفت کی تنخواہ لے رہا ہے...... میں اسے شوٹ کر دوں گی...... ایک دن یہ میرے ہاتھوں مرے گا۔"

نور خان ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ رہا تھا۔ یمنیٰ کے ارشادات سن کر یوں اُچھلا جیسے سیٹ پر اسپرنگ لگے ہوں۔ اسے تو یمنیٰ کی آواز بہت ہی چینج لگی۔ جیسے اس کے گاؤں میں آسیب زدہ لڑکی بہت بھاری آواز میں بولتی تھی۔

وہ تو یوں فراٹے سے گاڑی لے کر بھاگا جیسے اس کے پیچھے بھوت لگے ہوں۔

♦♦♦

افسر علی کو پتہ تھا کہ یمنیٰ ابھی تک گھر واپس نہیں آئی۔ ارباب علی شام کو ایک دن کے لیے اسلام آباد جا چکے تھے اور فاخرہ خانم اپنے بیڈروم میں آرام فرما رہی تھیں۔

احساسِ ذمہ داری ہمیشہ قدرتی ہوتی ہے۔ یہ حس تربیت سے بیدار نہیں ہوتی۔ گھر میں وہ بہت غیر اہم سہی لیکن یمنیٰ سے اس کا قریب ترین اور براہِ راست رشتہ تھا۔ اس گھر میں سب کچھ اس کی پسند سے اُلٹ تھا لیکن یہ اس کا گھر نہیں تھا۔ اسے بہت برداشت کے ساتھ ایک مخصوص مدت یہاں گزارنا تو تھی۔

بلینو پورچ میں نہیں تھی جس سے پتہ چلتا تھا کہ نور خان یمنیٰ کو لینے گیا ہوا ہے۔

یوں تو اکثر وہ رات کو ٹیرس پر ہی اسٹڈی کیا کرتا تھا لیکن آج اس کا دل کتابوں اور نوٹس سے جانے کیوں اُچاٹ سا ہو رہا تھا۔

بچپن کا سنگی ساتھی فرحان جب سے مل کر گیا تھا اس کے اندر عجیب سی بیقراری اُتر

آئی تھی۔ کامیاب، خوش باش، من چاہی منزل سے قریب تر، خودمختار، اپنے لئے مستقل کی یہی تصویر اس کے ذہن میں بسی ہوئی تھی۔ اسے فرحان سے بہت انسپائریشن ملی تھی۔ اس وقت وہ بہت سے سنہری خواب دیکھنا چاہتا تھا۔

کبھی کبھی تنہائی اور سکوت میں بہت کچھ سوچنا، خواب دیکھنا اچھا لگتا ہے۔ تنہائی کی یہ دُنیا بھی بھرپور دُنیا ہوتی ہے۔ اس میں سب کچھ ہوتا ہے۔ ممکن، ناممکن۔

اسی لمحے گیٹ کار کی ہیڈ لائٹس سے جگمگا اُٹھا تھا۔ ساتھ ہارن بجا تھا۔ چوکیدار اپنے ''چیمبر'' سے نکل کر گیٹ کھولنے لگا اور وہ ٹیرس کی ریلنگ پر کہنیاں ٹکائے کار کو اندر داخل ہوتے دیکھنے لگا۔ ایک لاشعوری سا تجسس تو رہتا ہی تھا۔

پہلے نورخان اُترا پھر اس نے پچھلا ڈور کھولا اور کچھ بولا جو افسر علی سن نہیں سکا۔ مگر یمنٰی کار سے باہر نہ آئی۔ نورخان اب ذرا جھک کر کچھ کہہ رہا تھا مگر اس کے بعد بھی وہی منظر تھا۔

افسر علی کی پیشانی پر اُلجھن کی لکیریں کھنچ گئیں۔ اس نے نظارہ کرنا موقوف کیا اور تیزی سے زینہ اُتر کر پورچ میں آیا۔

نورخان افسر علی کو دیکھ کر ایک دم چوکس اور اَلرٹ ہو گیا اور باقاعدہ پیشانی تک ہاتھ لے جا کر سیلوٹ کے انداز میں سلام بھی کر لیا۔ یہ ایک طرح کی بے اختیاری سی حرکت تھی جو عموماً کسی اُلجھن یا خلفشار کے وقت سامنے آتی ہے۔ جیسے چور اپنی داڑھی میں تنکا ڈھونڈنے لگتا ہے۔

''صاحب......! بی بی کی حالت خراب ہے...... وہ پڑا سوتا ہے...... ہم اُٹھاتا ہے نہیں اُٹھتا...... اب جو آپ حکم کرو۔'' نورخان نے مؤدبانہ عرض کی۔

''کیا ہوا......؟ کیا بخار ہے......؟ کہاں سے پک کیا ہے تم نے......؟'' افسر علی فکرمندی سے پوچھ رہا تھا۔

''ام...... ام کو نہیں معلوم کہ بخار ہے یا نہیں...... پر ان کا سہیلی بولا تھا ان کا طبیعت

خراب ہے...... ام ان کو ہوٹل سے پک کیا ہے۔'' نورخان نے مشینی انداز میں جواب دیا۔

''ہوٹل سے......؟'' افسر علی نے ذرا چونک کر نورخان کی طرف دیکھا تھا۔

''جی صاحب......! ام اُدھر ہی ان کو ڈراپ کیا تھا...... اُدھر سے ہی پک کیا ہے۔'' نورخان نے کار کے اندر جھانکتے ہوئے جواب دیا۔ یمنٰی اسی طرح بے سُدھ سو رہی تھی جیسے اپنے بستر پر سو رہی ہو۔

''ہوں......! ٹھیک ہے......! ایک منٹ میں ٹرائی کرتا ہوں۔'' وہ نورخان کو ایک طرف کر کے جھک کر اندر دیکھنے لگا۔

''یمنٰی......! ہیلو......! کیا بات ہے......؟ کیسی طبیعت ہے......؟'' اس نے یمنٰی کا ہاتھ پکڑ کر جھٹکا دیا۔

یمنٰی نے جیسے چڑ کر اپنا ہاتھ چھڑایا اور ڈگی کی طرف کروٹ لے لی۔

افسر علی سیدھا کھڑا ہو گیا اور سوچتے ہوئے نورخان سے مخاطب ہوا۔

''تم جاؤ اپنے کوارٹر میں...... اسے اسی طرح رہنے دو...... سونے دو...... بخار وخار نہیں ہے...... جب جاگے گی تو خود ہی چلی جائے گی اپنے کمرے میں۔''

نورخان تو وہاں سے گویا سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا جیسے جان بچی لاکھوں پائے۔

افسر علی بھی ایک نظر کار کے اندر ڈال کر کوٹھی کے اندرونی حصے کی طرف بڑھ گیا۔ چہرے سے ظاہر تھا کہ بہت گہری سوچ ہے۔



''رات کتنے بجے آئی تھی یمنٰی......؟'' عطیہ بیگم بہو سے پوچھ رہی تھیں۔

''پتہ نہیں......! میں تو کل بہت تھک گئی تھی...... جلدی سو گئی تھی...... نورخان کو بھیج دیا تھا...... وہ میرے سامنے ہی گیا تھا۔'' فاخرہ خانم نے چائے میں شکر ملاتے ہوئے، نارمل انداز میں جواب دیا۔

"شاباش ہے دُلہن......! بلکہ جتنی بھی شاباشی دی جائے کم ہے...... جوان بیٹی گھر سے باہر ہو تو ماں کو کیسے نیند آ جاتی ہے......؟" عطیہ بیگم تاسف اور طنز دونوں سے کام لے رہی تھیں۔

"یہ وہ زمانہ نہیں ہے اماں......! کہ لڑکیاں گھر سے باہر چلی جائیں تو گھر والے پریشان ہو جائیں...... لڑکیوں کو اپنی ذمہ داریوں کا پتہ ہوتا ہے...... وہ میری اجازت ہی سے گئی تھی...... اور کہاں گئی تھی یہ بھی بتا کر گئی تھی...... وہ تنہا نہیں تھی...... گھر کا ڈرائیور اسے لینے گیا تھا...... وہ اندھیرے میں اکیلی نہیں تھی روڈوں پر۔" فاخرہ خانم نے تیوری پر بل ڈال کر جواب دیا۔

"پہلے زمانے کی عورت مٹی کی بنی ہوتی تھی...... اب کیا پاکستان اسٹیل میں ڈھلتی ہیں......؟ دل دماغ جذبات کے بغیر ہوتی ہیں......؟ زمانے سے عورت کا کیا تعلق......؟ زمانہ کوئی سا ہو عورت تو عورت ہی ہے...... پتہ نہیں آج کل کیا پڑھایا جا رہا ہے...... اپنی تو سمجھ سے باہر ہے۔" عطیہ بیگم نہایت بیزاری سے بہو کے خیالات مسترد کر رہی تھیں۔

"پڑھی لکھی باشعور عورت میں اور ایک دیہاتن میں بہت فرق ہوتا ہے...... آج کل لڑکیاں باہر ملکوں میں پڑھنے جاتی ہیں...... ان کی امائیں ان کے ساتھ نہیں جاتیں...... بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں پڑھتی ہیں اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتی ہیں...... شام کے اخبار اُٹھا کر دیکھئے گھر سے بھاگنے والی لڑکی غریب، جاہل، اَن پڑھ ہوتی ہے اس لئے کہ اس کے پاس تعلیم اور شعور نہیں اس لئے ذمہ داری کا احساس بھی نہیں...... آپ تو ابھی پچاس سال پہلے والے وقت میں رُکی ہوئی ہیں...... یہی حال بیٹے کا ہے...... ظاہر ہے اُن کی تربیت آپ ہی کے ہاتھوں ہوئی ہے...... جو آپ کے خیالات ہیں وہی ان کے۔" فاخرہ خانم کا موڈ انتہائی خراب ہو چکا تھا۔

"الحمدللہ......! میرے ہاتھ کی تربیت ہے تب ہی بہت کچھ برداشت کر لیتا ہے اور تم سے اچھی طرح نباہنے کی کوشش کرتا ہے...... گھر کا تماشا نہیں بناتا...... بھرم سے جیتا

ہے...... اسے کون سا عورت کا سکھ ہے......؟ کپڑے لانڈری میں دُھلتے ہیں...... خانساما پکا کر کھلاتا ہے...... نوکر جوتے کپڑے تیار کرتے ہیں...... نوٹ چھاپنے کی مشین بنا ہوا ہے میرا بچہ...... دن رات اپنا تیل نکالتا ہے جس سے اس گھر کے چراغ روشن ہیں۔"
عطیہ بیگم اس وقت کسی طرح کی مروت کرنے کے موڈ میں نہیں تھیں۔

"ساری دُنیا کے مرد کرتے ہیں...... ارباب علی کون سا انوکھا نرالا کام کر رہے ہیں......؟" فاخرہ خانم اب اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ ساس کی تنقید ناقابل برداشت ہو چکی تھی۔

"ساری عمر میں ایک اولاد پیدا کی...... اس کی بھی دیکھ بھال دوبھر ہے۔" عطیہ بیگم بڑبڑائیں۔

"میرے ہاتھ میں نہیں تھی یہ قدرت کہ اپنی مرضی سے بچے پیدا کرتی ورنہ دس بارہ تو پیدا ہو ہی جاتے۔" فاخرہ خانم بھی بڑبڑاتے ہوئے بولیں اور جھپاک سے لاؤنج سے نکل گئیں۔

"شکر ہے کہ نہ ہوئے دس بارہ...... ویران ہو جاتے اس گھر میں...... بتاؤ جوان جہان لڑکی راتوں کو غائب رہتی ہے...... شاباشی ہے ایسی بےفکری ماں کو۔" وہ جل بھن کر سوچ رہی تھیں۔

"ارے بدرالدین......! بیٹا......! یہ چائے تو ٹھنڈی ہو گئی...... ذرا یہ ایک منٹ والے اوون میں تو گرم کر کے لے آ۔" وہ خانساما کو آواز دینے لگیں۔



یمنیٰ بستر پر اوندھی پڑی تھی۔ تکیہ سر پر رکھا ہوا تھا۔ وہ جاگ رہی تھی اور رات کے واقعات یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ کچھ دُھندلی سی تصویریں ذہن کے پردے پر متحرک تھیں۔ ٹھیک سے کچھ یاد نہیں آ رہا تھا۔ البتہ اپنارات کے تین بجے کار کی سیٹ پر سوتے سے بیدار ہونا اور کار سے اُتر کر اپنے بیڈروم میں آنا اچھی طرح یاد تھا بلکہ

اس وقت سے اچھی خاصی ٹینشن شروع ہوگئی تھی۔

''کسی نے اسے کار میں سوتے ہوئے تو نہیں دیکھا......؟ نور خان نے اسے جگانے کی کوشش تو کی ہوگی......؟اس طرح اسے کار میں چھوڑ کر تو اپنے کوارٹر میں نہیں جا سکتا تھا......؟''

''ہوٹل سے کب باہر آئی......؟ کب کار میں بیٹھی......؟ کچھ یاد نہیں آ رہا تھا...... اگر ممی نے اس کی حالت دیکھ لی ہوتی تو صبح ہی اس کے روم میں آ کر پوچھ پڑتال کر چکی ہوتیں اور اگر دادی جان نے دیکھ لیا ہوتا تو سارے گھر میں اُس وقت سے ایک ہنگامہ برپا ہو چکا ہوتا۔'' یہاں تک سوچ کر وہ اب پرسکون سی ہوگئی۔ تکیہ ہٹا کر ایک طرف رکھا اور سیدھی ہوگئی۔

سب کچھ بڑا نیا نیا سا لگ رہا تھا۔ شعوری حواس پوری قوت سے کام کر رہے تھے۔ ذہن ایک دم فریش اور چوکس تھا۔ اس نے بڑے اہتمام اور اطمینان سے زوردار انگڑائی لی۔

دروازے پر بہت آہستگی سے ٹک ٹک ہوئی۔ ہاتھ جہاں تھے وہیں رُک گئے۔

''کون......؟'' اس نے بستر سے اُترتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں......! یمنیٰ......! وہ ایک منٹ...... ذرا بات سنو......!'' باہر سے افسر علی کی آواز آئی تھی۔

''اوہ......! اس کو کیا کام پڑ گیا مجھ سے......؟ شاید ممی نے چائے بھجوائی ہو......؟''

وہ اندازوں سے کھیلتی دروازے کی طرف گئی اور لاکڈ دروازہ کھول کر باہر جھانکنے لگی۔

⌘ ⌘ ⌘

''ہوں......! کیا بات ہے......؟'' وہ ماتھے پر بل ڈال کر بہت بیزاری سے پوچھ رہی تھی۔

''میں دو منٹ کے لئے تم سے ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔'' وہ نظریں چراتے ہوئے گویا ہوا۔

''ضروری بات تھی تو ممی سے کر لیتے۔'' وہ اسی طرح چڑے ہوئے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

پھر کسی خیال کے تحت چونک کر اس نے افسر علی کی شکل دیکھی اور ایک طرف ہٹتے ہوئے بولی۔

''اندر آجاؤ......! اسپلٹ آن ہے...... مجھے ڈور بند کرنا ہے۔'' یہ کہہ کر وہ بالکل ایک طرف ہوگئی اور افسر علی اندر داخل ہوگیا۔

بڑی نرم سی ٹھنڈک نے اس کا استقبال کیا۔ اس نے ایک ناقدانہ نظر کمرے میں دوڑائی اور یمنیٰ کے کہیں ٹِک کر بیٹھنے کا انتظار کرنے لگا۔

یمنٰی نے دروازہ بند کیا اور وہیں کھڑے کھڑے بولی۔ پیشانی پر بل پڑے ہوئے تھے۔

''ہاں......! بولو......! کیا ہے وہ ضروری بات......؟''

''رات تم کہاں گئی تھیں......؟'' اس نے یمنٰی کی طرف دیکھے بغیر بہت آہستہ آواز میں پوچھا۔

''واہ......! تم بھی مجھ سے پوچھو گے......؟ ممی نے تو ابھی تک نہیں پوچھا......تمہیں میرے آنے جانے سے کوئی تکلیف ہو رہی ہے......؟'' وہ ایک دم بھڑک اُٹھی۔

''اگر چچی جان نے رات تمہاری وہ حالت دیکھ لی ہوتی جو میں نے دیکھی ہے تو وہ یقیناً اب تک پوچھ چکی ہوتیں......ایک نہایت بیڈ اسمیل تمہارے پاس سے آ رہی تھی۔'' افسر علی نے کچھ جتاتے ہوئے کہا۔

''مسٹر افسر علی......! تمہارا نام افسر ہے مگر تم میرے افسر نہیں ہو......اپنے کام سے کام رکھو۔'' یمنٰی نے پھاڑ کھانے والے انداز میں اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''میں یہاں چچا جان کی مرضی سے رہ رہا ہوں......ان سے میرا بہت قریبی رشتہ ہے......اگر کسی بات سے ان کی ریپوٹیشن خراب ہونے یا ان کے لئے کوئی مشکل کھڑی ہونے کا خطرہ ہو تو میرا اخلاقی فرض بنتا ہے کہ میں ایسا نہ ہونے دوں......آپ اسے نمک حلالی بھی کہہ سکتی ہیں۔''

''رات گئے بیہوشی کی حالت میں ڈرائیور کے ساتھ گھر آنے پر انہیں ضرور اعتراض ہوگا......جس بات پر انہیں اعتراض ہو وہ بات نہیں ہونا چاہئے ورنہ میں یہ سب ان کے نوٹس میں لانے پر مجبور ہوں گا۔'' یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر نکلنے لگا۔

''تمہیں میرے معاملات میں ٹانگ اَڑانے کا کوئی حق نہیں۔''

''یہ آپ کے معاملات نہیں ہیں......میرے چچا کے معاملات ہیں۔'' افسر علی نے اس کی بات کاٹ کر بڑی برجستگی سے کہا تھا۔

''زیادہ ڈیوٹی افسر بننے کی ضرورت نہیں مسٹر......! ورنہ چلتا کر دیا جائے گا تمہیں یہاں سے۔'' وہ بھوکی شیرنی کی طرح غرائی۔

''اگر اس گھر میں یہی سب کچھ آئندہ ہوا تو میں خود بھی نہیں رہوں گا یہاں......آپ ٹیپولوز نہ کریں۔'' افسر علی نے بڑے سکون اور اعتماد سے کہا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

یمنٰی کو شاید اس جواب کی توقع نہیں تھی۔ آنکھیں پھاڑے اسے جاتا ہوا دیکھ رہی تھی۔

♦ ♦ ♦

یمنٰی افسر علی کے جانے کے بعد خاصی دیر تک بل بھرتی رہی۔ رہ رہ کر خون میں اُبال اُٹھتا تھا۔

''اس کی ہمت کیسے ہوئی......؟'' بس یہاں تک سوچ کر شل ہو جاتی تھی۔

پھر ایک دم شدید بھوک کے احساس سے بے تاب سی ہو گئی۔ کل رات کا ڈنر کیا ہوا تھا اور اب دوپہر ہونے کو آئی۔

واش روم جا کر جلدی جلدی منہ ہاتھ دھویا اور تیزی سے دروازہ کھول کر ڈائننگ کی طرف آئی مگر سامنے دادی کو دیکھ کر جیسے بھوک ہی اُڑ گئی۔ بڑی بے دلی سے اس نے کرسی گھسیٹی اور بیٹھتے ہوئے طوہاً کرہاً سلام کیا۔

عطیہ بیگم نے عینک کے عدسوں کے پیچھے سے جھانک کر پوتی کا چہرہ بغور دیکھا۔

''رات کی سوئی اب اُٹھی ہو......؟'' انہوں نے بڑے اچنبھے سے ایک نظر گھڑی پر ڈالتے ہوئے سوال کیا۔

''جی......!'' اس نے بڑی بے خوفی اور ڈھٹائی سے ''جی'' کہا تھا۔

''شاباش ہے بیٹی......! کالج کی چھٹی ہو گئی......؟'' معاً انہیں خیال آیا کہ روز تو وہ کالج جاتی ہے۔

یمنٰی نے سیب کاٹ کر کھانا شروع کر دیا تھا۔ منہ سے جواب دینا محال تھا۔ سر ہلا دیا تھا۔

"مسٹر ڈوڈی......! دو پراٹھا گرم گرم اور مکس اچار...... بہت زور سے بھوک لگ رہی ہے اور دیکھو فرج میں فروٹ سیلیڈ رکھا ہو تو وہ ضرور لانا...... تھوڑی سی کریم ڈال دینا اس پر۔" اس نے سیب بھنبھوڑنے کا سلسلہ موقوف کر کے خانساماں کو آرڈر دیا۔

"کیوں نام بگاڑتی ہو غریب بچوں کے......؟ اچھا بھلا داؤد نام ہے اس کا۔" عطیہ بیگم چڑ کر بولیں۔ کوئی تو ایسی بات ہو جو قابل اعتراض نہ ہو۔

"حد ہو گئی......!" وہ سُلگ رہی تھیں۔

"ہم نے تو اسے معزز کر دیا ہے دادو......! آپ کو پتہ ہے ڈوڈی کون تھا......؟" اس نے بڑے تمسخرانہ انداز میں مسکراتے ہوئے پوچھا اور جواب کا انتظار کئے بغیر پھر سیب پر منہ مارنے لگی۔

عطیہ بیگم غصے سے بھڑک اُٹھیں۔

"اے مجھے کیوں کھوج ہو کسی ڈوڈی پوڈی کی...... ہوگا کوئی اللہ کا بندہ۔"

"ارے دادو......! یہ وہ شخص ہے جو مر کر امر ہو گیا...... پرنس ڈیانا کا محبوب تھا...... اس کے ساتھ ہی ایکسیڈنٹ میں ایکسپائر ہو گیا تھا...... ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھائی ہوں گی جو بائی لک پوری ہو گئیں۔" یمنٰی نے بڑی ڈھٹائی سے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہونہہ......! امر ہو گیا...... پرائی عورت کے ساتھ گلچھرے اُڑاتا گیا ہے دُنیا سے...... اللہ اس پر رحم کرے...... کوئی فخر اعزاز کی بات تو نہیں ہے یہ۔" عطیہ بیگم تیوری چڑھا کر بولیں۔

خانساماں ان کے سامنے چائے اور دال کا حلوہ رکھ کر چلا گیا تھا۔ انہوں نے سامنے کپ کے نیچے سے نکال کر حلوے پر ڈھانپ دی۔

"میں نے تو ایک پیالی چائے کے لئے کہا تھا...... ظہر کی نماز کا وقت ہوا چاہتا ہے

اس کے بعد کھانا تو کھانا ہی ہے۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے کپ میں چمچ چلانے لگیں۔

"ہائے دادو......! وہ پرائی عورت کہاں تھی......؟ طلاق لے چکی تھی شہزادے سے...... آپ کو تو کچھ پتہ ہی نہیں۔" یمنٰی نے بھی ان کا دل جلانے کی ٹھان لی تھی۔

"تو بی بی......! ہمیں پتہ کرنے کی ضرورت بھی نہیں...... چولہے بھاڑ میں جائے دُنیا...... پہلے ہم اپنا گھر تو دیکھیں...... اس گھر کی تو لنکا ڈوبی جاتی ہے...... اللہ معاف کرے۔" وہ برافروختہ سی ہو کر بولیں۔

"یہ لنکا...... سری لنکا والا ہے ناں دادو......؟" یمنٰی نے زمانے بھر کی معصومیت چہرے پر طاری کر کے پوچھا۔

"بتاؤ......! چھٹانک بھر کی لڑکی ذرا دیر میں چلا گئی مجھے...... میں تو سوچ رہی تھی کہیں نظر آئے تو کچھ ضروری باتیں کروں۔" عطیہ بیگم اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر اپنے بے وقوف بن جانے پر پچھتانے لگیں۔

یمنٰی نے بمشکل اپنی مسکراہٹ چھپائی اور بڑی سنجیدگی سے پوچھنے لگی۔

"جی دادو......! کیجئے ضروری بات...... عین آپ کے سامنے بیٹھی ہوئی ہوں اس وقت۔"

"دیکھو بیٹی......! تمہاری ماں میری بہو ہے اور ساس بہو کی ہر زمانے میں کم ہی بنی ہے...... یہ تو بحث ہی بیکار ہے...... لیکن تم میری پوتی ہو، میری اولاد ہو، میرا خون ہو...... مجھے تمہاری بہت فکر رہتی ہے...... بیٹی ذات جتنی جلدی اپنے گھر کی ہو جائے اتنا اچھا...... نیک بَر ملنا بھی نصیب کی بات ہے...... تمہاری ماں کو بہتیرا سمجھا رہی ہوں مگر بھئی......! ان کی سمجھ میں میری بات نہیں آ رہی...... وہ کہتی ہے تم نہیں مانو گی۔"

"کیا نہیں مانوں گی......؟" یمنٰی نے انجان بنتے ہوئے دادی کی بات کاٹی حالانکہ وہ سمجھ رہی تھی کہ عطیہ بیگم کیا کہنا چاہ رہی ہیں۔

"دیکھو بیٹی......! افسر علی گھر کا لڑکا ہے...... تمہارے مزاج کو اچھی طرح سمجھتا

ہے۔"

"واؤ...... ! مائی گاڈ...... ! افسر علی...... وہ نام کا "افسر" ہے...... مجھے تو بلکہ
غصہ آتا ہے کہ آپ لوگوں نے اس کا نام غلام علی کیوں نہیں رکھا...... شکل سے ہی
ٹپکتی ہے...... واٹس اے جوک...... افسر علی۔" وہ دادی کا بہت لحاظ کر گئی تھی ورنہ دل
چاہ رہا تھا ٹیبل سے کرا کری اُٹھا اُٹھا کر زمین پر دے مارے۔ ایک تو پہلے ہی
ختم تھا اس پر سے شدید بھوک پھر اس پر قیامت افسر علی کا پرپوزل۔

"مسٹر ڈوڈی...... ! پراٹھا...... میں ہلاک ہونے والی ہوں بھوک سے۔" وہ
کی طرف منہ کر کے چلائی۔ ہر ہر ادا سے ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ وہ اس ٹاپک پر
نہیں سنے گی۔

عطیہ بیگم کی بھنوئیں تنی ہوئی تھیں۔ آنکھیں انگارہ ہو رہی تھیں۔ ایک ٹک پوتی
گھور رہی تھیں۔

"ہاں...... ! پالو اس نفس کو...... تیز گرم کھانا کھاؤ...... ٹھنڈا یخ پانی پیؤ...... لمبی
کر سوؤ...... جب تک دل چاہے تب تک سوؤ...... پالو اسے کیڑے مکوڑوں کے لئے۔"

زندگی آمد برائے بندگی

زندگی بے بندگی شرمندگی

"خوب پالو...... پروان چڑھاؤ...... بہت اچھی تربیت ہو رہی ہے تمہاری......
وہ کرسی دھکیل کر اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ ہائپر پیشنٹ تھیں اس سے زیادہ برداشت نہیں کر
تھیں۔

"اگر کسی میں عقل نہ ہو تو وہ سمجھانے بجھانے پر تو غور کر سکتا ہے۔" وہ یمنٰی
طرف دیکھے بغیر تیزی سے ڈائننگ سے باہر نکل گئیں۔ اسی لمحے خانساماں بھی گرم پراٹھے
لے کر حاضر ہو گیا۔

"تھینک گاڈ...... !" یمنٰی نے دادی کے اُٹھ جانے پر کلمۂ تشکر ادا کیا اور پراٹھوں

پر ٹوٹ پڑی۔

• • •

یمنٰی نے ڈٹ کر ناشتہ کیا۔ بطور سویٹ ایک گلاس آئس کریم ڈکاری۔ اب اس کا
موڈ نہایت خوشگوار ہو چکا تھا۔ وہ کسی قسم کی ناگوار بات سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی۔
اسے رہ رہ کر مصطفیٰ حجازی یاد آنے لگا۔ اس کی جادوئی شخصیت دل آویز، پُر اسرار
سی مسکراہٹ، آنکھوں کی وہ خون گرمانے والی بے باکی، دل چاہا جادو کے زور سے وہ
ایک دم اس کے سامنے آ بیٹھے۔

وہ اِدھر اُدھر گھر میں بلا مقصد ٹہلتے ہوئے سوچ رہی تھی۔ عین اسی لمحے افسر علی لان
کی طرف سے اندر آیا اور اُوپر جانے والے راستے کی جانب چلا۔
یمنٰی نے بڑی تمسخرانہ سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی طرف دیکھا تھا۔

"ہونہہ...... ! کہاں مصطفیٰ حجازی جیسے لوگ...... کہاں یہ احمق...... جس کی شکل پر
لوئر مڈل کلاس کی اسٹیمپ لگی ہوئی ہے...... خواہ P.M بن جائے یہ نہیں مٹے گی۔"
اس کے تصور میں گزشتہ رات آ بسی۔ وہ مدہم سی روشنیاں، من پسند کھانا،
مدہوشیاں، خوشبوئیں اور خوشبو جیسی باتیں۔

"اُف...... ! زندگی اتنی شاندار بھی ہو سکتی ہے۔" یمنٰی نے سرخوشی کی کیفیت میں
سوچا۔ وہ تو بس اچھا اور من پسند کھانے پہننے اور لگژریس یوز کرنے کو ہی شاندار زندگی
سمجھتی تھی۔

"کتنا کمال شخص ہے یہ حجازی...... ایٹ اے ٹائم دو لڑکیوں کو خوش کر رہا تھا......
سنبھال رہا تھا۔" یمنٰی پر ایک سرور کی کیفیت طاری ہو رہی تھی۔

"اُف...... ! کب شام ہو گی اور ٹوٹو حجازی کے ساتھ اسے لینے آئے گی...... ایک
حسین شام اور اُس کے بعد شاندار سی رات...... بس زندگی یونہی گزر جائے تو کیا بات
ہے۔" وہ اپنے ہی خیال میں گھری زیرِ لب مسکرا رہی تھی۔

معا اسے اپنی شام کی تیاری کا خیال آیا کہ اسے کیا پہننا چاہئے اور کون سا رنگ پہننا چاہئے۔ اس کے پاس سب جلدی میں خریدے ہوئے پرفیومز تھے جبکہ مصطفیٰ حجازی بڑی قیامت خیز خوشبویات استعمال کرتا ہے۔

اسے حجازی کے ٹیسٹ کا خیال رکھنا ہوگا تب ہی یہ دوستی جلد سے جلد مضبوط ہوگی۔ اسے آج شام کے لئے کوئی بہت ہی اچھی خوشبو خرید لینا چاہئے۔

وہ نور خان کو تلاش کرنے کی غرض سے پورچ میں چلی آئی۔ ایک چھوٹی کار پورچ میں موجود تھی بڑی نہیں تھی۔ اس کا مطلب ہے نور خان ممی کو کہیں ڈراپ کرنے گیا ہوا ہے۔

"مائی گاڈ......!" اب اسے خود ڈرائیو کرنا ہوگی۔ فضول میں کیلوریز ویسٹ کرنا ہوں گی۔

اسے تو سکون سے ٹیک لگا کر سفر کرنے کی پکی عادت پڑ چکی تھی۔ ڈرائیو کرنا تو اس کے نزدیک پہاڑ کھودنے کے برابر تھا۔ عجیب سی کوفت نے اسے آگھیرا۔

"ایک ڈرائیور سے کام نہیں چلے گا...... میرا اپنا پرسنل ڈرائیور ہونا چاہئے۔" اس نے سوچا۔

وہ چابی لینے اندر جا رہی تھی اور کڑھ رہی تھی۔ سامنے ہی اتفاق سے ڈسٹنگ کرتی ماسی نظر آ گئی۔ یمنیٰ کو قدرے سکون کا احساس ہوا۔

"چلو کار کی ڈسٹنگ تو یہ کر سکتی ہے...... ایک کام سے تو جان بچی۔"

◆ ◆ ◆

فرحان مغرب کی نماز کے بعد افسر علی سے ملنے آ گیا تھا۔ دونوں لان میں بیٹھے باتوں میں مصروف تھے۔ فرحان اپنی مصروفیات اور کامیابیوں کی باتیں کر رہا تھا۔ افسر علی بہت دلچسپی سے سن رہا تھا۔

اس کے اندر ایک تھرل سی دوڑنے لگی تھی۔ دل چاہا پلک جھپکتے ہی اس کا شمار بھی دنیا

کے کامیاب ترین انسانوں میں ہونے لگے۔ زنجیریں کٹ جائیں۔ وہ بھرپور اُڑان بھرے اور بسیط فضاؤں میں اُڑتا پھرے۔ احسانات کے بوجھ اُتر جائیں۔ وجود پھول کی طرح ہلکا ہو جائے۔

"میں چار دیواری میں بہت بوریت اور گھٹن محسوس کرتا ہوں فرحان......! میں چاہتا ہوں کہ کوئی ایسا کام کروں کہ ہر وقت موبائل رہوں۔" اس نے یارِ دیرینہ کے سامنے بالآخر دل کی بات کہہ دی۔

"یہ کوئی ناممکن سی خواہش نہیں ہے...... تم جینیس ہو، محنتی ہو، ہیلتھی ہو، ینگ ہو...... تمہاری خواہش حقیقت میں بدل سکتی ہے...... جہاں جہاں میرا تعاون چاہو گے انشاءاللہ تمہیں مایوسی نہیں ہوگی...... میں ہر وقت تمہارے ساتھ ہوں...... پھر سب سے بڑی بات میں خود بھی تمہیں بہت کامیاب دیکھنا چاہتا ہوں...... سیلف میڈ لوگوں کے کارناموں سے تاریخ بھری پڑی ہے...... تمہارے اندر Will موجود ہے تو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔" فرحان بہت خلوص سے کہہ رہا تھا۔ پھر گھر پر ایک نظر ڈال کر شرارت سے مسکرایا۔

جو ہو ذوقِ یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

"تھینک یو...... یار......! مورل سپورٹ بھی بندے میں فیول (Fuel) کا کام کرتی ہے...... مجھے اس سے زیادہ تم سے کچھ نہیں چاہئے۔" افسر علی جذبۂ تشکر سے چور ہو کر کہہ رہا تھا۔

اسی لمحے گیٹ پر کسی کار کا ہارن زور سے بجا۔ چوکیدار نے گیٹ سے باہر جھانکا۔ کچھ بات کی پھر اپنے کیبن میں گھس گیا۔ غالباً انٹرکام پر اندر اطلاع دے رہا تھا۔

چند لمحوں بعد ہی یمنیٰ شولڈر پر بیگ درست کرتی بڑی تیزی سے چلتی باہر آئی۔ تنگ جینز اور سلیولیس چھوٹی سی گہرے گلے کی شرٹ میں ملبوس تھی۔ اس کی باہر آمد سے خوشبوؤں کا ایک طوفان اُمڈ پڑا۔

''مائی گاڈ......! یہ یمنٰی ہے......؟'' فرحان عالم تحیر سے باہر آ کر افسر علی سے پوچھنے لگا۔

جواب میں افسر علی کے ہونٹوں پر بڑی تلخ سی مسکراہٹ اُبھری۔ جس میں بڑے بڑے مضامین پوشیدہ تھے۔

چوکیدار نے گیٹ کھولا۔ یمنٰی باہر نکل گئی۔

افسر علی ایک دم بے اختیار سا ہو کر اپنی جگہ سے اُٹھا اور گیٹ کی طرف چلا۔

فرحان ذرا اُلجھ کر اسے جاتا ہوا دیکھنے لگا پھر کسی خیال کے تحت خود بھی اُس کی طرف چل پڑا جہاں افسر علی جا رہا تھا۔

چوکیدار نے انہیں آتا دیکھ کر گیٹ بند کرنا موقوف کیا اور ایک طرف ہو کر کھڑا ہو گیا۔

افسر علی گیٹ سے باہر نہیں گیا بلکہ گیٹ کے قریب پہنچ کر رُک گیا اور باہر دیکھنے لگا۔ ایک بلیک کلر کی لگژری کار تھی۔ آگے ایک نوجوان جو بلیک ڈنر سوٹ میں ملبوس تھا، بیٹھا تھا اور بڑے دیوہیکل جثے کا مالک تھا۔ چہرہ بھی خاصا بھاری بھاری تھا، فارنر دکھائی دے رہا تھا۔

برابر میں ایک خوبصورت سی لڑکی بیٹھی تھی جس کے دُودھیا بازو اندھیرے میں چمک رہے تھے۔

یمنٰی پچھلا ڈور کھول کر بیٹھ رہی تھی۔ ان کے درمیان کوئی جملے بازی بھی ہو رہی تھی۔ اس کا اثر ان کے چہروں پر مسکراہٹ کی صورت ظاہر ہوا۔

بس اتنا کچھ دیکھ کر ہی افسر علی ہٹ گیا۔ وہ اپنے دھیان میں پلٹا تھا اسے اندازہ نہیں تھا کہ فرحان بھی اس کے قریب آ کھڑا ہوا ہے پلٹا تو فرحان سے ٹکراتے ٹکراتے رہ گیا اور ذرا خفیف سے انداز میں مسکرا دیا۔

''کیا دیکھ رہے تھے......؟'' افسر علی آگے بڑھا تو فرحان نے قدم سے قدم ملا کر

چلتے ہوئے پوچھا۔

''آہ...... ہا......!'' افسر علی نے ایک آہ سی کھینچی اور مسکرا دیا۔ بڑی معنی خیز سی مسکراہٹ تھی۔

دونوں دوبارہ لان میں کرسیوں پر آمنے سامنے بیٹھ گئے۔

''کیا تاڑ رہے تھے......؟ ایسا تو کچھ خاص نہیں تھا......؟ یمنٰی غالباً اپنے دوستوں کے ساتھ کہیں جا رہی ہے...... یہ تو بڑے روٹین کے مناظر ہیں عموماً سورج ڈھلنے کے بعد D.H.A کی ہر سڑک پر نظر آتے ہیں۔'' فرحان بغور افسر علی کی صورت تکتے ہوئے قدرے اُلجھن میں نظر آ رہا تھا۔

''کچھ نہیں یار......! چچا جان بے خبری میں مارے جا رہے ہیں جس کا مجھے بہت افسوس ہے...... آنے والے دنوں میں ان پر بڑا کام پڑنے والا ہے...... بس اسی وجہ سے کچھ پریشانی ہے۔'' افسر علی نے متفکر انداز میں نظریں جھکا کر جواب دیا۔

''جب تمہیں اندازہ ہو ہی چکا ہے کہ وہ کسی مشکل میں پڑنے والے ہیں تو ان کے نوٹس میں لے آؤ تاکہ وہ ابھی سے اپنے بچاؤ کا کوئی راستہ ڈھونڈ لیں۔'' فرحان نے سیدھا سا حل بتایا۔

''یار......! ایک کلیش شروع ہو جائے گا کیونکہ یہاں ہر بندہ خود کو درست سمجھ رہا ہے۔'' افسر علی نے مایوس سے لہجے میں جواب دیا۔

''یوں جیسے کہیں دُور کھلیان سے پرے اُٹھتا دُھواں دل میں اندیشے جگاتا ہے کہ کہیں کسی کھیت کھلیان میں آگ نہ لگی ہو۔''

''کسی بڑے نقصان سے بچنے کے لئے کلیش سے تو گزرنا ہوتا ہے...... یہ پراسس میں آ جاتا ہے۔'' فرحان بڑے اعتماد اور سکون سے کہہ رہا تھا۔

''کہنے کی حد تک یہ بہت آسان نظر آ رہا ہے مگر تم ان لوگوں کے مزاج نہیں جانتے۔'' افسر علی نے سوچ سوچ کر جواب دیا۔

”کہیں تمہیں یہ ڈر تو نہیں کہ شکایت کرنے کی صورت میں آنٹی تمہیں اس گھر میں رہنے نہیں دیں گی......؟“ فرحان نے اب دوٹوک انداز میں سوال کیا۔

”مجھے اب اس کی پرواہ نہیں...... مگر میں اپنے قابل قدر چچا کو اس وقت اکیلا بھی نہیں چھوڑنا چاہتا...... یہ لوگ ان کو مار دیں گے۔“ افسر علی کے لہجے میں عجیب سی اذیت تھی۔

”تو پھر اگر ان کے نوٹس میں وہ سب کچھ آجانا چاہئے جو بعد میں ان کے لئے بہت بڑا مسئلہ بن سکتا ہے...... تم ہمت سے کام لو...... ویسے اگر تم مائنڈ نہ کرو تو مجھے تو کچھ بتاؤ...... کیا بات تمہیں اتنا ڈسٹرب کر رہی ہے......؟“ فرحان نے بڑی اپنائیت سے پوچھا۔

”کیا بتاؤں یار......! یہ ایٹ اے ٹائم دو قسم کے کلچر کو اپنانے والے لوگ جن کو اپنی منزل کا نہیں پتا...... یہ سمجھتے ہیں کہ ترقی یافتہ ملک کی تہذیب اپنا کر وہ ترقی یافتہ کہلانے لگیں گے......؟ ترقی یافتہ ملک میں رہ کر وہاں قانون کی دھجیاں بکھیر کر دکھائیں تو تہذیب کا فرق پتہ چل جائے...... وہاں شیلٹر ہوم (Shelter Home) ہوتے ہیں...... اولڈ ہاؤس ہوتے ہیں...... بے روزگاری الاؤنس ہوتا ہے...... معذوروں کے لئے فیسلیٹیز اور الاؤنس ہوتے ہیں...... قانون کی پاسداری ہے...... انسانی حقوق کا تحفظ ہے...... بندے کو کسی نہ کسی طرح پناہ تو ہے۔“

”یہاں اگر عورت بے امان ہو جائے تو صرف ڈوبنے کے لئے سمندر ہے...... سپر لگژری لائف گزارنے کے بعد تو کوئی عورت ایدھی ہوم میں نہیں رہ سکتی۔“ افسر علی نہایت تلخ لہجے میں کہہ رہا تھا۔

”لیکن تم کسی کے ٹھیکیدار بھی نہیں ہو...... تمہیں کیا کوئی محل میں رہے یا اپنے کارناموں کے ہاتھوں کسی ایدھی ہوم میں پہنچ جائے......؟ مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ تم کیوں اتنے ٹینس ہو رہے ہو......؟ جس ڈھب کی عورت ہوتی ہے اسے اسی طرح کے مرد کے

ساتھ رہ کر خوشی ہوتی ہے...... اور غلط بندہ بھی غلط عورت کو انجوائے کرتا ہے...... اللہ نے تو قرآن میں کہہ ہی دیا ہے کہ ”زانی نکاح نہیں کرتا بجز زانیہ کے اور زانیہ نکاح نہیں کرتی بجز زانی کے۔“ ”تم اپنے کیریئر پر توجہ دو...... کن چکروں میں پڑ گئے ہو......؟ یہ تمام حرکتیں تو آج کل بس اسٹیٹس سمبل سمجھی جاتی ہیں...... تمہارے خیالات پر توجہ دینے والا یہاں کوئی نہیں۔“

”حد ہو گئی یار......! میں سمجھا پتہ نہیں کیا مسئلہ ہے......؟“ فرحان نے گویا اس کی حماقت پر سر پیٹا تھا۔

”یہ بات نہیں یار......! بات صرف آزاد خیالی کی نہیں ہے...... مجھے لگتا ہے یمنیٰ کریمنل لوگوں کے ہتھے چڑھ گئی ہے۔“ افسر علی ہچکچاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”لگتا ہے ناں......؟ کوئی ثبوت تو نہیں ہے......؟ تم ایسا کرو پہلے سولڈ پروف حاصل کرو...... پھر فوراً اپنے چچا جان کے نوٹس میں لے آؤ...... بس یہی حل ہے...... تمہیں فضول میں غم کرنے کی ضرورت نہیں۔“ فرحان نے بظاہر گمبھیر سے مسئلے کو چٹکیوں میں اُڑا دیا۔ جس کا نفسیاتی اثر بہر حال افسر علی پر نظر آنے لگا۔ اس نے بہت جلد خود کو سنبھال لیا۔

● ● ●

ٹوٹو کو فیملی کے ساتھ کسی فنکشن میں جانا تھا۔ وہ صرف حجازی کو اس کے گھر کا راستہ دکھانے اور یمنیٰ کو پک کرنے آئی تھی۔ راستے میں اسے حجازی نے اس کی منزل پر ڈراپ کر دیا تھا اور یمنیٰ اس کے ساتھ سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی تھی۔

مصطفیٰ نے پانچ منٹ کی ڈرائیو کے بعد شوق شروع کر دیا تھا۔ یمنیٰ کو حیرت سی ہوئی۔

”آپ کار چلاتے ہوئے بھی......“ اس نے جملہ اُدھورا چھوڑ دیا۔ زندگی خطرے میں گھری نظر آئے تو مروّت سے کام لینا مشکل ہو جاتا ہے۔

”لانگ ڈرائیو کا مزہ آجاتا ہے سوئیٹ ہارٹ......!“ مصطفیٰ حجازی مستی کی

منزلوں کو چھو چکا تھا جہاں احتیاط حماقت سمجھی جاتی ہے۔

''لیکن یہ تو ڈرائیونگ کے رولز کے خلاف ہے۔'' یمنیٰ جز بز سی ہو کر بولی۔

''ہا...... ہاہا...... ! رولز...... ؟ یو آر وری انوسنٹ...... رئیلی...... !'' حجازی نے یمنیٰ کا جملہ بہت انجوائے کیا۔

''کیا میں نے کچھ غلط کہہ دیا...... ؟'' یمنیٰ ٹپٹا سی گئی اور ہونقوں کی طرح حجازی کی طرف دیکھنے لگی۔

''اوہ نو...... ! تمام خوفزدہ لوگ اسی طرح کی باتیں کرتے ہیں...... نو پرابلم...... ! ٹھیک ہو جاؤ گی۔'' حجازی نے تیزی سے موڑ کاٹتے ہوئے لاپرواہی سے کہا۔

یمنیٰ کچھ دیر اُلجھی رہی۔ بلاوجہ سامنے دیکھتی رہی جیسے بالکل خالی الذہن ہو گئی ہو۔ پھر کچھ توقف کے بعد اس نے خود پر قابو پا کر ٹوٹو کی باتیں شروع کر دیں۔

''ٹوٹو دوست بنانے میں بڑی ایکسپرٹ ہے...... ابھی تازہ تازہ دو دوست بنا کر آئی تھی اور آتے ہی آپ کو دوست بنا لیا...... بڑی لکی ہے ٹوٹو۔'' یمنیٰ کو ٹوٹو کی لک پر بڑا رشک آیا۔

''ہاں...... ! وہ مجھ سے بھی اپنے نئے دوستوں کی باتیں کرتی ہے...... وہ بڑی Warm ہے...... اس میں بڑے گٹس ہیں۔'' حجازی نے بھی ٹوٹو کی تعریف کی۔

یمنیٰ ایک دم اُلجھن میں پڑ گئی۔ اس کے لئے یہ بڑے تعجب کی بات تھی کہ حجازی کو ٹوٹو کے دوستوں سے کوئی جیلسی نہیں تھی اور وہ مکمل طور پر باخبر تھا۔

''وہ...... آپ کو ٹوٹو کے دوستوں سے کوئی جیلسی فیل نہیں ہوتی۔'' بالآخر وہ پوچھے بنا رہ نہ سکی۔

''ٹوٹو میری پراپرٹی نہیں ہے...... وہ میری دوست ہے...... ہم ایک دوسرے کی کمپنی انجوائے کرتے ہیں...... ایک دوسرے کو بہت خوش دیکھنا چاہتے ہیں...... اگر تم بھی بہت سارے دوست بنا لو گی تو میں تم سے دوستی ختم نہیں کروں گا۔''

''دوستی کے معنی پہچانو سویٹ ہارٹ...... ! زنجیریں توڑ دو...... آزادی انجوائے کرو...... کم آن...... !'' حجازی نے بازو پھیلا کر یمنیٰ کو اپنے قریب کر لیا اور اس کے بالوں پر نرمی سے بوسہ دیا۔

یمنیٰ کو جھرجھری سی آگئی اور حجازی کو گیئر بدلنے کے لئے اپنا بازو یمنیٰ کے وجود سے ہٹانا پڑا۔ اگر وہ نہ ہٹاتا تو شاید یمنیٰ گھبرا کر خود ہٹا دیتی۔ بہرحال حجازی کے عمل سے اس کی کمزوری پر پردہ پڑا رہ گیا۔

''چھوڑو یہ باتیں...... جو ہمارے درمیان نہیں ہیں ہم ان کو ٹاپک بنا کر اپنا خوبصورت وقت کیوں ضائع کریں...... ؟ تم یہ بتاؤ ایک دم سے دو سو سال پرانی وہسکی (Whisky) کا مزہ کیا رہا...... ؟ یہ بہت قیمتی اور نایاب ہوتی ہے...... بہت تلاش کے بعد ہاتھ لگتی ہے...... میں نے دو پیگ تم پر قربان کر دیئے...... کیا یاد کرو گی۔'' حجازی نے بڑے شاہانہ انداز میں مسکرا کر کہا۔

''اوہ...... ! کیا یاد دلایا...... رات میں نے بڑا ہائی رسک لیا۔'' یمنیٰ کے تاثرات آناً فاناً تبدیل ہو گئے۔

''مروا دیا تھا آپ لوگوں نے رات مجھے...... میں تو شاید بیہوش ہو گئی تھی...... ؟'' وہ اپنے حافظے پر زور ڈالنے لگی۔

''سلی گرل...... ! بغیر ٹکٹ کے جنت کی سیر کرائی...... اسے تم بیہوش ہونا کہتی ہو...... ؟'' حجازی نے بہت مائنڈ کرتے ہوئے کہا۔

''بہت اِنسلٹ کی ہے تم نے لائف سیونگ مشروب کی...... آج تمہیں چار پیگز کی سزا ہو گی ورنہ دوستی ختم۔'' حجازی نے دھمکی دی۔

یمنیٰ نے گھبرا کر حجازی کی صورت دیکھی۔ غالباً اب اسے چڑھنے لگی تھی۔ وہ اپنے ہاتھ ایک دوسرے سے مسلنے رگڑنے لگی اور ہچکچاتے ہوئے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا۔

''وہ آپ میری بات...... !''

"آپ...... آپ...... کیا مطلب ہے......؟ تم اپنے فادر سے نہیں دوست سے بات کر رہی ہو۔"

"میری جان......! دل کھول کر حوصلے سے بات کرو...... کتنی پیاری ہو تم......! مجھے تھوڑی تھوڑی موٹی سی لڑکیاں بہت اچھی لگتی ہیں...... پیار کرنے کا مزہ آتا ہے...... نرم نرم فوم کی گڑیا جیسی...... سلم ہونے کے چکر میں لڑکی ہڈیوں کا ہار بن کر رہ جاتی ہے...... مجھے بیڈ پر ہڈیوں کا ڈھیر دیکھ کر بہت کوفت ہوتی ہے...... بڑی پرفیکٹ گروتھ (Growth) ہے تمہاری......! میں ٹوٹو کا بہت تھینک فل ہوں...... بہت مطلب کی دوست دی ہے اس نے مجھے...... آئی ایم سو ہیپی۔"

اس نے کار نسبتاً سناٹے میں ایک طرف کو روک کر بوتل خالی کر دی اور باہر اُچھال دی۔

منٰی نے بری طرح خوفزدہ ہو کر حجازی کی صورت تکی۔

"کیا مارنے کے لئے لائے ہو تم......؟ ہٹو......! میں ڈرائیو کرتی ہوں۔" وہ اپنی طرف کا ڈور کھول کر اُترنے لگی۔

حجازی نے اس کا بازو دبوچ کر نیچے اُترنے سے روکا۔

"آرام سے بیٹھو......! میں تمہاری کمپنی کو انجوائے کر رہا ہوں...... اس وقت میں ٹوٹلی اِن (In) ہوں...... کرین آپریٹ کر سکتا ہوں...... اس فور وہیل کی کیا حیثیت ہے......؟" وہ یمنٰی کی طرف دیکھے بغیر بڑے اعتماد سے کہہ رہا تھا۔

"چڑیا کا بچہ نئے نئے پَر نکالتا ہے تو اس کی ایسی ہی حالت ہوتی ہے...... تمہیں رَش میں ڈرائیو کر کے دکھاؤں......؟" حجازی نے لے ہاتھوں چیلنج بھی کر دیا۔

"نو تھینکس......! بس ایسے ہی ٹھیک ہے۔" یمنٰی نے بوکھلا کر یوں اس کا بازو تھاما گویا اسے رَش میں جانے سے روک رہی ہو۔

"میں چڑیا کا بچہ نہیں ہوں...... کیمبرج پڑھ چکی ہوں...... بہت مالدار باپ کی بیٹی

ہوں...... بہت مرتبہ اوورسیز فلائی کیا ہے...... میری اسپیشل اوکیژنز کی شاپنگ باہر ہوتی ہے...... فل فیملیز کے ساتھ رہتی ہوں...... اس لئے زندگی سے بہت زیادہ پیار ہے...... کم از کم اتنی بری موت نہیں مرنا چاہتی اور ہاں آئندہ مجھے موٹی ووٹی مت کہنا...... صرف پریٹی کہنا۔" یمنٰی نے بہت ہی مائنڈ کیا تھا۔ مارے غصے کے مناسب الفاظ بھی نہیں مل رہے تھے۔

"او۔ کے......! او۔ کے......! میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا...... تم تو میری لائف اسٹیم بڑھا رہی ہو...... شاید جلدی ہی میرا آکسیجن سلنڈر بن جاؤ...... میری کیوٹ سی فوم کی گڑیا......!"

"پرامس......! آئندہ موٹی فیٹی نہیں کہوں گا...... بس فوم کی گڑیا کہا کروں گا...... مائی گاڈ......! تم اتنا مائنڈ کرتی ہو......؟ فار گاڈ سیک......! تم کبھی شادی کرنے کی خوفناک غلطی نہ کرنا ورنہ تمہیں بہت جلد ڈوورس پیپرز سائن کرنا پڑیں گے...... تم بہت جھگڑا کرنے والی لڑکی ہو...... توبہ توبہ......! میں دوستی میں بہرحال برداشت کرلوں گا بلکہ تمہیں ٹھیک کر دوں گا...... ڈونٹ وری......! ویسے ڈارلنگ......! باپ کے مال پر پراوَڈ فیل نہیں کرتے...... یہ سالے باپ لوگ...... خیر تم اپنا موڈ ٹھیک کرو...... ہم رونے کے لئے پیدا نہیں ہوئے...... لائف انجوائے کرنے کے لئے آئے ہیں۔" یہ کہہ کر حجازی نے پھر کار اَسٹارٹ کی اور آگے بڑھائی۔ کار ایک لمحے کو لہرائی۔ حجازی نے بڑی مشاقی سے کنٹرول کی۔ اندر یمنٰی لہرا کر رہ گئی۔

"پلیز مصطفٰی......! ٹیک کیئر......!" اس نے گھبرا کر جیسے منت کی۔

"ڈرنے کی ضرورت نہیں...... کار میں نہیں روڈ شپ میں بیٹھی ہو...... اچھا بتاؤ پاکستانی گانا سنو گی یا انڈین یا انگلش......؟" اس نے ہاتھ بڑھا کر کیسٹس اُلٹ پلٹ کرنا شروع کیں۔

"اوہ پلیز......! کوئی سانگ کوئی میوزک نہیں...... بس باتیں کرو مجھ سے۔" یمنٰی

نے بے ساختہ اسے روکا۔

لہراتی کار میں میوزک لگا کر جھومنے لگا تو اس نے خوفزدہ سی ہو کر سوچا۔

''تم تو کہہ رہے کہ بہت اچھا ڈنر کریں گے مگر تم تو......'' یمنٰی کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

''ہاں تو یہ ڈنر کی تیاری ہی تو کی ہے...... یہ سب ڈنر سے پہلے ہی تو ہوتا ہے...... تمہارے لئے بھی اسپیشلی رکھی ہے...... ہوٹل کی ٹیبل پر تمہیں پیش کروں گا...... بھئی کل تم نے بہت گڑبڑ کی تھی...... آج ایسے مت کرنا...... تم تو کسی کام ہی کی نہیں رہیں مجھے دیکھو کتنی شاندار ڈرائیونگ کر رہا ہوں۔'' حجازی نے بڑے اعتماد اور غرور سے کہا۔

''گیئر چینج کرو......! تم بھول گئے ہو......؟'' یمنٰی نے اسے شرمندہ کرنے کی کوشش کی۔

''میں نہیں بھولا...... کار تھرڈ گیئر میں ٹھیک جا رہی ہے...... ڈنر کے بعد ہم فورتھ گیئر انجوائے کریں گے...... ایک دوسرے کی کمپنی انجوائے کریں گے...... دیکھو کبھی بھی سیریس ہونے کی ضرورت نہیں...... بعض لڑکیاں بڑی اسٹوپڈ ہوتی ہیں...... میں نے ایک انڈین دوست بنائی تھی...... تین مہینے بعد ہی وہ مجھے کیچر کرنے لگی کہ میں Expect کر رہی ہوں...... میں نے کہا تو پھر میں کیا کروں......؟ دوستی کرتی ہو تو اپنا خیال بھی رکھا کرو...... یہ میرا ہیڈک نہیں ہے...... کہنے لگی ہم شادی کر لیتے ہیں...... مائی گاڈ......! کس قدر بے وقوف تھی۔'' حجازی نے ایک لمحے کو آنکھیں بند کر کے سر اِدھر اُدھر ہلا کر لڑکی کی بے وقوفی پر ماتم کیا۔

''پھر کیا ہوا......؟'' یمنٰی نے اشتیاق سے پوچھا۔

''کیا ہوا......؟ یہ تو اُس اسٹوپڈ کو پتہ ہوگا...... میں نے تو گڈ بائے کہا اور ایک ہفتے کے لئے اپنے ماموں کے پاس جارڈن چلا گیا...... ڈسٹرب ہو گیا تھا ناں......! ریلیکس ہونا چاہتا تھا۔'' حجازی نے وضاحت کرنے کے انداز میں جواب دیا۔

''پھر اس کا کیا ہوا......؟ کونٹیکٹ تو کیا ہوگا ناں تم سے......؟'' یمنٰی جانے کیوں سوالات کیے جا رہی تھی۔

''دوستی دوستی ہوتی ہے...... اس کو برڈن نہیں بنانا چاہیے...... مجھے بچے پیدا کرنے ہوں گے تو میں پراپر چینل شادی کروں گا...... بچوں کی ذمہ داریاں قبول کروں گا...... ان کو بہترین اور آنرایبل سٹیزن بناؤں گا...... وہ اپنے ناموں کے ساتھ میری کاسٹ یوز کریں گے...... I ll Leagal بچہ...... نانسنس......! یہ کیسے کنفرم ہوگا کہ وہ میرا ہے......؟ اب میں ایک اسٹوپڈ لڑکی کی وجہ سے U.S.A جا کر لیب ٹیسٹ کراؤں گا......؟ میرا خیال ہے اس نے میری دولت کے چکر میں یہ گیم کھیلا تھا۔''

حجازی کی آواز اور آنکھوں سے نیند کا تاثر پیدا ہو چکا تھا لیکن یمنٰی گہرے خیال کی وجہ سے نوٹس نہیں لے پائی تھی۔ وہ اس وقت اُس اسٹوپڈ لڑکی کی ہمدردی میں سرتاپا ڈوبی ہوئی تھی۔ سوچ رہی تھی بہت برا ہوا بیچاری کے ساتھ۔

''اپنی ہر دوست سے کہتا ہوں تمہیں بھی کہہ رہا ہوں...... دوستی کو برڈن بنانے کی ضرورت نہیں ورنہ میں دوستی کنٹینیو نہیں کر سکوں گا...... اگر تم نے مجھے خوش اور ایزی رکھا تو آئی سویئر میں تمہیں سال میں دو مرتبہ نیاگرا دکھانے اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا...... شاپنگ سمیت سارے ایکسپینسز میرے کریڈٹ کارڈ سے ہوں گے۔'' حجازی خاصا بہک رہا تھا۔

''اور ٹوٹو......؟'' معاً یمنٰی کو خیال آیا اس کی اصل دولت تو ٹوٹو ہے۔ یہ مجھے کیوں ساتھ لے کر جائے گا......؟ اس نے بے اختیار پوچھا تھا۔

''کیا تم دونوں میرے ساتھ نہیں جا سکتیں......؟'' حجازی نے اپنی اَدھ کھلی آنکھیں پوری کھولنے کی کوشش کی۔ لہجے میں بلا کا تعجب تھا۔

''اوہ......! ٹھیک ہے......! او۔کے......! او۔کے......!'' یمنٰی نے جیسے بات سمجھ لی۔

''تمہارا پاسپورٹ تو ریڈی ہے ناں......؟'' حجازی نے پوچھا۔

''میرا پاسپورٹ ہمیشہ ریڈی ہوتا ہے۔'' یمنٰی نے بے نیازی سے جواب دیا۔

''گڈ......! اس کا مطلب ہے ہم جب مرضی فلائی کر سکتے ہیں۔'' حجازی نے زبردستی آنکھیں پھاڑ کر ذہن سے خمار کا پردہ ہٹانے کی کوشش کرتے ہوئے یمنٰی کو شاباش دی۔

''لیکن میں اپنے پیرنٹس کو کیسے کنوینس کروں گی......؟'' ایک حسین دُنیا کا تصور کرتے کرتے یمنٰی پر پھر اُداسی طاری ہونے لگی۔

''یہ تمہارا ہیڈک ہے...... لائف میں چینج لانا ہے تو بہت بولڈلی اسٹیپ لینا ہو گا۔'' حجازی نے بڑے بے رحم لہجے میں جواب دیا۔

یمنٰی اپنی ہتھیلیوں پر نظریں جما کر گہری سوچ میں ڈوب گئی۔

• • •

نورخان یمنٰی کو دیئے ہوئے ٹائم سے دس منٹ پہلے ہی لینے پہنچ چکا تھا اور مس کال دے دی تھی۔

رات کے بارہ بجنے والے تھے۔ ماحول پر خاموشی کا تاثر واضح تھا۔ وقفے وقفے سے لوگ آتے جاتے نظر آ رہے تھے۔ گاہے گاہے پارکنگ لاٹ سے ہارن کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ انسانی آواز البتہ کہیں سے نہیں آ رہی تھی۔

وہ فرنٹ ڈور سے پشت ٹکا کر یمنٰی کا انتظار کرنے لگا۔

تقریباً بیس منٹ کے صبر آزما انتظار کے بعد یمنٰی ایک نوجوان کا بازو تھامے باہر آتی نظر آئی۔ نورخان اَلرٹ ہو گیا۔

یمنٰی کا پارٹی ویئر پرس نوجوان کے ہاتھ میں تھا۔ یمنٰی قریب آئی تو نورخان نے اس کی طرف دیکھے بغیر پچھلا ڈور کھول دیا۔

یمنٰی گرنے کے انداز میں ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ نوجوان نے اس کا پرس اس کی گود

میں رکھ دیا اور جھک کر یمنٰی کو بائے کہا۔ یمنٰی نے بمشکل ہاتھ اُٹھا کر جواباً ''خدا حافظ'' کہا۔

''ٹیک کیئر......!'' یہ کہہ کر وہ نورخان کی طرف متوجہ ہوا۔

''شوفر......! ذرا خیال سے...... دیکھو اسے بیڈروم تک پہنچا دینا...... اس کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے...... او۔ کے......؟''

''یس سر......!'' نورخان نے اپنی کیپ چھو کر سلیوٹ کے انداز میں مؤدبانہ کہا۔

''گڈ نائٹ یمنٰی......! گڈ لک......!'' یہ کہہ کر حجازی اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔

نورخان نے جاتے ہوئے حجازی پر ایک چبھتی ہوئی ناقدانہ نظر ڈالی۔

''ہونہہ......! شرابی سالا......! ابھی گڈی چڑھی ہوئی ہے تیری...... لگے گا تیرے جگر کا بیماری لگے گا...... پھر تیرے کو صرف گلوکوز کا بوتل ملے گا...... چھوکری کو پٹ لائف خراب کرتا ہے سالا......!'' وہ دل ہی دل میں بکتا جھکتا ڈرائیونگ سیٹ پر آ گیا۔

ڈور بند کرتے ہوئے اس نے پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی یمنٰی کا مرر میں جائزہ لیا۔

''چلیں مس صاحبہ......؟'' اس نے اگنیشن میں چابی گھماتے ہوئے اجازت چاہی۔

''تو کیا تو ابھی تک رُکا ہوا ہے......؟ بلڈی......! باسٹر......! اب کیا اپنی ماں کا انتظار کر رہا ہے......؟'' یمنٰی نے بے بھاؤ کی شروع کر دی۔

''امارا ماں بہت نیک عورت ہے...... اس کو بیچ میں مت لاؤ مس صاحبہ......! جو بولنا ہے ام کو بولو...... ام تمہارا نوکر ہے۔'' نورخان نے بہت مائنڈ کیا تھا۔ وہ گاڑی بیک کر رہا تھا۔

• • •

افسر علی آج ذرا جلدی سو گیا تھا۔ اگرچہ اس کا سونے کا ارادہ نہیں تھا۔ ویسے بک لے کر لیٹا تو آنکھ لگ گئی۔ بارہ بجے کے لگ بھگ اس کی خود بخود آنکھ کھل گئی۔

ایک انجانا سا اندیشہ وجود میں سرسراہٹ سی پیدا کرنے لگا۔ وہ ایک دم اُٹھ بیٹھا چند لمحے کچھ سوچنے کے بعد کھڑکی کے قریب آیا اور پردہ سرکا کر باہر جھانکنے لگا۔ کی سٹی اور اوپن جیپ پورچ میں کھڑی تھیں لیکن سلور بلینو غائب تھی۔ گویا چچی ابھی تک واپس نہیں آئی تھی۔ اسے اپنے پیارے چچا پر رحم آنے لگا۔ بیوی خودسر تھی کم از کم بچی تو کنٹرول میں ہوتی۔ اس نے بہت دُکھ سے سوچا۔

اسے چچی کے الفاظ یاد آئے۔ وہ خاصا چھوٹا تھا۔ چچا چچی کا کسی بات پر جھگڑا شروع ہوگیا۔ چچی نے چچا کو طعنہ مارا تھا۔

"ہونہہ......! تم تو شکل ہی سے "مڈل کلاسیے" لگتے ہو...... لگژریس لائف نے بھی تمہاری شکل میں کوئی تبدیلی نہیں کی...... بس رنگ ہر وقت اے۔ سی میں رہنے کی وجہ سے کچھ صاف ہوگیا ہے۔"

"یہ کلاسز کا فرق کیا ہے......؟" وہ سوچنے لگا۔

"کیا کلاس بدل جانے سے نیچر بدل جاتی ہے......؟ پارسائی اور عزت کے معیار بدل جاتے ہیں......؟ جذبات باقی نہیں رہتے......؟ انسان مشین بن جاتا ہے...... خوشی اور غم کے معنی بدل جاتے ہیں......؟ فطری تقاضے روح میں اُترنا بند ہو جاتے ہیں......؟ پھر پیسے والا بندہ شادی کیوں کرتا ہے......؟ بیمار کیوں ہوتا ہے......؟ بیماریاں بھی جان لیوا...... ہائپر...... کینسر...... فیچولہ...... ہارٹ ٹربل...... کلاس بدلتی ہے نیچر تو نہیں بدلتی......؟ فطرت کے اُصول تو ازلی ہیں...... سائنس کتنی ترقی کر جائے سورج نکلنے ڈوبنے کی سمتیں نہیں بدل سکتی...... سمندری طوفان نہیں روک سکتی...... زلزلے نہیں روک سکتی...... حیرت ہے کہ انسان فطرت کو نظر انداز کرنے کا حوصلہ کیونکر کر لیتا ہے...... اُصولِ فطرت ایک طرف رکھ کر اپنے اُصول اتنے اعتماد سے کیسے وضع کر لیتا ہے...... موت سے ہار مان لینے والا انسان اتنا نڈر کیسے ہو جاتا ہے......؟ کلاس بدلنے سے صرف نفسیات بدلتی ہے اور تو کچھ نہیں بدلتا۔" وہ یہیں تک سوچ پایا تھا کہ گیٹ کار کی ہیڈلائٹس

سے چونک اُٹھا۔

اسے اس بات پر حیرت ہوئی کہ نور خان نے ہارن نہیں بجایا البتہ ایک منٹ کے وقفے کے بعد واچ مین اپنے چیمبر سے باہر آ کر گیٹ کھولنے لگا۔

زیرو میٹر کار جیسے دبے پاؤں پورچ میں آ کر ٹھہر گئی۔ نور خان بڑی پھرتی سے دروازہ کھول کر باہر نکلا تھا۔

واچ مین گیٹ لاک کر رہا تھا۔

نور خان نے پچھلا ڈور کھول کر جھک کر کچھ کہا۔ افسر علی نے دیکھا نور خان کے ہاتھ کار کے اندر گئے اور جیسے کھینچ تان سی شروع ہوگئی۔

افسر علی اب مزید رُک کر نظارہ کرنے کی تاب نہیں رکھتا تھا۔

وہ کھڑکی سے ہٹا اور بڑی تیزی سے اپنے کمرے سے نکل کر بھاگنے کے انداز میں زینہ اُتر کر پورچ میں آیا۔

"کیا مسئلہ ہے نور خان......؟" اس نے نور خان کے سر پر پہنچ کر تحکمانہ پوچھا۔

نور خان ایک دم خوفزدہ سا ہو کر سیدھا ہوگیا۔ پہلے ایک نظر افسر علی پر ڈالی دوسری کوٹھی کے اندرونی حصے پر۔

"صاحب......! مس صاحبہ کو اندر بیڈ روم میں پہنچانا ہے...... ان کا طبیعت اچھا نہیں ہے۔" وہ جلدی سے وضاحت کرنے لگا۔

"اوہ......! کیا ہوا ان کی طبیعت کو......؟ کہاں سے پک کیا ہے......؟" اس نے جھک کر یمنٰی کا جائزہ لیتے ہوئے ایک تواتر سے سوالات کیے۔

"P.C سے پک کیا ہے سر......!" نور خان بہت ٹینشن میں آ گیا تھا۔ کچھ بولے تو نوکری کو خطرہ...... نہ بولے تو کیا کرے۔

"اچھا......! تم جاؤ...... اپنے کوارٹر میں...... میں لے جاؤں گا اسے۔" اس نے نور خان کو فارغ کرنے میں بہتری سمجھی اور یمنٰی کو آواز دینے لگا۔

"یمنٰی ......! ہیلو......! اُٹھو بھئی......! باہر نکلو......! اے۔سی بند ہو چکا ہے تمہیں گرمی نہیں لگ رہی......؟ ہری اَپ......!"

"کیا بجلی فیل ہو گئی ہے......؟ اے۔سی کیوں بند ہو گیا ہے......؟ U.P.S اَسٹارٹ کرو۔" یمنٰی نے غنودگی کی کیفیت میں جھلا کر کہا۔

"اوہ بھئی......! تمہاری کار کا اے۔سی بند ہو گیا ہے......اپنے بیڈ کا اے۔سی چلا کر سو جاؤ...... یہاں کب تک بیٹھی رہو گی......؟ گیٹ اَپ...... ہری اَپ پلیز......!"

نور خان ابھی تک کھڑا یہ دلچسپ تکرار سن رہا تھا۔ افسر علی نے سیدھا ہو کر اس کی طرف گھور کر دیکھا۔

"اوہ بھئی......! جاتے کیوں نہیں......؟ تمہاری مزید خدمات کی ضرورت نہیں ہے......گو......!"

نور خان گھبرا گیا اور پھر گویا سر پر پاؤں رکھ کر کوارٹر کی طرف دوڑا۔

افسر علی نے یمنٰی کا بازو پوری قوت سے کھینچ کر اسے باہر نکالا پھر دونوں ہاتھوں سے اسے سنبھالا۔ ایک تیز چبھتی ہوئی ناگوار سی بو نے اس کے اعصاب میں طوفان برپا کر دیا۔

"میرے خدایا......!" دکھ کی ایک لہر افسر علی کا جگر چیرتی گزر گئی۔

اس نے یمنٰی کو بمشکل سنبھال کر ڈور بہت آہستگی سے بند کیا اور گویا اسے گھسیٹتا ہوا آگے بڑھا۔ ساتھ ہی اسے متوجہ کرنے کی کوشش کرنے لگا تا کہ اپنا کچھ تو بوجھ سنبھالے۔

"یمنٰی......! کیا ہوا ہے تمہیں......؟ ٹھیک سے چلو......! ابھی تم نے اسٹیپ بھی چڑھنا ہیں اپنے بیڈ روم میں جانے کے لئے......سیدھی کھڑی ہو...... بولتی کیوں نہیں ہو......؟" وہ اُس کے رُخسار زور زور سے تھپتھپانے لگا۔

"حجازی......! میں چل نہیں سکتی...... پلیز......! مجھے اُٹھا لو......کیا اِدھر وہیل چیئر نہیں ہے......؟ اتنی زور سے نیند آرہی ہے......دل چاہ رہا ہے یہیں سو جاؤں......کیا میں یہاں سو سکتی ہوں......؟"

افسر علی نے بے بسی سے یمنٰی کا چہرہ دیکھا اور اسے بازو میں تھام کر احتیاط سے چلنے لگا۔

"حجازی......! میں کہہ رہی ہوں ناں......! مجھے نیند آرہی ہے......تم مجھے کہاں لے کر جا رہے ہو......؟ پلیز......! میں اب کہیں نہیں جاؤں گی...... میں نے تمہارے وائلٹ سے ہنڈریڈ ڈالرز نکالے تھے......وہ تم واپس لے لو......بس مجھے سونے دو...... پلیز حجازی......!" وہ اَٹک اَٹک کر بول رہی تھی اور افسر علی کی آنکھوں میں نمی سی اُتر رہی تھی۔

وہ بمشکل اسے بیڈ تک لایا تھا۔ اسے بستر پر ڈال کر اس کے پاؤں سینڈل سے آزاد کیے پھر اسپلٹ چلا کھڑکیاں چیک کیں کہ کوئی پٹ کھلا ہوا تو نہیں ہے۔ مطمئن ہو کر ایک متفکر سی نگاہ یمنٰی پر ڈالی اور نائٹ بلب بھی آف کر دیا۔

ایک دم اسے خیال آیا کہ یمنٰی کا پرس تو کار ہی میں رہ گیا ہے۔ وہ اس میں "ہنڈریڈ ڈالرز" دیکھنے کا خواہش مند ہو گیا۔ یہ جاننے کے لئے کہ کیا لوگ اس حالت میں "سچ" بولتے ہیں۔

وہ بڑی تیزی سے کار تک آیا۔ پچھلا ڈور تو یوں بھی لاکڈ نہیں تھا۔ اس نے ڈور کھول کر سیٹ سے پرس اُٹھایا اور پورچ کی مدھم روشنی میں پرس کھول کر جائزہ لینے لگا۔ پاکستانی کرنسی کے درمیان واقعی ایک مڑا تڑا ڈالر پڑا ہوا تھا۔

"اوہ گاڈ......! یہ یمنٰی تو ایک دم کریمنل ہو گئی ہے۔" اسے بہت دُکھ ہوا تھا۔

"اب پاکٹس مار کر اپنے شوق پورے کیا کرے گی......؟"

وہ شکستہ قدموں سے پھر یمنٰی کے بیڈ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ دُکھ میں بوجھ کتنا ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو سنبھالنا مشکل ہوتا ہے۔

وہ بمشکل اس کے بیڈ روم میں پہنچا۔ ڈریسنگ پر اس کا پرس رکھ دیا اور یمنٰی کی طرف

دیکھے بغیر باہر نکل آیا۔ دروازہ بہت آہستگی سے بند کر دیا تھا۔



نور خان کی آنکھوں میں دُور دُور تک نیند کا نام و نشان نہ تھا۔ اس کے اندر ایک طوفان اُترا ہوا تھا۔ اپنے بستر پر لیٹا چھت کی طرف گھورے جا رہا تھا۔

"یہ تو بڑا اچھا نوکری مل گیا ہے...... ام سوچ بھی نہیں سکتا تھا...... کھانا اچھا...... کپڑا صاف...... جیب میں موبائل...... ہر وقت ٹھنڈا موٹر۔" اور اب وہ جیسے بے قرار ہو کر اُٹھ بیٹھا۔

"اچھا کھانا ہو تو پھر رات کو بیوی بھی ہونا چاہئے...... یہ تنہائی تو بہت برا ہے۔ ابھی ام کو تیرا تنخواہ ملتا ہے تو ماں کو بولے گا امارا شادی کرو...... گلاب خان کو بولو۔ پیسے کے پیچھے بیٹی کو فالتو میں بٹھاتا ہے...... او کیا انڈوں پر بیٹھا اے...... چوزہ نکالے گا...... پولٹری فارم کھولے گا۔" نور خان پر جھلاہٹ سوار ہونے لگی۔

"سالا عورت کے بغیر بھی کوئی زندگی ہے......؟" اسے اپنے ہونے والے سسر پر رہ رہ کر غصہ آنے لگا۔

"بہت لالچ والا آدمی ہے...... اتنا مہنگائی میں دس تولہ سونا مانگتا ہے۔" وہ بستر سے نیچے اُتر آیا۔

اسے شدید گرمی لگ رہی تھی۔ پنکھے نے تو گویا ہوا پھینکنا ہی بند کر دی تھی۔ وہ باہر لان میں چلا آیا۔ ایک جست میں ذہن نے اُڑان بھری اور دوسری طرف مڑ گیا۔

تھوڑی دیر پہلے کے مناظر ذہن کے پردے پر متحرک ہو گئے۔ وہ بڑے تجسس کے ساتھ بلینو کے قریب آیا اور پچھلی سیٹ پر نظر ڈالی جو خالی تھی۔

"مطلب صاحب اُٹھا کر لے گیا مس صاحبہ کو۔" اب وہ یمنٰی کو بی بی کے بجائے مس صاحبہ کہتا تھا۔ بی بی کہنے پر یمنٰی نے اسے بہت لتاڑا تھا۔

"یہ بی بی کیا ہوتا ہے......؟ ضعیفی ٹپک رہی ہے میری شکل پر......؟ جنگلی......! جاہل......! مس بولو یا میم...... خبردار......! جو آئندہ بی بی کہا۔"

اب وہ فاخرہ خانم کو میم صاحب اور یمنٰی کو مس صاحبہ کہنے لگا تھا۔

"جانور بولتا ہے ام کو...... اور ام...... تم کو چپیس میں سے تو اور جانور کو چوبیس نمبر دیتا ہے...... بولو امارا کیا بگاڑتا اے......؟"

"آج تو افسر صاحب کو مزہ آ گیا ہوگا......؟" اس کی سوچ آوارگی کی دُھول سے آلودہ ہونے لگی۔ شیطان اَنگ اَنگ میں مسکرانے لگا۔

"آج تو نہیں چوڑتا (چھوڑتا)...... باہر کا لوگ خوش ہوتا ہے...... ام تو گھر کا لوگ ہے بھئی......!"

وہ بہت محتاط انداز میں آہستہ آہستہ زینہ طے کر رہا تھا۔ اُوپر پہنچ کر اس نے سب کمروں کے بند دروازوں کا جائزہ لیا۔ دل بہت زور زور سے دھڑک رہا تھا کہ پکڑے جانے کی صورت میں روسٹ بروسٹ سب ختم۔ پتلی دال چپاتی اور جیل کی چکی۔

خوف سے زیادہ زور شیطان کی تھپکی میں تھا۔

اس نے آہستگی سے دروازے کا ہینڈل گھمایا۔ خوشی سے حالت غیر ہوگئی۔ دروازہ لاکڈ نہیں تھا۔ وہ پھرتی سے اندر داخل ہوگیا اور دروازہ لاکڈ کر دیا۔

فطرت اپنا استہزاء کرنے والوں سے زبردست انتقام کے موڈ میں تھی۔ سورج نے تو صبح مشرق ہی سے طلوع ہونا تھا لیکن......؟



''نور خان آدھے گھنٹے بعد یمنیٰ کے کمرے سے باہر آیا۔ اچھا خاصا پسینہ بہہ رہا تھا۔ جرم کر چکنے کے بعد کی حواس باختگی الگ تھی۔ اس نے چوروں کی طرح قدم بڑھاتے ہوئے محتاط انداز میں اِدھر اُدھر دیکھا اور زینہ اُترنے لگا۔

پورچ میں کوئی بلی خواہ مخواہ ڈر کر بھاگی تو نور خان بدحواس ہو کر ایک کار کے بونٹ کے سامنے چھپ کر بیٹھ گیا۔ چند لمحے سراسیمہ بیٹھا رہا پھر بلی کی میاؤں پر اپنی حماقت پر خود کو کوستا ہوا اُٹھا اور اپنے کوارٹر کی طرف چلا۔

کوارٹر کے دروازے کا پٹ وا کرتے کرتے اس کی کیفیت بدل چکی تھی۔ اب وہ بہت پُرسکون تھا۔ آنکھوں میں نشہ سا اُترنے لگا تھا۔ بستر پر آنکھیں موند کر لیٹنے کے احساس ہی سے نیند طاری ہونے لگی تھی۔ زندگی ایک دم سے مکمل ہو گئی تھی۔ کسی کمی کا احساس ہی جاتا رہا۔

• • •

یمنیٰ کی علی الصبح خود بخود آنکھ کھل گئی تھی۔ آنکھ کھلتے ہی جسم میں شدید اینٹھن کا

احساس ہوا تھا۔ وہ ایک دم کانشس ہو کر سوچنے لگی کہ کیا وجہ ہو سکتی ہے......؟ جبکہ گزشتہ رات جب میں مدہوشی کے بعد جاگی تھی تب تو اس قسم کی اینٹھن کا احساس نہیں ہوا تھا۔

''کیا کل رات کچھ زیادہ ہی چڑھا لی تھی......؟'' وہ ذہن پر زور ڈال کر رات کے واقعات پر غور کرنے لگی۔ کچھ خاص یاد نہیں آ رہا تھا۔ وہ کسلمندی سے جماہی لے کر اُٹھ بیٹھی اور چونک سی گئی۔ پھر کچھ نیا سا محسوس ہوا تھا۔ اس کا دل جیسے کسی اتھاہ میں اُترنے لگا۔

''یہ کیا ہے......؟'' یہ سوال آندھی بگولوں کی طرح اس کے دماغ میں چکرانے لگا۔ خوف، وحشت، سراسیمگی، اعصابی نظام تلپٹ ہو کر رہ گیا تھا۔ وہ بستر سے اُترتے ہوئے گھبرا رہی تھی۔

''مصطفیٰ حجازی اس سے حد سے زیادہ بے تکلف تو کسی وقت میں نہیں ہوا۔ اس نے تو ابھی تک وہ چھوٹی سی بے تکلفی بھی نہیں کی جو اس ماحول میں رہنے بسنے والے روٹین کی بات سمجھتے ہیں۔ ابھی تو پرندے نے نئی نئی اُڑان بھری تھی ابھی تو اسے سمتوں کا بھی شعور نہیں تھا...... پھر......؟''

ایک دم پتہ نہیں اس کا دل کیسے بھر آیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپا کر بری طرح رو پڑی۔ حال حلیہ الٹرا ماڈرن تھا۔ بنیاد تو دقیانوسی تھی۔ دو تہذیبوں کی چکی کے دو پاٹوں کے درمیان بسنا کیا ہوتا ہے۔ وہ اس کی ذہنی حالت سے آشکار تھا۔ دماغ میں کسوٹی شروع ہو چکی تھی۔ اعصاب شکستہ تھے۔ وہ بے دم سی ہو کر دوبارہ بستر پر گر پڑی۔

چند لمحے خود پر قابو پانے میں گزرے پھر معاً اسے ٹوٹو کا خیال آیا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر اپنا پرس اُٹھانا چاہا تا کہ اپنا موبائل نکالے مگر ہاتھ اِدھر اُدھر گھوم کر خالی رہا۔ اب اس نے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی تو پرس ڈریسنگ پر رکھا نظر آ گیا۔

وہ خود کو کھینچتی ہوئی ڈریسنگ تک گئی اور پرس اُٹھا کر دوبارہ بیڈ پر آ گئی۔ پرس کھولا اور موبائل ٹٹولنے لگی۔ ہاتھ میں 100 ڈالرز کا نوٹ آ گیا۔ وہ بڑی اُلجھن بھری نظروں

سے ڈالرز دیکھنے لگی اور سوچنے لگی اس کے پرس میں 100 ڈالرز کہاں سے آگئے......؟ اس کے پاس تو صرف پاکستانی کرنسی تھی۔

اسے احساس ہوا یادداشت نارمل لائف گزارنے کے لئے کتنی ضروری ہے۔ بھول کا مرض تو انسان کو پاگل کر سکتا ہے۔ اس نے چند لمحوں تک ڈالرز کو اُلٹ پلٹ کر کے دیکھا پھر اسی طرح واپس رکھ کر موبائل نکالا اور ٹوٹو کا نمبر ملانے لگی۔

ٹوٹو نے فوراً اٹینڈ کر لیا۔

"ہیلو......! میری جان......! کیسی ہو......؟ میں تمہیں فون کرنے ہی والی تھی تار تمہاری کل کی انجوائمنٹ کی رپورٹ لوں...... وہ حجازی کا بچہ تو دوپہر ایک بجے سے پہلے سو کر نہیں اُٹھے گا...... وہ سب کچھ بھول سکتا ہے مگر سونے سے پہلے اپنا سیل سوئچ آف کرنا نہیں بھولتا...... پتہ نہیں کتنے عیاش مرے تھے تو وہ پیدا ہوا تھا۔" ٹوٹو ایک تواتر سے شروع ہوئی اور زبردست قہقہے کے بعد سانس لیا۔

یمنٰی سوچتی رہی جواب میں کیا بولے۔ ایک غبار سا دل و دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ ٹوٹو نے اس کی خاموشی کو محسوس کیا تھا۔ قدرے سنجیدہ ہو کر بولی۔

"ہیلو......! کیا سوچنے لگیں......؟ کن حسین خیالوں میں کھو گئیں......؟"

"آں...... کچھ نہیں......! کیا تم تھوڑی دیر کے لئے یہاں میرے گھر آ سکتی ہو......؟ مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا ہیں۔" یمنٰی نے گم سم سے انداز میں کہا۔

"ارے......! اتنی فارمل کیوں ہو رہی ہو......؟ تم جب کہو میں آ جاؤں گی۔" ٹوٹو نے بڑی شوخی سے جواب دیا۔

"تو پھر ابھی آ جاؤ......! میں اپنے بیڈروم میں ہوں...... میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔" اس نے یہ کہہ کر سیل آف کر دیا اور آنکھیں موند کر لیٹ گئی۔ سوچنے کے لئے کیا تھا جب کچھ یاد ہی نہیں تھا۔

◆ ◆ ◆

افسر علی خلافِ معمول دوپہر ایک بجے ہی گھر واپس آ گیا تھا۔ کسی کام میں دل ہی نہیں لگ رہا تھا۔ ماں باپ کی شفقت سے محروم انسان یوں بھی غیر معمولی حساس اور کانشس ہوتا ہے۔ قدم قدم پر چونکتا ہے۔ بات بات پر غور و فکر کرتا ہے۔ محتاط، گھبرایا ہوا، سہما ہوا، ہر شے کو محدب عدسے سے جانچنے والا۔

گھر میں اتنا بڑا واقعہ ظہور پذیر ہوا تھا۔ اس کے حساب سے تو قیامت ہی تھی۔ ہر آن ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے تھے۔ اوسان خطاء تھے۔ وہ تو کسی کام کا نہیں رہا تھا۔

تھوڑا سا وقت اپنے کمرے میں گزار کر وہ نیچے آ گیا۔ بھوک پیاس بھی اُڑ چکی تھی۔ آنے والے وقت کے خوف نے زندگی کی اُمنگ ترنگ ہی ختم کر دی تھی۔

ایک شدید جذبے کی قوت نے اسے ہلا کر فاخرہ خانم کے بیڈروم کی طرف دھکیل دیا۔ اس نے بلا ارادہ دستک دی تھی۔ خود کو معلوم نہیں تھا وہ کیا کہنے جا رہا ہے۔

"ہاں......! کون......؟ آ جاؤ......!" اندر سے فاخرہ خانم کی آواز آئی۔

وہ دروازہ پش کر کے اندر داخل ہو گیا۔

فاخرہ خانم صوفے پر بیٹھی موبائل پر باتیں کر رہی تھیں۔ تنگ سا ٹراؤزر اور ٹی شرٹ پہنے ہوئے تھیں جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ ابھی ان کا گھر سے باہر نکلنے کا کوئی پروگرام نہیں۔

افسر علی کو دیکھتے ہی پیشانی پر ناگواری کی لکیریں کھنچ گئیں جو کہہ رہی تھیں کیوں آئے مرے ہو......؟

"وہ...... چچی جان......! مجھے آپ سے ضروری بات کرنا ہے...... پہلے میں نے سوچا تھا کہ چچا جان سے بات کروں پھر خیال آیا کہ کوئی ہنگامہ برپا ہو سکتا ہے...... بہتر ہے خاموشی پرائیویسی میں آپ سے بات کروں۔" وہ ہچکچاتے ہوئے نظریں جھکا کر خاصے فاصلے سے بات کر رہا تھا۔

''ہاں......! بولو......! کیا کہانی سنانے آئے ہو......؟'' اس مرتبہ ان کے لہجے میں تجسس کے ساتھ ساتھ رسانیت بھی تھی جو افسر علی کی اس سمجھداری پر انعام تھی جس سے کام لے کر اس نے کوئی متوقع ہنگامہ روکا تھا۔

ماں تھیں ذہن ایک دم یمنٰی کی طرف ہی گیا تھا کہ کر بیٹھی ہوگی کوئی حماقت۔ اس کی لاپرواہیاں ان کو کبھی کبھی واقعی کھٹک جاتی تھیں لیکن یمنٰی اولاد ہونے کا مارجن لے جاتی تھی۔

''چچی جان......! مجھے لگتا ہے یمنٰی نے بیڈ کمپنی جوائن کر لی ہے اور......''

''لگتا ہے......؟ کیا مطلب......؟ کچھ پکڑا ہے......؟ کوئی ثبوت ہے یا اپنی دادی چچا کی طرح ہوا میں تیر چلا رہے ہو......؟'' وہ ''لگتا ہے'' پر ایک دم بھڑک اُٹھیں۔

''میں دو دن سے اسے لیٹ آورز میں بے ہوشی کی حالت میں اس کے بیڈ روم میں پہنچا رہا ہوں...... ہاں سوری......! وہ پرسوں تو میں اسے کار سے باہر لانے میں ناکام ہو گیا تھا...... پتہ نہیں وہ کب اُٹھ کر بیڈ روم میں گئی ہوگی۔''

فاخرہ خانم ہکا بکا افسر علی کی شکل دیکھ رہی تھیں۔

''بیہوشی کی حالت......؟'' جیسے وہ کچھ سمجھ نہ پا رہی ہوں۔

''کیا مطلب ہے تمہارا......؟'' انہوں نے اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر سوال کیا۔ پھر چلتی ہوئی افسر علی کے قریب آ گئیں اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ جھنجھوڑتے ہوئے بولی تھیں۔

''صاف صاف بات کرو...... کھا نہیں جاؤں گی تمہیں......!''

''جی......! وہ بس اس کے پاس سے بہت عجیب سی اسمیل آتی ہے...... لگتا ہے کہ وہ کوئی نشہ آور چیز استعمال کرتی ہے۔'' بالآخر افسر علی نے کہہ دیا۔

فاخرہ خانم Shocked ہو کر دو قدم پیچھے ہٹ گئی تھیں۔

ساری عمر کی پونجی، کل سرمایہ، اکلوتی اولاد، شوہر اور ساس تو ان کو نہیں چھوڑیں

گے۔ بڑی بی تو فتح کے وہ شادیانے بجائیں گی کہ کان پھٹ جائیں گے۔

زندگی میں پہلی مرتبہ انہیں افسر علی کی شکل اچھی لگی۔ ایک دم سے نرم گوشہ پیدا ہو گیا تھا۔ چہرے پر کھنچی لکیریں غائب ہو گئیں۔ چڑھی ہوئی آنکھیں، تنی ہوئی بھنویں، بے ترتیب شکنیں اچھے بھلے چہرے کو بگاڑتے رکھتی تھیں۔ اپنے ہی ہاتھوں اپنی شکل مسخ کر ڈالی تھی۔

اس وقت چہرے پر نرمی اُتری تو افسر علی کو بھی اندازہ ہوا کہ چچی جان کی اچھی بھلی شکل ہے۔ وہ اب انہی کی طرف دیکھ رہا تھا اور ان کے ''ارشادات'' کا منتظر تھا۔

''دیکھو افسر......! ابھی یہ بات میرے اور تمہارے درمیان ہی رہنا چاہئے...... تمہارے چچا اور دادی کو بھنک بھی نہیں پڑنا چاہئے...... میں اسے خاموشی سے واکرتی ہوں...... اگر تمہاری خبر درست نکلی تو میں تمہارا شکریہ ادا کروں گی...... دوسری صورت میں تم اس گھر سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چلے جاؤ گے۔'' بولتے بولتے وہ آخر میں جذباتی ہوئیں کہ اتنی بری خبر پر یقین بھی تو نہیں آ رہا تھا۔

''ٹھیک ہے چچی جان......! ایسا ہی ہوگا...... میں نے ایک فیملی ممبر ہونے کے ناطے اپنی ذمہ داری پوری کی ہے...... میرا یمنٰی کے ساتھ کوئی کلیش نہیں ہے...... میری Well Wishes اس کے ساتھ ہیں...... وہ کہیں بھی اچھی زندگی گزار رہی ہوگی تو مجھے بھی خوشی ہوگی۔'' افسر علی نے اب بڑے اعتماد سے بات کی۔

ذہن سے انتشار کے بادل ہٹ گئے تھے اور فاخرہ خانم کی طرف منتقل ہو گئے تھے۔ وہ فطری طور پر خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔

''ٹھیک ہے......! میں دیکھ لوں گی...... اب تم اپنا کام کرو...... آج یونیورسٹی نہیں گئے......؟'' فاخرہ خانم چند قدم چل کر صوفے پر دوبارہ بیٹھتے ہوئے پوچھنے لگیں۔

افسر علی کو پہلی مرتبہ ان کی طرف سے اپنائیت کی لہریں آتی محسوس ہوئیں۔

''گیا تھا...... دو پریڈ اٹینڈ کر کے آ گیا تھا۔'' افسر علی نے جواب دیا اور فاخرہ خانم

کو اُلجھا ہوا چھوڑ کر ان کے کمرے سے نکل گیا۔

♦ ♦ ♦

فاخرہ خانم افسر علی کے کمرے سے باہر نکلتے ہی ایکٹو ہو گئیں۔ اپنے چند ضروری کام جلدی جلدی نمٹا کر کمرے سے نکلیں اور یمنیٰ کے بیڈروم کی طرف بڑھیں۔

انہوں نے دستک دینے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی تھی۔ کسی حملہ آور کی طرح کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔

یمنیٰ جو ٹوٹو کے انتظار میں بار بار کلاک کی طرف دیکھ رہی تھی، ماں کو بڑی تیزی سے اندر آتا دیکھ کر چونک پڑی اور ایک دم اُٹھ کر بیٹھ گئی۔

”کیا بات ہے......؟ طبیعت ٹھیک ہے......؟ ابھی تک بیڈ پر نظر آ رہی ہو...... ناشتہ کیا......؟“ وہ اس کے سر پر کھڑی بہت غور سے اس کی شکل دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔

یمنیٰ کے لئے تو ان کی آمد ہی غیر متوقع تھی۔ پریشان سی ہو کر ان کی طرف دیکھنے لگی جیسے کچھ کھوج رہی ہو۔

”جی......! ٹھیک ہوں میں...... بس یونہی سستی سی ہے...... رات بہت تھک گئی تھی ناں......!“ وہ ماں سے نظر چراتے ہوئے نارمل انداز میں جواب دے رہی تھی۔

”رات کہاں تھیں......؟ کوئی پارٹی وغیرہ تھی......؟“ فاخرہ خانم نے جانچتی نظروں سے پھر اس کے سراپے کا جائزہ لیا۔

”بتایا تو تھا آپ کو کہ ٹوٹو کے ساتھ آواری میں ڈنر کرنا ہے...... کچھ اور دوست بھی تھے۔“

کوئی اور موقع ہوتا اور فاخرہ خانم پوچھ پڑتال کرتیں تو وہ چڑ جاتی اور لٹھ مار انداز میں کچھ بھی کہہ کر اِدھر اُدھر ہو جاتی مگر اس وقت تو خود اندر سے ٹوٹی ہوئی تھی، سراسیمہ تھی، ساری خود اعتمادی کھو چکی تھی۔ جواب میں کچھ زیادہ ہی تفصیل سے کام لے رہی تھی

جیسے دوسروں کو نہیں خود کو کچھ سمجھا رہی ہو۔

”آج بھی کوئی پروگرام ہے......؟“ فاخرہ خانم نے عام سے انداز میں سوال کیا۔

”ابھی تو کچھ کنفرم نہیں ہے...... ٹوٹو آنے والی ہے وہ آئے گی تو کچھ ڈیسائڈ ہوگا۔ خیریت......؟ آپ کیوں پوچھ رہی ہیں......؟ کوئی کام ہے مجھ سے یا مجھے آپ کے ساتھ کہیں جانا ہے......؟“ یمنیٰ نے ذرا جھجکتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں......! میرا کوئی پروگرام نہیں ہے...... کہیں جانے کا پروگرام ہو تو مجھے بتا کر جانا...... اور ہاں جب لیٹ ہو جاتی ہو تو گھر فون کر کے انفارم کیا کرو...... پریشانی ہوتی ہے مجھے...... او۔کے......؟“

”او۔کے......!“ یمنیٰ نے پھر نظریں چرائیں۔

فاخرہ خانم کچھ کھٹکی تو تھیں۔ یمنیٰ کا لب و لہجہ بہت بدلا ہوا تھا مگر وہ پراپر چینل کام کرنے کا تہیہ کر چکی تھیں۔ ذرا کی ذرا میں ان کا سکون برباد ہو چکا تھا۔

یمنیٰ بہت زرد زرد سی مضمحل سی دکھائی دی تھی۔ اس کی اُتری ہوئی صورت اور زرد رنگت میں کسی کی سچائی کی روپہلی چمک گواہی بن کر آشکار ہو رہی تھی۔

♦ ♦ ♦

ٹوٹو کی کار کا ہارن بجا۔

نور خان گاڑی صاف کر رہا تھا اور لہک لہک کر کوئی پشتو گیت بھی گا رہا تھا۔ اس کی حالت اس غنی کی طرح تھی جیسے بے حساب دولت کے ساتھ ساتھ تمام دُنیاوی لوازمات بھی میسر آ گئے ہوں۔

واچ مین نے گیٹ وا کیا۔ ٹوٹو کی کار اندر آ کر ٹھہر گئی۔

نور خان نے آنے والی کار پر سرسری نظر کی۔ ٹوٹو کو دیکھتے ہی اس کے اَنگ اَنگ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ آنے والے خوبصورت وقت کے احساس نے عجیب سی سرشاری کی کیفیت طاری کر دی گویا ٹوٹو اس کی خوشیوں کی ضمانت بن رہی تھی۔

ٹوٹو کار سے اُتری تو نور خان نے سیلوٹ کے انداز میں سلام پیش کیا جسے ٹوٹو نے
قابل توجہ نہ گردانا اور کھٹ کھٹ کرتی آگے بڑھ گئی۔

نور خان کو ایک اور پھڑکتا ہوا گیت یاد آگیا۔ آج صبح ہی سے اسے پشتو کے شوخ
گانے یاد آنا شروع ہو گئے تھے بلکہ ساری کائنات ہی سروں میں ڈھل گئی تھی۔

اچانک وہ اپنی جگہ ٹھٹک کر کھڑا ہو گیا۔

فاخرہ خانم گھر کے بے تکلف حلیے میں اس کی طرف آرہی تھیں۔ چور کی داڑھی میں
تنکے کی مصداق خوامخواہ دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ وہ نظریں جھکا کر رہ گیا۔

فاخرہ خانم اس کے قریب آ کر رُکیں۔ اپنے اطراف ایک ناقدانہ نظر دوڑائی پھر
ٹوٹو کی کار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھنے لگیں۔

”یہ کس کی کار ہے......؟“

”وہ جی......! یعنی بی بی کی...... مم...... میرا مطلب ہے مس صاحبہ کی دوست
کی...... وہ کیا نام ہے ان کا......؟“ نور خان یاد کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

”اچھا......! ٹھیک ہے......! ٹوٹو ہو گی......؟“ پھر ایک دم چونک کر بولیں۔

”کل یمنیٰ ٹوٹو کے ساتھ گئی تھی......؟ تم نے کہاں سے پک کیا تھا......؟“

نور خان پھر خوامخواہ گھبرا گیا۔ ہاتھ میں پکڑے ڈسٹر سے اپنے ہاتھ پونچھنے لگا جیسے
کچھ سوچ رہا ہو۔ اندر دل تیز تیز دھڑک رہا تھا۔

اس کے سامنے اس گھر کی بیگم کھڑی تھی جس سے سب گھبراتے تھے جس کے غصے
سے دیواریں بھی پناہ مانگتی تھیں۔

”وہ...... میں تو آپ کو لے کر نکل گیا تھا...... مس صاحبہ بعد میں گئی تھیں...... مجھے
نہیں معلوم کل وہ کس کے ساتھ گئی تھیں یا اکیلی گئی تھیں...... ام ان کو آواری سے پک کیا
تھا۔“ نور خان اچھی اُردو بولنے کی کوشش کرتے کرتے پھر اپنی بنیاد پر آگیا تھا۔

”اس کے ساتھ کوئی نہیں تھا......؟“ فاخرہ خانم نے چبھتی ہوئی نظریں اس کے

چہرے پر جمادیں۔

نور خان تو بری طرح بدحواس ہو گیا۔

(اوہ......! بیگم صاحب کو کچھ پتہ چل گیا ہے...... ضرور افسر صاحب نے بتایا ہوگا)

”جی بس......! ان کا کوئی دوست موست تھا...... ام اس کو نہیں جانتا۔“ یہ تو
نور خان کو یقین تھا کہ افسر علی اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکتا۔ اس لئے کہ رات اسے کسی
نے نہیں دیکھا۔ اس مرتبہ اس کے جواب میں اعتماد تھا۔

”ہوں......! کیا یمنیٰ کی طبیعت خراب تھی......؟“ انہوں نے سوال کیا جو نور خان
کے لئے غیر متوقع جملے کے مترادف تھا۔

”جی......! ام کو اندازہ نہیں...... مس صاحبہ کچھ بولا نہیں...... ام سمجھا بہت تھک گیا
ہے...... یا رات بہت ہو گیا ہے تو اس واسطے نیند آتا ہوگا۔“ نور خان بے ربط ہوا اور
رَنت میں آگیا۔

”یعنی وہ نیند میں لگ رہی تھی......؟“ بس اس سے آگے نہ انہوں نے کچھ سوچا نہ
مزید کوئی سوال کیا۔ پھر نور خان پر ایک نظر ڈال کر واپس پلٹ گئیں۔

”اس سے زیادہ یہ بدھو کچھ بتا بھی نہیں سکتا...... ایک نمبر کا احمق۔“ جھنجھلاہٹ
بالآخر نور خان کی طرف منتقل ہو رہی تھی۔

ابھی انہوں نے ٹوٹو کو بھی چیک کرنا تھا۔ اس سے پہلے وہ ایک کپ چائے پینا
چاہتی تھیں۔ سر میں درد کی ٹیسیں اُٹھنے لگی تھیں۔ کبھی کوئی لمبی ناگواری لے کر چلی ہی
نہیں تھیں۔ ہاتھ کے ہاتھ حساب کر کے ہلکی ہونے کی عادی تھیں۔ بقول ان کی ساس
کے غصہ تو بہو کی ناک پر دھرا رہتا ہے مگر یہ بہت آزمائشی وقت آپڑا تھا۔ انہوں نے
مصلحت کی اذیت سے بہرحال گزرنا ہی تھا۔



”اوہ نو......! ایسا نہیں ہو سکتا...... میں حجازی کو جانتی ہوں...... وہ بہت بولڈ ہے

کبھی چیٹنگ نہیں کرے گا...... بلکہ اسے تو ہر صورت ایک Warm کمپنی چاہئے
بقول ہماری نانو کے سویا مرا برابر ہوتا ہے۔"

"میں تمہارے اس خیال سے بالکل بھی اتفاق نہیں کر سکتی...... تم غور کرو...... یہاں گھر پر ہی تمہاری بیہوشی سے تو کسی نے ایڈوانٹج نہیں لیا۔" ٹوٹو بہت سوچ سوچ کر بول رہی تھی۔

"کیا خاک غور کروں......؟ مجھے تو کچھ یاد ہی نہیں۔" یمنٰی نے بیزاری او اُکتاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

"تم کمرے میں خود آئی تھیں یا ڈرائیور کے ساتھ......؟ تم خود سے کیسے آ سک ہو......؟ تم سے تو چلا بھی نہیں جا رہا تھا...... کچھ یاد ہے......؟" ٹوٹو نے اس کا ہاتھ تھام پوچھا۔ یمنٰی خاموشی سے کچھ سوچنے لگی۔

"میں نے ڈرائیور کو پرسوں تاکید کی تھی کہ مس صاحبہ کی طبیعت ٹھیک نہیں...... ان سنبھال کر لے جانا اور کسی سے ذکر مت کرنا...... چھوڑا تو اسی نے ہوگا...... تم پوچھ کرو لو۔" اس مرتبہ ٹوٹو نے وثوق سے کہا۔

"اوہ نو......! چھی چھی......! نور خان...... آ...... چیپ مین۔" یمنٰی نے جھرجھ لی۔

"چیپ لوگ ہی اس طرح کی حرکتیں کرتے ہیں مگر تم ٹینس مت ہو...... یہ کوئی ا بڑا ایونٹ نہیں...... دفع کرو...... بی کیئرفل...... اُٹھو شاور لو...... چینج کرو...... پھر ہم نا کرتے ہیں...... میں نے بھی ناشتہ نہیں کیا...... ناشتہ ریڈی تھا...... تمہارا فون آ گیا تو م فوراً چل پڑی...... ہری اَپ۔" ٹوٹو نے اس کے رُخسار چھوئے۔

"یہ تو بہت بڑا ایونٹ ہے...... کیسے اِگنور کیا جا سکتا ہے ٹوٹو......؟ میری آنکھ کھل مجھے بہت پین ہو رہا تھا بلکہ اتنا شدید کہ مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا تھا...... یہ ہو گیا......؟ میرا دل چاہ رہا ہے میں کچھ کھا کر مر جاؤں۔" یمنٰی بہت ڈپریسڈ تھی۔

"اوہ سلی گرل......! یہ کرائم ہے مگر تم نے نہیں کیا...... تم پتہ کرو کریمنل کون ہے......؟ اگر جازی ہوتا وہ تم سے پرمیشن لیتا...... تمہارے ساتھ انجوائے کرتا...... وہ "وار دا تیا" نہیں ہے...... اسے ایسا کچھ کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے...... ایک سے ایک حسین لڑکی اس کی رینج میں ہے...... آئی شیور...... کچھ عرصے میں تم بھی یہی کہو گی جب اس سے اور زیادہ کلوز ہو جاؤ گی۔"

"لیو اِٹ...... خود کو یقین دلاؤ کہ کچھ نہیں ہوا...... چیئر اَپ...... کوئی اچھا سا دوست بنا لو گی تو بھی تو اس اسٹیج سے گزرو گی...... دوستی میں تو سب چلتا ہے...... اب یہ فیصلہ کر لو کہ اپنی زندگی جینا ہے یا مولوی کو فالو کرنا ہے...... ڈبل مائنڈڈ رہو گی تو اس زندگی سے کچھ بھی نہیں لے سکتیں۔" ٹوٹو کو وہ ڈپریشن کی حالت میں بہت ڈسٹرب کر رہی تھی۔ اس کا مزہ خراب کر رہی تھی۔

وہ چاہتی تھی وہ فٹافٹ فریش ہو جائے تاکہ شام کو Warm کمپنی دے۔ وہ تو بہت پہلے اس اسٹیج سے گزر چکی تھی مگر اپنی خوشی سے، اس کے نزدیک تو پارسائی کا کونسپٹ زی دقیانوسیت تھی اور یہ بہت اِنسلٹنگ تھا۔

یمنٰی اسی طرح خاموش بیٹھی رہی۔ جانے کیا سوچتی رہی۔ ٹوٹو ایک ٹک اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

آخر کار یمنٰی اپنی جگہ سے اُٹھی۔ بال سمیٹ کر کیچر میں قید کئے اور تکیے اُٹھا کر ایک طرف رکھے۔ بلینکٹ اُٹھا کر دوسری طرف ڈالا۔

ٹوٹو اُٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ یمنٰی بیڈ شیٹ ہٹا رہی ہے۔ اس کے چہرے پر عجیب سی یاسیت تھی۔ ٹوٹو کو اس پر ٹوٹ کر پیار آ گیا۔ اس نے یمنٰی کو اپنے ساتھ لگا کر چوما اور بازوؤں میں جکڑ کر بولی۔

"آج میں تمہیں ایک منٹ کے لئے اکیلا نہیں چھوڑوں گی۔"

یمنٰی کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ وہ بیڈ شیٹ اُٹھا کر واش روم کی

طرف بڑھ گئی۔

● ● ●

ٹوٹو اور یمنٰی کو ڈائننگ میں ناشتہ کرتے دیکھ کر فاخرہ خانم باہر ہی سے پلٹ گئیں اور لاؤنج میں آ کر ان دونوں کا انتظار کرنے لگیں اور وقت گزاری کے طور پر موبائل سے کھیلنے لگیں۔

بہت ہی برا دن تھا۔ سارا شیڈول اَپ سیٹ ہو گیا تھا۔ یہ نشہ تو وہ خون آشام بلا ہے جس گھر میں داخل ہو گیا وہاں ایسی ویرانی پھیلا دیتا ہے کہ دن کو اُلو بولتے ہیں رات کو چمگادڑیں چیختی ہیں۔

اس سے کم کسی حادثے پر وہ توجہ دینے والی بھی نہیں تھیں۔ پھر بات لڑکی ذات کی تھی۔ ارباب علی نے تو سیدھے سیدھے ان کا ہاتھ پکڑ کر گھر سے باہر کر دینا تھا اور پلٹ کر کبھی شکل بھی نہیں دیکھنا تھی۔ ان کی شادی یوں بھی شروع سے ہچکولوں کی زد پر تھی۔ کبھی مستحکم نہیں ہوئی۔ وجہ مزاجوں میں زمین آسمان کا تضاد تھا۔

یہ حادثہ گرتی ہوئی دیوار کو آخری دھکہ لگنے کے مترادف تھا۔ وہ بہت اکڑ کر سوسائٹی موو کرتی تھیں۔ ارباب علی ان کا اسٹیٹس تھے کہ ایک نیک نام دولت مند شخص ان کا شوہر تھا۔

یہ بھی اللہ کا کرم تھا کہ بالکل شروع ہی میں ان کو پتہ چل گیا تھا وہ بہت کچھ کرنے کے قابل تھیں۔ ایک خیال پر وہ جم چکی تھیں کہ یمنٰی کی فی الفور شادی کر دیں گی۔ لمبا ٹینشن وہ افورڈ ہی نہیں کر سکتی تھیں۔ اپنی ساری ایکٹوٹیز چھوڑ کر وہ پہریداری نہیں کر سکتی تھیں۔

افسر علی کی وہ واقعی تھینک فل تھیں۔ ساری کدورتیں کثافتیں لمحے بھر میں مٹ گئی تھیں۔ فرحان ان کو بہت اچھا لگا تھا۔ وہ اب افسر علی کے ذریعے اسے قابو میں کرنا چاہ رہی تھیں۔ اس سے اچھا رشتہ یمنٰی کو شاید ہی ملے۔

گرین کارڈ ہولڈر نیک شریف محنتی لڑکا، یو۔ ایس۔ اے یا U.K میں یمنٰی بہت اچھی طرح سیٹل ہو جائے گی۔ اس آزاد معاشرے میں وہ اپنی مرضی سے زندگی گزارے گی۔ باپ اور دادی کی تنقید سے جان چھوٹ جائے گی۔

وہ آج ہی افسر علی سے بات کریں گی۔ فاخرہ خانم نے اپنی تئیں تہیہ کر لیا اور یوں ریلیکس ہو گئیں جیسے سارے مسئلے ختم ہو گئے۔ بس اب صرف ایک ہیڈک ہی انہیں ڈسٹرب کر رہا تھا کہ یمنٰی کی فل نگرانی کرنا تھی۔

یمنٰی اور ٹوٹو ناشتہ کر کے اپنی باتیں کرتی لاؤنج میں آ گئیں تھیں۔ فاخرہ خانم کو دیکھ کر نروس سی ہو گئیں۔

"سلام علیکم آنٹی.....!" ٹوٹو نے سنبھل کر مسکرا کر سلام کیا۔

"واسلام.....! کیسی ہو ٹوٹو.....؟ آؤ بیٹھو.....!"

"آئی ایم فائن.....! آپ کیسی ہیں.....؟" ٹوٹو نے نارمل انداز میں کہا اور ان کے مقابل بیٹھ گئی۔

"اسٹڈی کیسی جا رہی ہے.....؟ یمنٰی تو آج بھی کالج نہیں گئی.....کب سو کر اٹھی ہے.....؟ اگر یہ سیریس نہیں ہے تو کوئی بات نہیں زبردستی کر کے کسی کو ویل ایجوکیٹڈ نہیں بنایا جا سکتا.....میں اس کی جلدی شادی کر دوں گی تاکہ یہ پریکٹیکل ہو جائے۔" فاخرہ خانم کے انداز میں ڈھکی چھپی خفگی تھی۔

یمنٰی اور ٹوٹو نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔

"شادی.....؟ اوہ نو.....! آپ بھی اس طرح سوچتی ہیں آنٹی.....؟ ابھی تو بہت ٹائم ہے.....شادی کا مطلب تو ٹوٹلی باؤنڈنگ ہے..... یہ تو بہت سخت سزا ہے۔" ٹوٹو نے حواس باختہ ہو کر بات شروع کی اور لطیف سے مذاق پر ختم کی۔

"آفٹر آل.....شادی تو ایک دن ہونا ہی ہے..... یہ باؤنڈنگ عورت کے لئے اچھی ہے.....وہ ہر طرح سے فری ہو جاتی ہے.....زیادہ کونفیڈنٹ ہو جاتی ہے۔" فاخرہ

خانم نے قطعی انداز میں بات کی۔

''آف کورس......! لیکن اتنی جلدی بھی نہیں ہونا چاہیے۔'' شادی کے خلاف بولنے والی ٹوٹو ازحد محتاط ہو کر بات کر رہی تھی۔

فاخرہ خانم کا موڈ اسے اچھا فیل نہیں ہو رہا تھا۔ اسے خدشہ تھا اگر وہ ان کے برخلاف بولی تو وہ یمنٰی کا ہاتھ پکڑ کر کہیں نکاح پڑھانے چل دیں گی۔ اس وقت ان کا موڈ ہی دوسرا تھا۔

''لیوات دس ٹاپک...... یہ بتاؤ تم لوگوں کا آج کیا پروگرام ہے......؟ گھر پر ہو یا کہیں جانا ہے......؟'' فاخرہ خانم پھر اپنے مشن کی طرف پلٹ آئیں۔

دونوں نے اس سوال پر ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا جیسے کچھ سمجھ نہ آئی ہو۔

''ایسا تو کوئی خاص پروگرام نہیں...... شاید اپنے کچھ فرینڈز کے ساتھ باہر ڈ کریں...... کل تو کالج بھی مسٹ جانا ہے اس لئے شیور زیادہ لیٹ نہیں ہوں گے۔'' ٹو نے یمنٰی پر نظر ڈال کر یوں کہا جیسے لیٹ نہ ہونے کی گارنٹی دے کر وہ فاخرہ خانم کو ایزی ک رہی ہو اور کسی متوقع رکاوٹ سے بچنا چاہ رہی ہو۔ کالج کا ذکر کر کے تو سوفٹ کارنر پ کرنے کی بھرپور کوشش کی تھی۔

''اچھا......! ٹھیک ہے......! میں اپنا کام کرتی ہوں...... آپ لوگ اپنا پروگرام سیٹ کریں۔'' فاخرہ خانم یہ کہہ کر اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ چہرے پر تفکر کی شکنیں اسی طرح کھنچی ہوئی تھیں۔

''اوہ......! تھینکس آنٹی......!'' ٹوٹو آزادی کے احساس سے کھل اُٹھی البتہ یمنٰی بالکل خاموش تھی۔



افسر علی شام کے وقت لان میں بیٹھا ہوا اسٹڈی کر رہا تھا۔ سورج ڈوبنے کے قریب تھا۔ اب اس پر مغرب کی نماز کی تیاری کی عجلت بھی طاری ہو چکی تھی۔''

وائنڈ اَپ کرنے کے موڈ میں آچکا تھا کہ فاخرہ خانم اس کے قریب چلی آئیں۔ وہ اٹینشن سا ہو گیا۔ ایک بات ہوئی تھی اب اس کے بعد ہر بات کا سلسلہ اسی بات سے جڑتا محسوس ہوتا تھا۔

فاخرہ خانم لان کے شلوار قمیص اور جارجٹ کے دوپٹے میں ملبوس تھیں۔ بال بھی کیچر میں قید تھے۔ چہرہ بھی صاف تھا۔ ہر قسم کے میک اَپ سے پاک۔ جس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ آج ان کا گھر سے جانے کا کوئی پروگرام نہیں ہے۔ وہ آ کر افسر علی کے مقابل چیئر پر بیٹھ گئیں۔

افسر علی نے بک بند کر دی اور ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''افسر......! میں کئی روز سے ایک بات کرنا چاہ رہی ہوں...... موقع ہی نہیں مل رہا تھا۔'' وہ اتنا کہہ کر رُک گئیں۔

''جی کہیے......!'' افسر علی کے لئے تو عین سعادت کی بات تھی کہ چچی جان آج اسے ایک فیملی ممبر کی حیثیت دے کر بات کر رہی تھیں۔ نہ حکم تھا نہ جلال۔

''وہ تمہارا دوست ہے ناں فرحان......! بہت اچھا لڑکا ہے...... اگرچہ وہ ہمارے نیبر ہیں...... اور اس کی والدہ سے میری اچھی بات چیت رہی ہے...... مگر کوئی بھی لڑکی کی ماں ڈائریکٹ کسی لڑکے کی ماں سے اس ٹاپک پر بات نہیں کر سکتی...... بس کچھ اچھا نہیں لگتا۔'' وہ آہستہ آواز میں بول رہی تھیں اور افسر علی آنکھیں پھاڑے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

فاخرہ خانم نے کھل کر بات کی تھی۔ نہ سمجھ میں آنے والی بات تو تھی نہیں کہ وہ اُلجھ جاتا۔ اس پر حیرت کا پہاڑ ٹوٹا تھا۔

''فرحان...... لیکن میں اس سے کیا بات کروں......؟'' وہ پریشان سا ہو کر پوچھ رہا تھا۔

''یہی کہ وہ انگیج تو نہیں ہے...... کسی کو پسند تو نہیں کرتا......؟ اگر وہ باؤنڈ نہیں ہے تو

اس سے یمنیٰ کے لئے بات کرو...... آج کل اچھے لڑکے بہت مشکل سے ملتے ہیں...... تم اس گھر کے فرد ہو تمہیں بھی یمنیٰ کے لئے کوشش کرنا چاہئے۔'' فاخرہ خانم نے اپنی ہوشیاری افسر علی پر دکھانے کی کوشش کی تا کہ وہ اخلاقی طور پر خود کو مزید زیر بار محسوس کرے۔

''تمہارے چچا کو بھی یہ رشتہ بہت پسند آئے گا اور یہ سب اگر تمہاری کوششوں سے ہوا تو وہ تم سے بہت خوش ہوں گے۔'' فاخرہ خانم تو بیٹھی ہی اس لئے تھیں کہ جیت کر اُٹھیں۔

انہوں نے آخری حربے کے طور پر چچا کو استعمال کرنا ضروری خیال کیا اور اپنی زبان دانی اور ہوشیاری کا اثر افسر علی کے چہرے پر دیکھنا چاہا۔ عموماً تو اپنی چرب زبانی کا نتیجہ اپنے حق میں ہی دیکھتی تھیں جس کے سامنے اچھے اچھے تاب نہیں لاتے تھے۔ بیچارا افسر علی۔

''جی......! میں بات کر کے دیکھتا ہوں۔'' اس نے سٹپٹا کر بات کرنے کی ہامی بھر لی جبکہ خود کو اندازہ بھی نہیں تھا کہ اس طرح کی باتیں کیسے شروع کی جاتی ہیں۔

''تمہارے چچا ساڑھے آٹھ تک آجائیں گے...... وہ آجائیں تو کھانا لگواتی ہوں...... جب تک تم نماز سے اور اپنے ضروری کاموں سے فارغ ہو جاؤ...... مجھے تو پتہ ہی نہیں کہ رات کے کھانے میں آج داؤد نے کیا بنایا ہے...... سارا دن اَپ سیٹ رہی ہوں۔'' وہ اُٹھتے ہوئے بولیں۔

افسر علی اچھے سامع کا تاثر دے رہا تھا۔ وہ بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔

عین اسی وقت گیٹ پر ہارن بجا۔ افسر علی اور فاخرہ خانم اپنی اپنی جگہ پر مستعد ہو گئے۔ واچ مین کھڑکی سے جھانک کر دیکھ رہا تھا۔ آن کی آن میں یمنیٰ اپنا پرس جھلاتی اندر سے نمودار ہوئی۔

ماں کو افسر علی کے ساتھ دیکھ کر لمحہ بھر کو ٹھٹکی اور دُور ہی سے ہاتھ ہلا کر بولی۔

''ممی......! میں ٹوٹو کے ساتھ جا رہی ہوں...... نور خان کو بھیجنے کی ضرورت نہیں...... ٹوٹو مجھے ڈراپ کر دے گی۔'' وہ یہ کہتی گیٹ سے باہر نکل گئی۔

واچ مین نے گیٹ بند کیا۔

فاخرہ خانم نے ایک نظر افسر علی پر ڈالی اور آگے بڑھ گئیں۔ جلدی آنے کی تاکید کرنا چاہتی تھیں مگر جملہ منہ میں ہی رہ گیا۔ نیو جنریشن بہت فاسٹ اور ایکٹو ہے۔ اپنے ہی الفاظ کی بازگشت سنائی دی۔

آج کی رات بہت دیر سے ہونا تھی۔ ان کو ایک اذیت سے یا تو نجات مل جانا تھی یا مزید اذیت سے گزرنا تھا۔ اسی حساب سے افسر علی کی قسمت کا فیصلہ بھی ہونا تھا۔ بات غلط ثابت ہونے پر اسے آج ہی گھر سے چلے جانا تھا۔ لعنتوں ملامتوں کے بونس اس کے علاوہ۔

لیکن اسے محسوس ہو رہا تھا کہ فاخرہ خانم نے اس کی بات کو بہت سیریس لیا ہے کہ اس نے چچا کے پاس جا کر شر اُٹھانے کی کوشش نہیں کی بلکہ براہِ راست چچی کو بتایا اور گھر میں بہت بڑا طوفان آتے آتے رہ گیا۔

نور خان نے کوارٹر کے دروازے پر کھڑے کھڑے ماحول کا جائزہ لیا تھا۔ چند منٹ پہلے ہی باہر نکلا تھا۔ آج اس کی چھٹی تھی۔ نہ بیگم صاحبہ نے اسے کال کی نہ مس صاحبہ نے۔ دورانِ ملازمت یہ پہلا اتفاق تھا کہ دونوں کاریں پورچ میں کھڑی نظر آئیں۔

افسر علی اور فاخرہ خانم کو دیکھ کر وہ واپس اپنے کوارٹر میں جانے ہی والا تھا کہ یمنیٰ گیٹ کی طرف جاتی دکھائی دی۔

نور خان کے سارے وجود میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ ٹخنوں سے اُونچا ٹراؤزر، بجلی کی طرح چمکتی پنڈلیاں، سلیولیس شرٹ، چاندی کی طرح چمکتے بازو۔ اس نے بمشکل اپنی ٹپکتی ہوئی رال کو روکا۔

''آج ام لاہوری چرغہ کاتا (کھاتا) اے...... اور دو مرتبہ کوکا کولا پیتا اے...... اپنا

تولاٹری نکلا اے بھئی......!" وہ اپنے بازو سہلاتا رات کی تیاری کرنے اندر چلا گیا۔

افسر علی اور فاخرہ خانم اندر جا چکے تھے۔

• • •

ٹوٹو اور یمنٰی آواری کے پارکنگ لاٹ میں حجازی کا انتظار کر رہی تھیں۔ ٹوٹو مِس کال دے چکی تھی۔

یمنٰی ٹھوڑی کے نیچے ہتھیلی ٹکائے خالی خالی آنکھوں سے سامنے کی طرف ایک ٹک دیکھے جا رہی تھی۔ ٹوٹو نے یونہی اس کی طرف دیکھ لیا تھا اور اپنا سر پیٹ لیا تھا۔

"پھر......! اب کہاں گم ہو......؟ چیئر اپ...... یمنٰی فار گاڈ سیک...... سائیکی لگ رہی ہو اسٹوپڈ......! اور ہاں ہمیشہ کے لئے اپنے مغز میں بٹھا لو...... رات جو کچھ ہوا اس کا ذکر کبھی حجازی یا کسی اور بوائے فرینڈ کے سامنے مت کرنا...... مرد مرد ہوتا ہے...... ایکسٹرا ایڈوانٹیج لینے کی کوشش کرتا ہے...... ایزی فیل کرتا ہے۔"

"ہم لڑکیاں بہت بوگس ہوتی ہیں...... "یوز" سے مزید بوگس ہو جاتی ہیں...... مرد کا کچھ نہیں بگڑتا...... وہ ویسے کا ویسا ہی رہتا ہے...... Infact انجوائے منٹ صرف مرد کی ہوتی ہے...... اس لئے میں اپنے ہر دوست سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتی ہوں۔"

"رات حجازی اپنا والٹ ٹیبل پر چھوڑ کر واش روم گیا...... میں نے اس میں سے ٹو ہنڈریڈ ڈالرز نکالے...... ہنڈریڈ اپنے پرس میں رکھے...... ہنڈریڈ تمہارے پرس میں۔"

"یہ دوست ہمیں کھلاتے پلاتے ہیں شاپنگ کراتے ہیں کیش نہیں دیتے...... کیش یہ صرف کال گرل کو دیتے ہیں...... جس سے ٹائم لیتے ہیں اور ٹائم کے حساب سے Payment کرتے ہیں...... ہم کال گرل نہیں ہیں...... ہمارا بڑا ہائی فائی اسٹیٹس ہے...... ہمارے باپ بہت بڑے آدمی ہیں...... پارلیمنٹ اپنے چیمبر میں بیٹھ کر چلاتے ہیں۔"

"جو ہمیں یوز کرتے ہیں...... ہم سے خوشی حاصل کرتے ہیں...... ان سے کیش حاصل کرنے کا یہی واحد راستہ ہے۔" ٹوٹو نے اسے اُستادوں کی طرح سمجھایا۔

"اوہ......! تو وہ ہنڈریڈ ڈالرز تم نے میرے پرس میں رکھے تھے......؟ لیکن ٹوٹو......! ہمیں ڈالرز کی کوئی ضرورت تو نہیں پھر خوامخواہ پاکٹ مار کیوں بنیں......؟" یمنٰی نے بڑی سادگی سے پوچھا۔

"اسٹوپڈ......! دُنیا کا وہ کون سا انسان ہے جسے ڈالرز کی ضرورت نہیں...... بے تحاشا کیش سے بندہ کونفیڈنس گین (Gain) کرتا ہے...... باپ بھلے دولت مند ہو دیتا تو حساب کتاب سے ہے ناں......! اب ہم اپنے دوستوں سے اُدھار قرض تو نہیں مانگ سکتے ناں......! آفٹر آل ہمارا بھی ایک اسٹیٹس ہے۔" ٹوٹو نے زبردست قہقہہ لگایا۔

"لندن میں ون تھاؤزینڈ پاؤنڈز Earn کئے تھے اسی ٹیکنیک سے۔" ٹوٹو پھر "قل قل" کر کے ہنسی۔

"مائی گڈنیس......! 1000 پاؤنڈز۔" یمنٰی نے آنکھیں پھاڑیں۔

"اتنا کیش لے کر گھومتے ہیں وہاں لوگ کریڈٹ کارڈز کے زمانے میں......؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"اوہ بھئی......! ایک مرتبہ میں تھوڑا ہی مارے تھے...... مار مار کر جمع کئے تھے۔"

"ہش...... وہ آ رہا ہے حجازی......!" بات کرتے کرتے یمنٰی نے ایک دم ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے الرٹ کیا اور خود جلدی سے سیٹ ہو کر بیٹھ گئی اور اُنگلیوں سے بال درست کرتی مارے خوش اخلاقی کے مسکرا مسکرا کر حجازی کی طرف دیکھنے لگی۔

حجازی نے قریب آ کر وکٹری کا نشان دو اُنگلیوں سے بنایا پھر انگوٹھا دکھایا اور ڈرائیونگ سیٹ کی طرف کا ڈور کھول کر بیٹھ گیا۔

قیمتی مسحور کن خوشبو کار کی فضاء میں بکھر گئی۔ حجازی نے بیک سیٹ پر بیٹھی یمنٰی کو مرر میں تاکا۔

''یہ رو کیوں رہی ہے ٹوٹو......؟'' حجازی کے کمنٹ پر یمنٰی ہڑبڑا کر چونکی ہوگی۔ اس کا مطلب ہے آج اس کی صورت کچھ خاص ظاہر کر رہی ہے کوئی اپنا رلٹی ضرور Show ہو رہی ہے۔

''مائی فٹ......! میں کیوں فضول میں اتنی ٹینس ہو رہی ہوں......؟ آخر یہ ٹوٹو بھی تو ہے سال میں چار مرتبہ ہنی مون منا کر آتی ہے۔'' یمنٰی نے خود کو لعنت ملامت کرنا شروع کر دیا۔

''اس کے سر میں درد ہے حجازی......!'' ٹوٹو نے بات بنائی۔

''نو پرابلم......! دوا ہے میرے پاس......!'' حجازی نے لاپرواہی سے جواب دیا اور کار بیک کرنے لگا۔

ٹوٹو نے زبردست قہقہہ لگایا جیسے کوئی بہت دلچسپ لطیفہ سنا ہو جبکہ یمنٰی کی کیفیت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

''زندگی کی سب سے بڑی چوری، ڈاکہ پڑتا تو کم از کم ڈاکو کی تصویر تو ذہن میں ہوتی...... افسر علی......؟ نور خان......؟ دل کی گواہی تو اصل گواہی ہوتی ہے...... افسر علی کا نام ذہن مسلسل مسترد کر رہا تھا۔''

''یہ چھوٹے موٹے لوگ جن کا آگا پیچھا ہم نہیں جانتے کہاں سے آئے ہیں......؟ کیا کچھ کر کے آئے ہیں......؟ ان کا کوئی معیارِ زندگی نہیں ہوتا...... بالکل جانوروں جیسی زندگی...... رزق کی تلاش میں اِدھر اُدھر منہ مارا، پیٹ بھرا اور سو گئے...... نفس نے تنگ کیا تو پاس ہی کوئی نر مادہ مل گئی...... چھی چھی۔'' اسے نور خان کے تصور ہی سے گھن آ گئی۔

''یہ فوم کی گڑیا آج بہت خاموش ہے...... ریئلی اس کی طبیعت خراب ہے......؟'' مصطفیٰ حجازی نے مرر میں یمنٰی کو دیکھتے ہوئے شریر لہجے میں پوچھا۔

''ہاں کچھ کچھ......! میں زبردستی لے کر آئی ہوں...... اس کا تو موڈ ہی نہیں تھا۔'' ٹوٹو نے حجازی کی طرف دیکھ کر کہا۔

''بہت اچھا کیا...... ابھی ٹھیک کر دیں گے اس کی طبیعت...... ڈونٹ وری...... آج سی سائیڈ پر چلتے ہیں...... اُونچی ایئر انجوائے کرتے ہیں۔''

''ڈن......!'' ٹوٹو نے ہاتھ اُونچا کیا اور حجازی نے ہتھیلی سے ہتھیلی ملائی۔ پھر جلدی سے لہراتی کار کو قابو میں کیا۔

''سی سائیڈ رہنے دو ٹوٹو......! بہت دیر ہو جائے گی...... حجازی کو وہاں سے صبح تک اُٹھانا مشکل ہوگا۔'' یمنٰی نے گھبرا کر بے ساختہ کہا تھا۔

''ہاہا...... ہا......!'' مصطفیٰ حجازی نے بھرپور قہقہہ لگایا۔

''ٹوٹو......! یہ تو بہت ڈری ہوئی ہے...... اسے کسی نے بتایا نہیں کہ جو ڈر گیا وہ مر گیا...... بلکہ یہ تو ہمیں بھی مروا دے گی...... اسے سمجھاؤ......! ہم سوئٹزر لینڈ کی تیاری کر رہے ہیں اور تم سارا مزہ خراب کر رہی ہو۔'' مصطفیٰ حجازی بہت اعتماد سے کہہ رہا تھا جس پر یمنٰی کے اندر تھرل سی پیدا ہوئی۔

''سوئٹزر لینڈ...... زمین کی جنت...... کئی سال پہلے ممی کے ساتھ گئی تھی...... آج تک ایک حسین خواب کی طرح یاد تھا...... ایک ارب پتی تخی داتا قسم کے دوست کے ساتھ سوئٹزر لینڈ یاترا......؟ کیا واقعی......؟'' اسے حیرت و استعجاب نے آ گھیرا۔ خود بخود احساسات بدلنے لگے۔

''ہاں اسے یہاں سے چلے ہی جانا چاہئے...... ڈکیٹر قسم کے باپ دادی...... فالتو کی نصیحتیں فضیحتیں...... زندگی ہے یا کوئی جنجال...... اپنی کوئی زندگی ہی نہیں...... اب ممی کو ہی دیکھ لو...... آتے آتے تاکید لیٹ مت ہونا، جلدی آنا...... خواہ کتنی اچھی کمپنی ہو بھوت بنگلے میں جلدی واپس جاؤ...... ہر طرف سناٹے کا راج، بند دروازے، بند کمرہ...... لے دے کر کمپیوٹر، سی ڈیز، ڈی وی ڈیز...... دس مرتبہ کی سنی ہوئی کیسٹس...... نانسنس ہوم...... گوہیل ہوم...... خود کی تو پراپر قسم کی ایکٹویٹیز ہیں...... فیتے کاٹتے جا رہی ہیں...... بزنس ڈنر اٹینڈ کر رہی ہیں...... کبھی کسی بیوروکریٹ کبھی قونصلیٹ کی چمچہ گیری کر رہی ہیں......

دولت جمع کر رہے ہیں ہمارے پیرنٹس ہمارے لئے جو بڑھاپے میں آزادی سے استعمال کرنے کو ملے گی...... ہونہہ......!''

''یہ پھر خیالوں میں کھوگئی ہے...... ٹوٹو......! اس سے پوچھو ''دوائی'' چاہئے......؟ کار میں بھی اویل ایبل ہوتی ہے۔'' حجازی نے ذومعنی بات کی۔

یمنی پھر چونک پڑی۔ ''دوائی'' کا ذومعنی اشارہ سنتے ہی اندر ایک بیقراری سی لگ گئی۔ اسے خیال آیا واقعی وہ تو ''دوائی'' ہے۔ جان چھوٹ جاتی ہے ہر قسم کے ٹینشن سے۔ بندہ ایک دم ریلیکس ہو جاتا ہے۔

اسے خیال آیا وہ صبح سے کتنی اذیت میں ہے۔ کبھی کچھ سوچ رہی ہے کبھی کچھ۔ اسے کل اور پرسوں اس کی ضرورت نہیں تھی۔ ان لوگوں نے زبردستی کی تھی مگر آج سچ مچ اسے اس دوا کی ضرورت ہے ورنہ صبح تک اس کے دماغ کی شریانیں پھٹ جائیں گی۔

''اوہ حجازی......! کیا یاد دلایا تم نے......! بنڈل آف تھینکس......! چلو کسی ٹھکانے پر تو چل کر بیٹھو۔'' یمنی کا آن کی آن میں سب کچھ بدل گیا۔

اسے ہر صورت ان اذیت ناک سوچوں سے چھٹکارا چاہئے تھا۔ اسے ایزی رہنے کی عادت تھی۔ اسے کیا پتہ تھا کہ بوجھل طبیعت کیا ہوتی ہے، انتظار کیا ہوتا ہے، اِدھر تمنا کی اُدھر حاضر۔ مرضی کا کھانا، مرضی کا سونا، کبھی کبھی دادی مزہ خراب کرنے آجاتی تھیں تو وہ اس کا بھی حل نکال لیتی تھی۔ کسی دوست کے پاس گپ شپ کرنے چلی جاتی، دل بھر کر ''دقیانوسی'' دادی کا مذاق بناتی، دل کی بھڑاس نکل جاتی اور وہ ہلکی ہو جاتی۔

ٹوٹو اور حجازی اس کے بے ساختہ انداز پر دل کھول کر ہنس رہے تھے۔ ٹوٹو تو باقاعدہ لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔

''اوہ......! مائی گاڈ......! مانتے ہیں حجازی تمہیں......!'' وہ ہنسی روک کر کہہ رہی تھی۔

''ابھی تو یونہی کہہ رہی ہو لیکن ایک دن دل سے مانو گی۔'' حجازی نے بڑے اسٹائل

سے کہا۔

''یہ دل وِل درمیان میں لانے کی ضرورت نہیں ورنہ پھنس سکتے ہو۔'' ٹوٹو نے [illegible] کی۔

''وہ پھنسنے والے مر گئے اب تو پھانسنے والے تمہارے ساتھ ہیں۔'' حجازی نے کہا اور ٹوٹو نے یوں قہقہہ لگایا جیسے زبردست داد دے رہی ہو۔

یمنی بھی مسکرا رہی تھی۔ آنے والے مدہوش وقت کے احساس ہی سے وہ پُرسکون ہوگئی تھی۔

* * *

''یمنی کیسل'' میں تین بندے انتظار کی سولی سے لٹک رہے تھے۔ گھر کی تمام تیز روشنیاں گل تھیں۔ ہلکی ہلکی روشنی میں ہر چیز دُھندلائی ہوئی تھی۔

فاخرہ خانم تو لاؤنج میں لیٹی ہوئی تھیں۔ موبائل مستقل ان کے ہاتھ میں تھا۔ وہ مستقل کونٹیکٹ کرنے کی کوشش میں لگی ہوئی تھیں مگر دوسری جانب کوئی جواب نہ تھا۔ کبھی یمنی کو ملاتیں کبھی ٹوٹو کو۔

ساری زندگی میں ایسی عذاب رات پہلی مرتبہ آئی تھی۔ کبھی ارباب علی سے زبردست جنگ ہوئی تو ٹرنکولائزر کھا کر سوگئیں۔ خوب سو کر اُٹھیں تو ارباب علی گھر سے غائب۔ خود بخود نارمل ہو جاتیں۔ روٹین کے کام شروع ہو جاتے۔

لیکن ایسا وقت تھا کہ ٹرنکولائزر کی ڈھال بھی ناکارہ تھی۔ پورے ہوش وحواس میں اذیت برداشت کرنا تھی۔ اولاد بھی کیا شئے ہے۔ انسان کو وہاں مجبور کر دیتی ہے جہاں انسان مجبور ہونے کے بجائے مرنا پسند کرے مگر اولاد کی خاطر مجبوری منظور کرنا پڑ جاتی ہے۔ موت سے خوف آنے لگتا ہے کہ ہم مر گئے تو اس کے ساتھ کیا ہوگا......؟ اس وقت جب اولاد ایسی ہو جسے ماں باپ کے علاوہ کوئی برداشت کرنے کو تیار نہ ہو۔

دوسرا جاگنے والا افسر علی تھا۔ اس کی سچائی ثابت ہونے والی تھی۔ اس کے اندر کوئی

ہیجان نہیں تھا صرف دُکھ تھا۔ وہ فاخرہ خانم کو انتظار میں جاگتے دیکھ چکا تھا اس لئے نیچے آنے سے پرہیز کر رہا تھا۔ کچھ لوگ اتنے باحیا ہوتے ہیں کہ کسی کی شرمندگی پر خود ہی مرے جاتے ہیں۔ وہ اُوپر ٹیرس میں ٹہل رہا تھا۔ کسی گاڑی کی ہیڈ لائٹس نظر آتیں تو دل دھڑک اُٹھتا مگر وہ گاڑی اِدھر اُدھر مڑ جاتی۔ دل پھر سے ڈوبنے لگتا۔

تیسرا بندہ نور خان تھا۔ کوارٹر سے باہر آ کر جھانکتا۔ کان کار کے رُکنے کی آواز پر لگے ہوئے تھے۔ لاہوری چرغہ کھا کر کوکا کولا پی کر ڈکاریں لے لے کر عاجز آ گیا مگر ابھی تک دل کی مراد پوری ہونے کے آثار نہیں تھے۔ اندر کی بے کلی بہت بڑھتی تو کولر سے ٹھنڈا پانی گلاس بھر کر پی لیتا مگر ایک سلگتی ہوئی آگ تھی جو سر اور ہتھیلیوں سے پھوٹتی محسوس ہوتی تھی۔

"آج تو مس صاحبہ بہت تفریح کر رہا ہے..... کہیں وہ "سرخ جن" (حجازی) تو اپنا کام نہیں دکھا رہا......؟" چور کو ساری دُنیا ہی چور نظر آتی ہے۔ اس کی سوچ کی اُڑان اتنی ہی ہو سکتی تھی۔

تقریباً رات کے تین بجے گیٹ کار کی ہیڈ لائٹس سے روشن ہوا۔ تینوں جاگنے والے چوکنے ہو گئے۔

فاخرہ خانم کانپتے قدموں سے اپنی جگہ سے چلیں۔

افسر علی ٹیرس کی ریلنگ پکڑ کر دیکھنے لگا۔

نور خان نے کوارٹر کے دروازے سے جھانکا۔

فاخرہ خانم گیٹ تک پہنچی ہی تھیں کہ کار کے دروازے کھٹ کھٹ بند ہوئے اور روانہ ہونے کی آواز آئی۔ چوکیدار کے کیبن میں گھنٹی بجی تھی۔ وہ نیند سے بے حال گیٹ کھول رہا تھا۔

گیٹ کھلا مگر یمنٰی اندر نہیں آئی۔

فاخرہ خانم کا دل کانپا، جسم پر رعشہ سا طاری ہوا۔ وہ بمشکل گیٹ تک آئیں۔

چوکیدار انہیں دیکھ کر ایک طرف ہو گیا۔

یمنٰی دونوں ہاتھوں سے گیٹ تھامے سر جھکائے کھڑی تھی۔

فاخرہ خانم نے بے اختیار سینے پر ہاتھ رکھ لیا۔

اب افسر علی سے مزید کھڑے ہو کر تماشا نہ دیکھا گیا۔ وہ سرپٹ دوڑتا ہوا گیٹ تک آیا۔

فاخرہ خانم ایک لمحے کو اس کی طرف متوجہ ہوئیں پھر باہر دیکھنے لگیں۔ ہاتھ ابھی تک سینے پر دھرا تھا۔ گویائی سلب ہو چکی تھی۔

افسر علی آگے بڑھا اور یمنٰی کا بازو تھام کر بولا۔

"یمنٰی...... اندر چلو......! یہاں کیوں کھڑی ہو......؟"

"وہ کمبخت نور خان ابھی تک گاڑی لے کر نہیں آیا............ کا بچہ......! (گالی) شوٹ کر دوں گی اسے۔" یمنٰی کی عجیب سی آواز، ٹوٹا پھوٹا لہجہ۔

فاخرہ خانم تیورا کر گرنے لگیں۔ بمشکل گیٹ تھام کر سہارا لیا مگر بند آنکھیں کھولنا مشکل ہو گئیں۔

"یمنٰی......! تم گھر آ چکی ہو...... اندر چلو......!" افسر علی نے اس کا بازو پکڑ کر کھینچا۔

"گھر......! میرا کوئی گھر نہیں ہے...... مجھے سمندر میں ڈوبنے دو......!"

فاخرہ خانم نے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا اور انتہائی کمزور آواز میں افسر علی سے بولیں۔

"مم...... میں یمنٰی کے بیڈ میں جا رہی ہوں...... تم کسی طرح بھی اسے اندر لے آؤ...... مجھ سے اب کھڑا نہیں ہوا جاتا۔" یہ کہہ کر وہ آہستہ آہستہ اندر کی طرف بڑھیں۔ اس بوڑھے کے انداز میں جس پر اچانک غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہو اور کمر ٹوٹ گئی ہو۔

یمنٰی اسی طرح سر جھکائے گیٹ تھامے کھڑی تھی۔ تراشیدہ بالوں نے اس کا چہرہ چھپا دیا تھا۔ افسر علی نے اسے اپنے بازو میں تھام کر کھینچنے کی کوشش کی۔

چوکیدار پتھر کے بت کی طرح کھڑا تھا۔ نیندیں اُڑنچھو ہوگئی تھی جیسے اب کبھی نہیں آئے گی۔

نور خان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو رہا تھا مگر وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں پا رہا تھا۔ کچھ ٹھیک سے نظر بھی نہیں آ رہا تھا۔ تماش بینی کا شوق اندر طوفان اُٹھا رہا تھا۔

افسر علی نے پوری قوت سے یمنیٰ کو کھینچا۔ پھر گھسیٹتا ہوا اندر کی طرف چلا۔

چوکیدار گیٹ بند کرتے ہوئے بھی پلٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔ افسر علی اور یمنیٰ کے اندر غائب ہوتے ہی اس نے کانوں کو ہاتھ لگایا، ناک کو چھوا۔

"توبہ توبہ......! یہ پیسے والا لوگ......امارا بچہ لوگ کا فیس مشکل سے جاتا ہے......اِدھر یہ بڑا لوگ پیسہ کچرے میں پھینکتا ہے......دُنیا میں تماشا آخرت میں خرابی۔" وہ بڑبڑا رہا تھا اور ایک مرتبہ کیبن میں جاتے جاتے پھر انٹرنس کی طرف دیکھا تھا۔

نور خان اندر جا کر اپنی چارپائی پر لیٹ گیا تھا۔ ابھی اسے مزید جاگنا تھا۔ جانگسل انتظار لاحق تھا جس سے بہرحال گزرنا تھا۔

افسر علی یمنیٰ کو کھینچ کھانچ کر اس کے بیڈ روم میں پہنچا۔ یمنیٰ بدستور مزاحمت کر رہی تھی۔

"سب کو دیکھ لوں گی......سوئٹزر لینڈ سے صرف ریوالر لاؤں گی......ایک ایک کو شوٹ کر دوں گی......یہ سالے لوگ مرتے کیوں نہیں......؟ مجھے تنگ کرنے کو زندہ بیٹھے ہیں......؟"

فاخرہ خانم کے وجود میں جیسے زلزلہ سا آ گیا۔ اپنی جگہ سے اُٹھیں۔ یمنیٰ کے بال اپنی مٹھی میں دبوچ کر اس کا سر اُونچا کیا اور چٹاخ چٹاخ اس کے رُخساروں پر طمانچے مارنا شروع کر دیئے۔ ہر طمانچے پر یمنیٰ جھول جھول جاتی۔

افسر علی بمشکل سنبھالتا۔ حملہ اچانک تھا وہ خود سنبھل نہیں پایا تھا۔

"آئندہ گھر سے باہر نکلی تو ٹانگیں توڑ دوں گی......بے غیرت......! اتنے لاڈ پیار

محبت کا یہ صلہ......دفعہ ہے تیری جیسی اولاد پر......تیرے باپ نے کاک ٹیل پارٹیز میں بھی اپنی پارسائی پر آنچ نہیں آنے دی......اتنے مضبوط باپ کی اتنی آوارہ بیٹی......؟ میں بچ بچ کر چھوٹ دیتی رہی۔" اب انہوں نے زور زور سے دوہتڑ مارنا شروع کیے۔

افسر علی نے ان کے ہاتھ روکے۔

"چچی جان......! یہ ہوش میں نہیں ہے ابھی......نہ اس پر مار کا اثر ہے نہ ہی آپ کی بات اس کی سمجھ میں آ رہی ہے......جو کچھ کہنا ہے صبح کہیے گا......پلیز......! ابھی آپ بھی آرام کریں اور اسے بھی سونے دیں......پلیز چچی جان......!"

"افسر علی......! لٹا دو اسے......اور اس کے پاؤں میں زنجیر باندھ دو......منہ کالا کر دیا ہے اس نے ہمارا......سیاہ آندھی گھس گئی ہے اس گھر میں......تمہارا چچا کھڑے کھڑے تین طلاقیں دے دے گا۔" وہ بلک بلک کر رونے لگیں۔

افسر علی نے یمنیٰ کو بستر پر ڈالا اور چچی کے پاس آیا۔ لٹی پٹی چچی کو دیکھ کر سب رنجشیں بھول گیا اور ایک بیٹے کی طرح ان کے شانے تھام کر بہت دلسوزی سے بولا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا......اب آپ کے نوٹس میں سب کچھ آ گیا ہے......شروع شروع کی بات ہے یہ آسانی سے کنٹرول ہو جائے گی......آپ میں صلاحیت ہے آپ سنبھال لیں گی۔"

"افسر علی......! خدا کے لئے کسی سے ذکر مت کرنا......ایسی لڑکی سے تو عیاش بھی شادی نہیں کرتا......میرے پیارے بیٹے......! میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔" وہ بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہی تھیں۔

"حد کرتی ہیں چچی جان......! میں اپنے ہی گھر کا تماشا بناؤں گا......؟ مجھ پر بھروسہ کریں......جایئے پلیز......! آپ آرام کریں۔" وہ ان کو تھام کر کمرے سے باہر لے جانے لگا۔

فاخرہ خانم نے باہر نکلتے ہوئے پلٹ کر سوئی ہوئی یمنیٰ کی طرف دیکھا اور اذیت

سے آنکھیں بند کر لیں۔

افسر علی نے نکلتے ہوئے دروازہ بند کر دیا اور فاخرہ خانم کو ان کے بیڈروم تک چھوڑنے گیا۔

واپس اپنے کمرے میں آ کر اسے یوں محسوس ہوا جیسے اسے بھی ٹرنکولائزر کی ضرورت ہے ورنہ وہ سو نہ سکے گا۔ وہ دل سے اللہ کو یاد کرنے لگا اور دُعا کرنے لگا کہ اللہ اس پر رحم کرے۔

کافی دیر وِنڈو میں یونہی کھڑا رہا۔ بہت کچھ سوچ رہا تھا مگر کوئی سرا ہاتھ میں نہیں آ رہا تھا۔

بے بسی کے اس لمحے اسے یاد آیا کہ دادی کہہ رہی تھیں میرا تو برسوں کا معمول ہے سونے سے پہلے ایک ہزار مرتبہ ”یا حیی یا قیوم“ پڑھتی ہوں بہت میٹھی نیند آتی ہے اور قرآن میں ہے ”بے شک دلوں کو اطمینان اللہ کے ذکر سے ہی ملتا ہے۔“ یہ خیال آتے ہی وہ واش روم میں وضو کرنے چلا گیا۔ وہ ”یا حیی یا قیوم“ پڑھنے کا عزم کر چکا تھا۔

●●●

ایک گھنٹہ کروٹیں بدلنے کے بعد نورخان آخر کار اُٹھ کھڑا ہوا اور بڑے زور سے انگڑائی لی۔ گھڑی کی طرف دیکھا سوا چار بج رہے تھے۔

وہ مطمئن ہو گیا کہ ساری رات کے جاگے ہوئے اس وقت گہری نیند سو چکے ہوں گے۔

وہ بہت محتاط انداز میں کوارٹر سے باہر آیا اور سب سے پہلے چوکیدار کے کیبن کی طرف دیکھا۔ چوکیدار لوگ تو ویسے ہی سونے کا بہانہ ڈھونڈتے ہیں۔ اس طرف مکمل سناٹا تھا۔

وہ چوروں کی طرح دَبے پاؤں کوٹھی کے اندر داخل ہوا اور پھونک پھونک کر زینہ طے کرنے لگا۔

یمنٰی کے بیڈروم کے سامنے پہنچ کر اس نے اِدھر اُدھر کا جائزہ لے کر اپنی حتمی تسلی کی۔ بس یہ ٹینشن ابھی باقی تھی کہ جاتے جاتے افسر علی دروازہ لاک نہ کر گیا ہو۔

اس نے آہستگی سے ہینڈل گھمایا۔ دل مارے خوشی کے بلیوں اُچھلا۔ ہینڈل گھوم گیا۔ وہ جلدی سے اندر گھس گیا۔

کمرے میں تاریکی تھی۔ ایک دم سے تو کچھ سجھائی نہیں دیا۔ چند لمحے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا رہا۔ تب جا کر نظر اندھیرے میں کچھ دیکھنے کے قابل ہوئی۔

اس نے آگے بڑھ کر سوئچ کھٹ کھٹ کرنا شروع کیے۔ پہلے ٹیوب جلی جو اس نے فوراً بند کر دی۔ پھر فین چلا۔ اسپلٹ چل رہا تھا فین کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ بھی بند کر دیا۔

دو بٹن ٹیسٹ کرنے کے بعد تیسرے سے ہلکی روشنی کمرے میں پھیل گئی۔ اس نے پلٹ کر بستر کی طرف دیکھا۔ آج چور کی پہلی چوری والی حالت نہیں تھی۔

یمنٰی ہاتھ پاؤں ڈھیلے کیے بکھرے ہوئے گھاس پھونس کی طرح پڑی تھی۔

نورخان نے قریب آ کر پہلے اس کا منہ سونگھا اور اپنا ہر طرح سے اطمینان کیا۔ پھر شیطان کی نظر سے اس کا چہرہ دیکھا اور ہاتھ سے اس کے رُخسار کو چھوا۔ پیشانی پر بکھرے بال سمیٹ کر پیچھے کیے اور اپنی کوئی سوئی ہوئی حسرت پوری کی۔ پھر سر سے پاؤں تک جائزہ لیا اور مسکرایا۔

”واہ مس صاحبہ......! مفتے کا مرغا تو قاضی کو بھی حلال ہوتا ہے۔“ اور آگے بڑھ کر ہلکی روشنی بھی بجھا دی۔

●●●

افسر علی نے تسبیح تمام کی۔ دونوں ہاتھوں پر پھونک کر ہاتھ چہرے پر پھیرے۔ فجر کی اذانیں اس دوران ہو چکی تھیں۔ اب اسے نماز پڑھ کر ہی سونا تھا۔

پڑھتے پڑھتے حلق بھی خشک ہو چکا تھا۔ اس نے سوچا ذرا ٹھنڈا پانی پی کر نماز ادا

کرے بلکہ جب جاگ ہی رہا ہے تو مسجد میں جا کر جماعت ہی پڑھے کیوں زیادہ ثواب کا موقع گنوائے۔

وہ کمرے سے باہر آیا۔ بلا ارادہ نظر یمنیٰ کے کمرے کی طرف اُٹھ گئی۔ دُکھ کی ایک لہر دل کو چیرتی گزر گئی۔ ایک آہ سی سینے سے اُبھری۔

اس نے کچن میں جانے کے لئے زینے کا رُخ کیا مگر اپنی جگہ پر ٹھٹک کر رُک گیا۔ زمین آسمان گول گول گھومتے محسوس ہوئے۔

نور خان چوروں کے انداز میں یمنیٰ کے کمرے سے باہر آ رہا تھا۔

⌘ ⌘ ⌘

افسر علی کو تو یوں محسوس ہو رہا تھا گویا وہ کوئی بھیانک خواب دیکھ رہا ہے۔ جاگ جائے گا تو بہت دیر تک سوچے گا۔

نور خان نے باہر آ کر زبردست قسم کی انگڑائی لی۔ اب اسے بہت زور سے نیند آنا شروع ہو گئی تھی۔

افسر علی کو محسوس ہوا اس کا B.P شوٹ کر رہا ہے۔ وہ ایک دم جیسے خواب سے جاگا اور جست لگا کر نور خان تک پہنچا۔

یہ سب اتنا غیر متوقع تھا کہ نور خان کا ہارٹ فیل ہوتے ہوتے بچا۔ وہ بدحواس ہو کر زینے کی طرف بھاگا۔ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد شک کی کوئی گنجائش نہیں تھی، کوئی تذبذب نہیں تھا۔ چور کو قرار واقعی سزا دینے کا جذبہ آندھی بن کر اس کے اعصاب پر چھا چکا تھا۔

نور خان آگے آگے اور وہ پیچھے پیچھے بھاگ رہا تھا۔ نور خان بدحواسی کی وجہ سے بھاگ کھڑا ہوا تھا ورنہ یہ تو اسے بھی علم تھا کہ وہ گیٹ سے پار نہیں جا سکتا۔

افسر علی نے پلک جھپکنے میں اسے دبوچ لیا تھا۔

"کیا کر رہا تھا یمنٰی بی بی کے کمرے میں...... ؟ تلاشی دے...... دکھا اِدھر جیب۔"

نور خان کو کندھوں سے پکڑ کر بری طرح جھنجھوڑ کر پوچھ رہا تھا۔

بات کسی اور رُخ پر چل پڑی تھی جس سے نور خان کو تقویت سی ہوئی۔ اس نے بے خوفی و بے فکری سے خود کو تلاشی کے لئے پیش کر دیا۔

افسر علی نے اس کی جیبیں ٹٹولیں۔ نیفے پر ہاتھ چلایا۔ یہاں تک کہ اس کی پنڈلیوں، ٹخنوں تک کو چھوا کہ کچھ بندھا ہوا نہ ہو مگر کچھ بھی نہیں تھا۔ اس نے گھور کر نور خان کی شکل دیکھی۔

نور خان نے جلدی سے نظریں جھکا لیں۔

"کیا کر رہا تھا...... ؟ بغیر اجازت تیری ہمت کیسے ہوئی کوٹھی کے اندر قدم رکھنے کی...... ؟ منہ سے بولو...... کیا کرنے گئے تھے اندر...... ؟ جلدی جواب دو ورنہ ابھی تمہیں گرفتار کراتا ہوں...... جلدی بولو......!" افسر علی کسی سخت پولیس افسر کے سے لب و لہجے میں اس سے پوچھ رہا تھا۔

نور خان جیسا احمق اعظم کیا جواب دیتا۔ سچ بولنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

"سہراب خان......!" افسر علی نے چلا کر چوکیدار کو آواز دی۔ پھر پے در پے آوازیں دے ڈالیں۔

سہراب خان آنکھیں ملتا اپنے کیبن سے باہر آیا اور باہر کا منظر دیکھ کر نیند کی کیفیت ایک دم ہوا ہوگئی۔

"اس کا خیال رکھو...... اپنی گن اُٹھا کر اسے نشانے پر رکھو...... بھاگنے نہ پائے...... میں ایک منٹ میں آتا ہوں۔" افسر علی نے حکمیہ کہا۔

سہراب خان پلک جھپکتے اپنی گن اُٹھا لایا اور سچ مچ نور خان کا نشانہ باندھ لیا۔

صبح سویرے کی پُر نور فضا تھی۔ ہلکی ہلکی روشنی، پرندوں کے خوشیوں بھرے گیت اور

نور خان پر گویا موت کی کیفیت طاری ہو رہی تھی۔

افسر علی بھاگتا ہوا اندر گیا۔ وہ فاخرہ خانم کو بلانے جا رہا تھا کہ ان کی غیر موجودگی میں وہ کوئی بھی فیصلہ کن اقدام کرنا نہیں چاہتا تھا۔

"صاحب کو ایسے ہی غصہ آ گیا ہے لالہ......! تم میرے کو اِدھر سے جانے دو...... مہربانی ہوگا...... اپنا بچہ سمجھو لالہ......!" نور خان گڑگڑاتا ہوا سہراب خان کی طرف بڑھا۔

"خبردار......! اِدھر ہی رُک جاؤ ورنہ ام فائر کرتا اے...... تم نے ضرور کوئی غلط کام کیا ہے جو افسر صاحب ام کو نشانہ لینے کا بولتا ہے...... امارا بچہ نمک حرامی کرے گا تو ام دوسرے کے کہنے سے پہلے اس کو گولی مارے گا۔"

نور خان جوان تھا اور سہراب خان ادھیڑ عمر۔ نور خان کو خوش فہمی ہوئی کہ جیسے وہ تھوڑی ہمت کرے تو اسے زیر کر سکتا ہے۔ وہ رُکا نہیں، ہاتھ جوڑتا "لالہ لالہ" کرتا قدم بقدم آگے بڑھنے لگا۔

سہراب خان حکم عدولی پر مشتعل ہوگیا۔ اس نے خبردار کرنے کے لئے گن سے دو ہوائی فائر کئے۔

نور خان ٹھٹک کر اپنی جگہ رُک گیا اور سہراب خان کے تیور کا جائزہ لینے لگا۔

اسی لمحے افسر علی سرپٹ دوڑتا باہر آیا اور پیچھے پیچھے نائٹی پر چادر لپیٹے فاخرہ خانم۔

انہوں نے فائرنگ کی آواز سن لی تھی۔ وہ بھی گرتی پڑتی وہاں تک پہنچی تھیں۔

"کک...... کیا بات ہے...... ؟ کیا تماشا ہو رہا ہے...... ؟" وہ بدحواس ہو کر افسر علی سے پوچھ رہی تھیں۔

"چچی جان......! یہ وارداتیا واردات کر کے بھاگ رہا تھا...... میں نے اسے اپنی آنکھوں سے یمنٰی کے بیڈروم سے باہر آتے دیکھا ہے...... آپ اس سے پوچھئے یہ یمنٰی کے کمرے میں کیا کرنے گیا تھا......؟" افسر علی غصے کی شدت سے کانپ رہا تھا۔

"توبہ توبہ......! یہ تو نمک حرامی ہے......؟ آپ پولیس کے حوالے کرو صاحب......! اس کو نہیں چھوڑنا۔" فاخرہ خانم سے پہلے سہراب خان نے اپنے جذبات کا اظہار کر دیا۔

فاخرہ خانم تو چند لمحے پتھر بن کر نور خان کی طرف دیکھتی رہ گئیں۔ ٹانگیں بے جان سی ہو رہی تھیں، دل ڈوبتا جا رہا تھا۔

"چھی چھی......! یہ دو ٹکے کا چھوکرا...... اور ان کی نازوں کی پالی کروڑوں کی جائیداد کی اکلوتی وارث...... پھول جیسی بیٹی۔" ایک دم ان کے اندر ہیجان سا برپا ہوا۔ وہ چیل کی طرح نور خان پر جھپٹیں اور تڑ تڑ بے حساب طمانچے اس کے منہ پر مارنا شروع کیے۔

"بے غیرت......! نمک حرام......! حرامی......! تیری یہ مجال......؟ اتنی ہمت......؟ میں تو پٹرول چھڑک کر تجھے آگ لگا دوں گی۔" اب انہوں نے اس کے سینے پر دو ہنٹر مارنا شروع کر دیئے۔

افسر علی نے آگے بڑھ کر انہیں سنبھالا۔

"چچی جان......! آپ کچھ نہ کریں...... پلیز خود کو سنبھالیں...... میں ابھی 15 پر پولیس کو کال کرتا ہوں...... آپ اسے پولیس کے حوالے کریں وہ خود نمٹ لے گی اس سے...... یہاں تو کوئی اس کی ضمانت دینے والا بھی نہیں ملے گا۔"

"پولیس......؟" نور خان کی تھرتھری چھوٹ گئی اور فاخرہ خانم وحشت زدہ سی ہو گئیں۔ سامنے رُسوائی جگ ہنسائی کے نیون سائن چمکنے لگے۔

"احمق ہو تم......! تماشا بنواؤ گے اپنے چچا کا......؟ یہ کمبخت جانے پولیس کے سامنے کیا بیان دے ڈالے...... اس کو لاتیں گھونسے مار کر یہاں سے دفعان کر دو۔"

"سہراب خان......! گیٹ کھولو اور اسے دھکے مار کر باہر کرو...... جلدی کرو اپنے صاحب کے اُٹھنے سے پہلے پہلے منہ کالا کرو اس کا۔" یہ کہہ کر انہوں نے دونوں ہاتھوں

سے اپنا چکراتا ہوا سر تھام لیا۔

افسر علی سمجھا وہ بیہوش ہو رہی ہیں۔ اس نے ایک مرتبہ پھر انہیں تھام لیا۔

"چچی جان......! اس کو پولیس کی مار لگوائیں...... جیل میں چکی پسوائیں...... ایسے نہیں چھوڑیں...... کل کو یہ کہیں اور اسی طرح کی حرکت......"

"خاموش ہو جاؤ افسر علی......! ایک لمحے میں اسے میری آنکھوں سے اوجھل کرو ورنہ مجھے برین ہیمبرج ہو جائے گا...... میرا B.P شوٹ کر رہا ہے...... ہری اَپ...... جلدی...... فوراً دفع کرو۔"

افسر علی تو فاخرہ خانم کی حالت دیکھ کر واقعی بری طرح گھبرا گیا اور سہراب خان کو گیٹ کھولنے کا اشارہ کیا۔

اس دوران نور خان ہاتھ باندھے مسکین سی شکل بنائے کھڑا رہا جیسے وہ لوگ غلط فہمی کی وجہ سے ناحق اس سے بدگمان ہو رہے ہیں اور اس جیسا ننھا معصوم تو پوری دُنیا میں کہیں نہیں ہو گا۔

چوکیدار نے گیٹ وا کر کے اسے گن کی نالی کے زور پر گیٹ کی طرف دھکیلا۔

"غرق ہو......! مالکن نے تیرے اُوپر رحم کر دیا...... پولیس والوں کے ہنٹر سے بچا لیا...... انسان کا بچہ ہو گا تو سبق لے گا...... سالا......! بے غیرت......! نمک حرام......!"

وہ اس کو دَھکے دے کر باہر کرتے ہوئے الوداعی کلمات کے طور پر بولا اور بڑے غصے سے گیٹ دوبارہ بند کر دیا۔

اب صبح بھرپور ہو چکی تھی۔ صبح کے اُجالے میں فاخرہ خانم کو افسر علی کے سامنے کھڑا ہونا دوبھر ہو رہا تھا مگر قدم بھی من من بھر کے ہو رہے تھے۔ انہوں نے بڑی بے بسی سے افسر علی کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ ام الکتاب میں رب العالمین قیامت کے دن کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتا ہے کہ "وہ دن جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔"

ایک ماں قیامت سے گزرے تو وہ تو بڑھاپے اور ضعیفی کی انتہاؤں سے گزر جائے

گی۔ فاخرہ خانم کے اعصاب وقویٰ بالکل اُس ضعیف عورت کی طرح کمزور ہو چکے تھے جس کی کمر جھک گئی ہو۔ بینائی جواب دے چکی ہو۔ سماعت ٹھپ ہو چکی ہو۔

افسر علی نے کمال ہمدردی سے انہیں تھام لیا اور اندر کی طرف بڑھا۔ وہ اپنا سارا بوجھ افسر علی پر ڈالے خود کو گھسیٹ رہی تھیں۔ کانوں میں ارباب علی کی لعن طعن گونج رہی تھی۔

''سوتی رہو...... جو مائیں اپنی اولاد کی دیکھ بھال کا وقت سونے میں گنوا دیتی ہیں مری ہوئی ہوتی ہیں...... اپنی اولاد کے لئے...... بن ماں کی بچی ہے میری۔''

افسر علی انہیں سنبھالتا بمشکل اُوپر پہنچا تو وہ اشارے سے بولیں کہ وہ یمنٰی کے کمرے میں جانا چاہتی ہیں۔

افسر علی نے انہیں یمنٰی کے کمرے کے سامنے کھڑا کر دیا اور آہستگی سے ہینڈل گھما کر دروازہ بھی تھوڑا سا وا کر دیا۔

فاخرہ خانم نے دروازے پر ہاتھ رکھا۔ دوسرے ہاتھ سے چوکھٹ تھامی اور افسر علی کو اشارے سے کہا کہ اب وہ اِدھر سے چلا جائے۔

افسر علی خاموشی سے اپنے بیڈروم کی طرف بڑھ گیا۔ جب تک وہ اپنے بیڈروم میں داخل نہیں ہو گیا فاخرہ خانم اس کی طرف دیکھتی رہیں۔ اس کے منظر سے اُوجھل ہوتے ہی انہوں نے ہاتھ کا دباؤ ڈال کر دروازہ مزید دھکیلا اور اندر داخل ہو گئیں۔

اس کے بعد دونوں ہاتھ پیچھے کر کے دروازہ بند کر دیا اور پشت ٹکا کر آنکھیں موند لیں جیسے خود کو سنبھال رہی ہوں۔ اپنی بکھری ہوئی طاقت اکٹھی کر رہی ہوں۔ دو تین منٹ اسی کیفیت میں کھڑی رہیں پھر آنکھیں کھول کر یمنٰی کی طرف دیکھا۔

''لوگوں کی بیٹیاں کتنی مضبوط ہوتی ہیں...... دوسرے ملکوں میں تعلیم حاصل کرنے جاتی ہیں...... جہاز اُڑاتی ہیں...... ادارے چلاتی ہیں...... اب غور کرنا پڑے گا مضبوط عورت کیسے بنتی ہے......؟''

وہ بے سدھ بے ترتیب یمنٰی کی طرف بغور دیکھنے لگیں۔ آنکھوں سے آنسو لڑیوں کی صورت گر رہے تھے۔



افسر علی اپنے کمرے میں آ کر بیڈ پر دراز ہونے کے بجائے ایزی چیئر پر بیٹھ گیا اور دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر رکھ لئے۔ آسمان سے بلائیں اُتر رہی تھیں۔ ساری سیکیورٹی دھری کی دھری رہ گئی تھی۔ ڈاکہ تو پڑ گیا تھا۔ نہ تالے ٹوٹے نہ الارم بجا۔ نہ ہی مزاحمت کی نوبت آئی۔ سرحدوں پر فوج تھی۔ شہر میں پولیس گھر میں اسلحہ بردار چوکیدار پھر بھی لوٹ مچ گئی تھی۔

''کیا اب اس گھر میں کوئی خوشی آئے گی......؟ کیا دُور تک کسی آس کا دیا ٹمٹماتا دکھائی دے گا......؟ کیا اتنی ڈھیر دولت کے بل بوتے پر ایک بھی روحانی خوشی کہیں سے خریدی جا سکے گی......؟ میرے پیارے چچا کو سب کچھ پتہ چل گیا تو......؟ وہ تو ایک لمحے میں اپنی باقی ماندہ عمر کی تمام منزلیں طے کر لیں گے...... کیا بنے گا اس گھر کا......؟''

''کیا یمنٰی اس حادثے سے کوئی سبق لے گی......؟ یا اس کے نزدیک اس حادثے کی کوئی اہمیت نہیں ہو گی......؟ سنا تو یہی ہے جس کو نشے کا سانپ ڈس لے اس کی رگ رگ میں بے غیرتی کا زہر اُتر جاتا ہے۔''

افسر علی کی ذہنی حالت بہت اَبتر ہو چکی تھی۔ صدمے کی آنچ اتنی شدید تھی کہ آنسو بھی دھواں بن کر اُڑ چکے تھے۔ ہر طرح سے خلاء کی کیفیت طاری تھی۔ حالانکہ اس کا دل چاہ رہا تھا وہ کچھ کرے مگر یہ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا کرے۔

''چلو ایک خاص کام تو ہوا...... نور خان تو دفعان ہوا...... یمنٰی پھر بغیر ڈرائیور کے ہو گئی اور یہ ایک طرح سے مہلت ہے...... اس دوران کچھ کرنا ہو گا۔'' افسر علی اب ایک Reformer کی طرح سوچ رہا تھا۔ اچھی اور پُر امید سوچ سے بھی انسان کی کیفیت میں مثبت تبدیلی آ جاتی ہے۔

وہ ایک جذبے سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ وہ برائی سے ہرگز ہار نہیں مانے گا۔ اس نے گویا عزم کیا۔

◆ ◆ ◆

ارباب علی کی آنکھ کھلی تو بڑا حیرت ناک قسم کا منظر سامنے تھا۔ وہ ایک دم بھونچکے سے رہ گئے۔

فاخرہ خانم سبز مخملی جائے نماز پر بیٹھی سیاہ چادر میں لپٹی، ہاتھوں میں تسبیح لٹکائے اور ہاتھوں سے چہرہ چھپائے بڑے خضوع وخشوع سے دُعا مانگ رہی تھیں۔

ارباب علی نے ہاتھ بڑھا کر اپنی ریسٹ واچ اُٹھا کر وقت دیکھا اور ریسٹ واچ رکھتے ہوئے اُٹھ بیٹھے۔ ان کی نظریں مسلسل فاخرہ خانم کی طرف تھیں جن میں اُلجھن بھی تھی اور دُنیا زمانے کے استعجاب بھی۔

رمضان میں تو اس طرح کا منظر آٹھ دس مرتبہ دکھائی دیتا تھا مگر عام دنوں میں تو انہوں نے بیوی کو اذان کے وقت سر ڈھانپتے بھی نہیں دیکھا تھا جبکہ وہ بچپن سے ہی نماز کے پابند تھے۔

ایک آدھ مرتبہ انہوں نے فاخرہ خانم کو اشارے کنائے میں متوجہ کرنے کی کوشش کی تھی مگر پھر یہ سوچ کر کہ دین میں زبردستی نہیں، سب اپنے اپنے اعمال کے جوابدہ ہیں، خاموش ہو رہے اور شاید ان دونوں کے شدید اختلافات کی وجہ بھی رُجحانات کا فرق تھا۔

وہ لیڈی حمیرا خان کی پوتی اور صاحبزادی معیقہ برلاس کی بیٹی تھیں۔ ارباب علی قلندر رحمت علی کے پوتے اور سلمیٰ بیگم کے بیٹے تھے۔ طرز زندگی کا تفاوت ہمیشہ کرب و مسائل کا باعث بنتا ہے۔

فاخرہ خانم کی زندگی میں اگر بیس سالہ منگنی ختم ہونے کی ٹریجڈی نہ آتی تو شاید ان کے خاندان میں ارباب علی کو کبھی درخورِ اعتناء نہ جانا جاتا۔ ارباب علی اس وقت صرف ایک کلاس وَن افسر تھے انہوں نے اپنے بل بوتے پر اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی۔ یعنی سیلف

ہینڈسم تھے۔

فاخرہ خانم کے والد نے انہیں ان کے آفس میں ہی دیکھا اور پسند کیا تھا۔ جس ستائیس سالہ ارباب علی پر یہ حیرت آمیز انکشاف ہوا کہ پاکستان کے چند قابل ذکر گھرانوں میں سے ایک گھرانہ ان پر دل وجان سے مہربان ہوگیا ہے تو مارے خوشی کے ان کی نیند ہی اُڑ گئی تھی۔ جس مقام پر پہنچتے پہنچتے انسان کی ایک عمر تمام ہو جاتی ہے وہ انہیں پلک جھپکتے میں حاصل ہو رہا تھا۔

فاخرہ خانم کے گھر والوں نے یہ بات ان سے چھپائی تھی کہ ان کی بیس سالہ منگنی ٹوٹ گئی اور ان کے سابقہ منگیتر نے ایک فرنچ دوشیزہ سے شادی کرلی اور اس صدمے کی وجہ سے فاخرہ خانم دائمی مریضہ کی طرح پلنگ سے لگی جا رہی ہیں۔

ارباب علی بہت خوبصورت جوان تھے۔ پورا قد وقامت، مضبوط جسم، زندگی میں آگے بڑھنے کا بھرپور جذبہ ہر دم کسی اچھی اُمید سے چمکتی آنکھیں سب کچھ تھا ان کے پاس سوائے بے حساب دولت کے۔ اس پرپوزل پر سلمیٰ بیگم دل سے راضی نہیں تھیں وجہ وہی ماحول کا فرق۔ مگر بیٹے کی خوشی کی خاطر انہوں نے دل بڑا کرلیا۔

شادی کے بعد کچھ عرصے تک فاخرہ خانم ڈپریشن ہی میں رہیں مگر ارباب علی کی محنت اور بھرپور توجہ سے آخرکار سنبھل ہی گئیں۔ ساس سسر کے کہنے پر انہوں نے شادی کے بعد تقریباً چھ ماہ یورپ میں گزارے۔ ماحول کی تبدیلی بھی مزاج میں تبدیلی کا باعث بنی۔

اور یوں فاخرہ خانم اپنی فطرت پر دوبارہ لوٹ آئیں۔ ظاہر پرستی بہت تھی دیکھنے میں ارباب علی ان کے منگیتر سے بہت زیادہ اچھے تھے۔ جب وہ بہت اچھی طرح تیار ہو کر فاخرہ خانم کے ساتھ چلتے تو وہ بہت پراؤڈ فیل کرتیں۔ لاشعوری طور پر اندر ایک تمنا مچلتی کہ ان کا سابقہ منگیتر ان کے شوہر کو دیکھے اور اس کے اندر حسد کی آگ بھڑک اُٹھے اور ان کی انا کو تقویت پہنچے جو ٹھکرائے جانے کے احساس سے ہر دم تڑپتی رہتی تھی اور

شاید یہی اَنا آگے چل کر ارباب علی سے نباہنے اور کمپرومائز کرنے کا باعث بنی ورنہ ان جیسی آزاد خود مختار عورت یہ ہر وقت کی کل کل برداشت کر ہی نہیں سکتی تھی۔ ارباب علی سے علیحدگی تو منگنی ٹوٹنے سے زیادہ بے عزتی کی بات تھی۔ اس عمل سے ان کے سابقہ منگیتر کو کتنا ریلیف ملتا وہ سرخرو ہو جاتا اگرچہ کہ وہ غلط تھا۔

ارباب علی نے بیٹی کا باپ بن جانے کے بعد کسی انتہائی تبدیلی کا سوچنا ہی چھوڑ دیا۔ ان میں احساسِ ذمہ داری کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ وہ اپنی اکلوتی بیٹی کے لئے مسائل کا اَنبار اکٹھا کرنا نہیں چاہتے تھے۔ یوں یہ گاڑی کسی نہ کسی طرح آگے بڑھتی رہی۔ آج یہ انوکھی اور خوشگوار تبدیلی انہیں اپنے صبر کا حاصل لگی۔

وہ واش روم کی طرف بڑھے تو فاخرہ خانم نے چونک کر چہرے سے ہاتھ ہٹائے اور خود کو سنبھال کر اُٹھ کھڑی ہوئیں اور جائے نماز تہہ کرنے لگیں۔

"خیریت ہے ناں......؟ آج صبح صبح اُٹھ گئیں......؟" ارباب علی سے رہا نہ گیا۔ پوچھ ہی بیٹھے۔ ایک اچھی تبدیلی کا اثر ان کے اپنے لب و لہجہ پر بھی تھا۔ حیرت اپنی جگہ تھی۔

"جی......! خیریت ہے......! آپ نماز پڑھ کر چائے پئیں گے......؟" وہ جائے نماز کارنر ٹیبل پر رکھتے ہوئے پوچھنے لگیں۔ لہجے میں نرمی تھی اور نظریں جھکی ہوئی تھیں۔

"اوہ......! نماز کا تو وقت نکلا جا رہا ہے...... موڈ ہے تو بنا لو چائے۔" ارباب علی پر ایک دم عجلت طاری ہوگئی اور جھپاک سے واش روم میں گھس گئے۔

فاخرہ خانم نے ڈوبتے دل پر ہاتھ رکھ کر آنکھیں بند کر لیں۔ جائے نماز سے اُٹھتے ہی پھر اذیت ناک خیالات رگِ جاں کو رگیدتے گزرنے لگے تھے۔ لٹی پٹی یمنٰی پھر آنکھوں کے سامنے بے سدھ پڑی تھی۔



دن چڑھے یمنٰی کی آنکھ خود بخود کھل گئی تھی۔ آنکھ کھلتے ہی سب کچھ بالکل نیا نیا سا

لگ۔ وہ چت لیٹی گزرا وقت یاد کرنے کی کوشش کرتی رہی مگر ہر منظر دھندلایا ہوا تھا۔ پھر اس کی توجہ اپنے حال پر گئی۔ وہ ایک جھٹکے سے اُٹھ بیٹھی۔ ذہن پھر بری طرح اُلجھنے لگا۔ پھر تکلیف دہ سوچیں ستانے لگیں۔ وہ سر تھام کر پھر سے بستر پر گر پڑی۔ چور دروازے سے ایک شدید طلب جھانک جھانک کر مسکرانے لگی مگر مقام بے بسی تھا۔ وہ اوندھی ہوگئی۔ آنکھیں موند لیں۔ اس قدر سستی کا غلبہ تھا کہ دل چاہتا تھا کوئی نوالے بنا کر منہ میں ڈال دے۔

فاخرہ خانم کئی مرتبہ جھانک کر جا چکی تھیں۔ اب انہوں نے دروازہ کھولا تو ہینڈل گھومنے کی آواز پر یمنٰی نے سیدھی ہو کر سامنے دیکھا۔ ماں پر نظر پڑتے ہی ایک دم اُٹھ بیٹھی۔

فاخرہ خانم اندر داخل ہوئیں اور دروازہ لاکڈ کر دیا۔ اس عمل کے دوران ان کی نظریں ایک سیکنڈ کے لئے یمنٰی پر سے نہیں ہٹیں۔

یمنٰی بھی مجرموں کی طرح نظر چرا رہی تھی۔

فاخرہ خانم اس کے قریب آ کھڑی ہوئیں۔ ان کا بیٹھنے کا موڈ نظر نہیں آتا تھا۔ وہ بڑے کڑے تیوروں سے یمنٰی کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

"یمنٰی......! رات کہاں تھیں......؟" انہوں نے سرد اور سخت لہجے میں سوال کیا۔

"اپنے دوستوں کے ساتھ گیٹ ٹو گیدر میں تھی...... تھوڑا لیٹ ہوگئی تھی شاید......؟" وہ نظریں چرا کر یوں بولی جیسے عام سی بات کر رہی ہو۔

"شاید......؟ یعنی تمہیں کنفرم پتہ نہیں کہ تم کتنے بجے گھر آئیں......؟" فاخرہ خانم نے شدید ضبط سے کام لیتے ہوئے اسے کچھ جتاتے ہوئے کہا۔

یمنٰی خاموش رہی۔

فاخرہ خانم چند لمحے اسے یوں دیکھتی رہیں جیسے اندر کے غضبناک طوفان کو روکنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ صاحب اختیار تھیں یہ اطمینان بھی بہت ہوتا ہے کہ ہم جو چاہے

کر سکتے ہیں۔ اسی لئے وہ کسی انتہاء سے نہیں گزری تھیں۔

"آج کے بعد تم اس گھر سے باہر نہیں جاؤ گی...... ٹانگیں توڑ دوں گی سمجھیں......؟ مرد ڈرنک کر کے روڈوں پر لڑکھڑاتا پھرے تو لوگوں کی نظروں سے گر جاتا ہے...... تو تو ایک لڑکی ہے یمنٰی......! کون سی نعمت ہم نے تجھے پرووائڈ نہیں کی...... پھر کس بات کا انتقام لے رہی ہے ہم سے......؟ دُکھ تو اس بات کا ہے کہ تو آناً فاناً ذلت در ذلت سے گزر گئی۔"

"لیڈی حمیرا خان کی نواسی بھوپال اسٹیٹ کی نامور سیاسی خاتون جن کا اسٹیٹس کسی مرد کا محتاج نہیں ہوا...... اتنی مضبوط عورت جس کے سامنے مردوں کا پتہ پانی ہوتا تھا...... اس کی نواسی کا منہ ایک دو ٹکے کے نوکر نے کالا کیا ہے...... افسوس اس بات کا کہ میں اس کو سزا دلوا کر اپنے کلیجے میں ٹھنڈک بھی نہیں کر سکتی...... تیرا نام ایک بھی اخبار میں آ گیا تو یہ بچی کھچی بھی نہیں رہے گی...... اور اس عمر میں تیرا باپ مجھے طلاق دے گا جو ساری عمر مجھ سے پیچھا چھڑانے کی نیت کئے رہا۔"

"میرا دل چاہ رہا تھا نور خان کی کھال اُتار دوں لیکن اسے فوراً چلتا کرنا پڑا اس خوف سے کہ تیرا باپ نہ اُٹھ جائے...... اسے کچھ پتہ نہ چل جائے۔" وہ دانت پیس پیس کر بول رہی تھیں اور یمنٰی اب آنکھیں پھاڑے ان کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"نور خان......؟" اسے بڑی پاور کا کرنٹ لگا تھا۔ ایک لمحے میں عقدہ کھل گیا تھا۔

"ممی...... نن...... نور خان......؟" وہ ماں کا غصہ نظر انداز کر کے بڑی Shocked سی کچھ پوچھنے لگی۔

"نور خان...... افسر علی نے Red Handed پکڑا...... اسے میرے سامنے کیا...... ہائے یمنٰی......! کاش تو کبھی نہ پیدا ہوتی...... میں بے اولاد ہی رہتی...... ہم نے دن رات اپنی جان کو تکلیف میں ڈال کر اپنا اسٹیٹس مین ٹین کیا...... تو نے ایک دن میں گنوا دیا۔"

"بے غیرت......! تو اتنی ننھی بچی ہے...... تجھے نہیں پتہ یہ ڈرنک کرنا کیسا ہوتا ہے......؟ لڑکی ذات ہو کر تیری اتنی جرأت......؟ جب تک میری پرمیشن نہ ہو گیٹ تک بھی نہیں جائے گی...... ٹانگیں توڑ دوں گی...... اب اسی کمرے میں بیٹھ کر اپنی قسمت کو روتی رہ۔" اتنا کہا اور فاخرہ خانم جھٹکے سے دروازہ کھول کر باہر نکل گئیں۔

یمنٰی تو ساکت وصامت بیٹھی بس دیوار کی طرف دیکھتی رہ گئی۔

"نور خان......؟" وہ چیپ اسے اپنے وجود سے کراہت آنے لگی۔

"Rad Handed پکڑ ہی لیا تھا تو اس کی ہڈیاں کیوں نہیں توڑ ڈالیں......؟ کم از کم میرے جاگنے تک تو اسے لاکڈ رکھنا تھا...... میں اس کے منہ پر تھوک کر ڈیڈی کی بلٹ سے اس کی کھال تو اُدھیڑ دیتی۔" شدتِ جذبات سے اس نے مٹھیاں بھینچ لی تھیں۔ سارے وجود میں ایک لاوا سا اُبلنے لگا تھا۔

"دیکھنے میں کتنا بے وقوف لگتا تھا...... اور اتنا چالاک...... میری بیہوشی سے فائدہ اٹھانے میں دیر نہیں لگائی۔" وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ بے بسی کی کیفیت وارد ہوتے ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"اللہ کرے بے غیرت کسی ٹرک کے نیچے آ کر مر جائے...... اللہ کرے ہمیشہ کے لئے معذور ہو جائے۔" بے بسی کی انتہاء بددُعائیں اور کوسنے ہی تو ہوتے ہیں۔ اپنے عیب کون گردانتا ہے۔ اسے اپنی غلطیوں کی طرف تو دھیان ہی نہیں تھا۔ اس کے حساب سے تو اس پر کسی نے ظلم ڈھایا تھا اور وہ دُنیا کی مظلوم ترین لڑکی تھی۔

◆ ◆ ◆

عطیہ بیگم بڑے جوش وخروش سے گھر میں داخل ہوئی تھیں۔ گھر میں ہُو کا عالم طاری تھا۔ نوکر نے بتایا بیگم صاحبہ کی طبیعت ٹھیک نہیں۔

"یہاں تو معمولی سا سر درد بھی بہت بڑی بیماری ہوتا ہے۔" وہ طویل تجربات کی روشنی میں اس طرح ہی سوچ سکتی تھیں۔

طوہا کرہا انہیں بہو کی عیادت تو کرنا ہی تھی۔ اس پر بڑھاپے میں زینہ چڑھنا ٹینشن۔ وہ خود کو سنبھالتی ان کے بیڈروم میں دستک دے کر داخل ہوگئیں اور کچھ بولنے سے پہلے آرائشی کرسی پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گئیں۔

فاخرہ خانم سینے پر ہاتھ باندھے چت لیٹی کب سے چھت کو گھورے جا رہی تھیں جیسے وہاں سے کوئی فرشتہ ''ریلیف پیکج'' لے کر نازل ہوگا۔ ساس کی آمد پر انہوں نے پہلو بدلا اور تھکے تھکے لہجے میں سلام کیا۔

''جیتی رہو......! کیا ہوا دشمنوں کو......؟ کیوں لیٹی ہو بے وقت......؟'' فاخرہ خانم کے انداز و آواز میں کچھ تھا کہ عطیہ بیگم کو ان کی خیر خیریت معلوم کرنے کی حقیقی فکر ہوئی۔ کچھ غیر معمولی پن فضاء میں تھا جو آسانی سے محسوس کیا جا سکتا تھا۔

''دشمن تو ٹھیک ٹھاک ہیں اماں......! بلکہ ہم تو خود ہی اپنے دشمن ہیں۔'' وہ کمزور سی آواز میں بولتی ہوئی اُٹھ بیٹھی تھیں۔

''اللہ کی شان دلہن......! خیر تو ہے......؟ مجھے تو لگتا ہے تمہاری طبیعت زیادہ ہی خراب ہے...... میں ڈرائیور سے موٹر لگانے کو بولتی ہوں...... تم اتنے منہ ہاتھ دھو کر تیار ہو جاؤ۔'' اختلافات اپنی جگہ آخر بہو تھی بیٹے کا جس سے گھر آباد تھا۔ ذرا بے بس پایا تو دل موم ہونے لگا۔ بڑے خلوص سے انہوں نے ڈاکٹر کے پاس جانے کے لئے کہا تھا۔ رسماً نہیں۔

''اماں......! بس تھوڑا سا آرام کرلوں گی ٹھیک ہو جاؤں گی...... آپ ادھر آئیں میرے پاس بیٹھیں...... مجھ سے اُٹھا بھی نہیں جا رہا۔'' فاخرہ خانم نڈھال سی آواز میں بولیں۔

عطیہ بیگم تو مارے حیرت کے یوں اُٹھ کھڑی ہوئیں جیسے کرسی میں لگے اسپرنگ نے اُچھال دیا ہو اور بڑی تیزی سے فاخرہ خانم کے قریب آئیں اور پیشانی پر ہاتھ رکھ کر بخار کا اندازہ کرنے لگیں۔

''ٹھنڈی پڑی ہو دلہن......! جیسے جسم میں خون ہی نہ ہو...... میں کہتی ہوں پہلی زحمت میں ڈاکٹر کو دکھاؤ...... آخر مرض بڑھتا ہے تو جانا تو پڑتا ہی ہے ناں......؟ اُٹھو شاباش......! ہمت کرو......!'' وہ سچ مچ پریشان ہوگئی تھیں۔

''مجھے کچھ نہیں ہوا اماں......! بس آپ میرے پاس بیٹھ جائیں...... آپ کو سامنے دیکھ کر مجھے بہت سکون مل رہا ہے...... میرا دل چاہ رہا ہے میں آپ کی گود میں سر رکھ کر پکی نیند سو جاؤں...... اماں......! اس گھپ اندھیرے میں آپ روشنی کی طرح چمک رہی ہیں...... مجھے کچھ بھی ہو جائے آپ کو کچھ نہیں ہونا چاہئے۔'' فاخرہ خانم کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ نکلے۔

عطیہ بیگم کا تو دل ہی بیٹھ گیا۔ وہ فاخرہ خانم کے قریب بیٹھ گئیں اور شفقت سے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بڑی تشویش سے پوچھنے لگیں۔

''سب خیریت ہے ناں دلہن......؟ ارباب علی تو خیریت سے ہے ناں......؟ اللہ میرے بچوں کو اپنے حفظ و امان میں رکھے...... آمین۔''

''جی اماں......! سب ٹھیک ہیں...... آپ پریشان نہ ہوں...... بس آج آپ میرے پاس بیٹھی رہیں اور ہاں اماں......! آپ مجھے معاف کر دیجئے...... پتہ نہیں کب کتنا دل دُکھایا ہو آپ کا...... آپ نے تو ہمیشہ مجھے ماں بن کر سمجھایا پیار دیا...... میری بدتمیزیوں پر درگزر سے کام لیا...... کبھی ارباب سے میری کوئی شکایت نہیں کی...... اُف آپ تو ٹھنڈی چھاؤں ہیں...... میں نے آپ کی قدر نہیں کی...... آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا تھا میری۔'' فاخرہ خانم کو خود پر قابو نہیں تھا جو دل میں آ رہا تھا بولے جا رہی تھیں۔

شدید اور دلدوز حادثے نے ان کا اعصابی نظام تلپٹ کر کے رکھ دیا تھا۔ ساری زندگی اپنی جان کو آرام پہنچانے کے جتن کرنے کے سوا کچھ نہیں کیا تھا اور یہ اندوہناک حادثہ جیسے پھول پر پتھر پڑا تھا۔

عطیہ بیگم تو اندر سے لرز کر رہ گئیں۔ طرح طرح کے وہم ستانے لگے۔

"آخر ہوا کیا ہے......؟ یہ فاخرہ...... اس کے بل تو ہزار جتن سے سیدھے نہ ہوئے یہ ایکا ایکی کیا ہوا......؟"

"بیٹی......! اگر ماں سمجھ رہی ہو اور دل میں اچھا ہی مان رہی ہو تو بتا ہی دو کہ آخر کیا ہوا ہے......؟ تمہاری آنکھ میں آنسو کیوں ہیں......؟ کیا خبر میرے ہاتھوں کوئی اچھا کام ہو جائے......؟ دل کی بات کہنے سے انسان ہلکا ہو جاتا ہے۔" وہ فاخرہ خانم کے بالوں پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں۔

"بس اماں......! اس وقت تو آپ خاموش ہو جائیں...... میں سونا چاہتی ہوں...... آپ یہاں بیٹھی رہیں مجھے نیند آ جائے گی۔" فاخرہ خانم نے عطیہ بیگم کا ہاتھ اپنے رُخسار پر رکھ کر بچوں کی طرح کہا۔

عطیہ بیگم نے چند لمحے ایک خیال پر ارتکاز کیا اور پھر کچھ پڑھ کر فاخرہ خانم پر دم کرنے لگیں۔ ان کی پھونک فاخرہ خانم کے چہرے پر پڑتی اور فاخرہ خانم کو یوں محسوس ہوتا گویا سب کرب و اذیت اس پھونک کے زور پر ہوا ہو رہی ہو۔ ان کو واقعی نیند آنے لگی۔



یمنٰی پر شدید ڈپریشن طاری تھا۔ وہ گھٹنوں سے سر تکیے میں دیئے لیٹی تھی۔ مختلف قسم کے خیالات اس پر حملہ آور تھے۔ پابندی کی تکلیف، احساس اپنی جگہ اور نور خان والا کیس الگ۔ اسے پُرسکون ہونے کی شدید خواہش نے بے کل سا کیا ہوا تھا۔

ٹوٹو کو اس نے جان بوجھ کر رنگ نہیں کیا تھا کہ وہ اسے پھر سے کچھ سمجھانے لگے گی اور جس حال سے وہ گزر رہی تھی اس میں ٹوٹو کی "عقل مندیوں" کی کوئی گنجائش نہیں نکل رہی تھی۔

ٹوٹو نے اسے کئی مرتبہ کال کیا تھا مگر سیل پر اس کا نام دیکھ کر وہ رابطہ منقطع کر دیتی تھی کہ ذہن میں ہی نہیں تھا کہ وہ اس سے کیا بات کرے۔

اب پھر رنگ ہوئی تو اس نے بیزاری سے سیل اُٹھا کر کالر کا نام دیکھا۔ پھر ایک دم سیدھی ہوگئی۔ فون حجازی کا تھا۔ اب وہ ڈبل مائنڈڈ ہوگئی کہ ریسیو کرے یا نہ کرے۔ جب فیصلہ نہیں کرسکی تو لائن کاٹ دی اور پھر سر تکیے میں چھپالیا۔

رنگ دوبارہ ہوئی۔ اس نے پھر تجسس کی حالت میں سیل دیکھا۔ حجازی نے دوبارہ ٹرائی کی تھی۔

اندر ایک شوق جاگا کہ دیکھنا چاہیے وہ کیوں فون کر رہا ہے۔ اس نے کال ریسیو کر لی۔

"ہیلو......!" اس کی آواز بہت مری مری سی تھی۔

"ہیلو کامریڈ......! ابھی تک سو رہی ہو......؟ تمہارا کیا بنے گا......؟" حجازی کی بھاری اور زندگی سے بھرپور آواز سماعت سے ٹکرائی۔

"اب میرا کیا بننا ہے...... جو بننا تھا وہ بن چکا۔" وہ پژمردہ سی آواز میں جواب دے رہی تھی۔

"مثلاً تمہارا کیا بن چکا......؟ آئی ایم شیور کچھ اچھا ہی بنا ہوگا...... کیا کر رہی ہو اس وقت......؟" حجازی اپنے مخصوص لب و لہجے میں بات کر رہا تھا۔

"سونے کی کوشش کر رہی ہوں اور تو کچھ کرنے کو جی نہیں چاہ رہا۔" وہ بولی۔

"اوہ......! ہاؤ اسٹرینج...... اس وقت سونے کی کوشش کر رہی ہو......؟ شام کے چھ بجنے والے ہیں...... اب سوؤ گی تو رات کو کیا کرو گی......؟" وہ تعجب سے پوچھ رہا تھا۔

"اب سو کر کل اُٹھنا چاہتی ہوں...... چوبیس گھنٹے کے لئے مرنا چاہتی ہوں۔" وہ اُداسی سے مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"صرف چوبیس گھنٹے کے لئے......؟ پھر اس کے بعد زندہ ہو کر کیا پروگرام ہے......؟" حجازی نے گویا اس کے جملے کو بہت انجوائے کیا تھا۔

"ابھی سے کیا کہہ سکتی ہوں......؟ یہ تو کل ہی پتہ چلے گا کہ مجھے کیا کرنا

چاہئے......؟'' وہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ گویا ہوئی۔

''تو میری جان...... ! میرے ساتھ مرو ناں...... ! ہم رات دس بجے سے مرنا شروع ہو جائیں گے اور کل ایک بجے تک مرے پڑے رہیں گے...... کیوں......؟'' حجازی نے بات مکمل کر کے زبردست قسم کا قہقہہ لگایا تھا جس میں خودستائی کا تاثر غالب تھا جیسے کہہ رہا ہو کہ دیکھا کتنی زبردست بات کی ہے میں نے اور کیا میرا سینس آف ہیومر (حس مزاح) ہے۔

''اب ایسا ممکن نہیں رہا...... ہماری دوستی شاید اتنے ہی دن کی تھی...... ٹوٹو کو بھی بتا دینا کہ وہ مجھے کونٹیکٹ نہ کرے...... گڈ بائے گڈ لک...... !'' حجازی کچھ بولتا رہ گیا۔ اس نے سوئچ آف کر دیا۔

اب سامنے ڈارک اسکرین تھی۔ زندگی کا پہلے ایک ہی مقصد تھا اور وہ تھا انجوائے منٹ۔ اب وہ بھی نہ رہی۔ اب کیا کرے......؟ پڑھائی میں تو ویسے ہی دل نہیں لگتا تھا۔ کلاس شروع ہوتے ہی جماہیاں آنے لگتی تھیں۔ بار بار گھڑی پر نظر جاتی تھی۔ اب تو کالج کا تصور ہی بہت بھاری بات تھی۔

ڈیڈی چاہتے تھے وہ B.B.A کرے۔ اس نے جب B.B.A کا کورس اور پانچ پانچ کلو وزنی بکس دیکھیں تو ویسے ہی سر چکرانے لگا۔ ڈیڈی کے تو بہت بڑے بڑے خواب تھے کہ وہ B.B.A کرے پھر LUMS یونیورسٹی سے M.B.A کرے۔ ان کا کاروبار سنبھالے بلکہ ترقی دے۔

''جس بندے کو پیٹ بھر کر من پسند کھانا کھانے اور پھر کھانا کھا کر مزے سے سونے کے علاوہ کچھ نہ سوجھتا ہو وہ تو اپنا ''بار'' نہیں اٹھا سکتا...... کاروبار تو پھر کاروبار ہے یعنی ''فل ٹائم برڈن'' چوبیس گھنٹے کا بار...... صحیح کاروباری کو تو چوبیس گھنٹے کا دن چھوٹا لگتا ہے۔'' اسے تو باپ کے خیالات سن کر ہی ہنسی آ گئی تھی۔

''وہ اور بزنس...... وہاٹ اے جوک...... بلکہ وہاٹ اے نانسنس...... مجھے اتنی

دولت کا کرنا کیا ہے جو اپنی میٹھی نیندیں قربان کروں۔'' اس نے سوچا تھا۔

مگر اب سوچ رہی تھی بند کمرے میں زندگی کس طرح گزرے گی......؟

• • •

رات کے کھانے پر عطیہ بیگم موجود تھیں بلکہ وہ ارباب علی سے ملاقات کی غرض سے خود ہی رکی ہوئی تھیں۔

بیٹی نے اپنا کھانا کمرے میں منگوا لیا تھا۔ عطیہ بیگم کو ناگوار خاطر تو گزرا مگر بہو کی مضمحل طبیعت کو دیکھتے ہوئے وہ تبصرے کے ضمن میں کچھ بولی نہیں۔

عطیہ بیگم کو فاخرہ خانم کی خاموشی اور اضمحلال بہت کھل رہا تھا مگر وہ کچھ بول کر ہی نہیں دے رہی تھیں۔ لہٰذا انہوں نے وضع داری سے صرف نظر کرنا بہتر جانا اور ارباب علی سے اپنی باتیں شروع کر دیں اور اپنی آمد کا مقصد بتانے لگیں۔

وہ بڑے بیٹے شاداب کی بیٹی کے رشتے کے سلسلے میں بات کر رہی تھیں جو تیس کے لگ بھگ ہو رہی تھی جبکہ اس سے چھوٹی کی شادی کو سات سال ہو چکے تھے۔ اس کے دو رشتے اچانک آ گئے تھے۔ شاداب علی نے فیصلہ ماں پر چھوڑ دیا تھا۔ عطیہ بیگم ارباب علی کو بتا رہی تھیں۔

''ہیں تو دونوں کنوارے مگر ایک کی عمر بیالیس سال ہے...... ایک بیوہ بہن اور تین بچے ساتھ رہتے ہیں...... ایک کنسٹرکشن کمپنی اور پٹرول پمپ کا مالک ہے...... پانچ بہنوں کی شادی کرتے کرتے اس کی اتنی عمر ہو گئی...... ماں باپ پندرہ سال پہلے فوت ہو گئے تھے۔''

''دوسرا کم عمر ہے اور ہدیہ (شاداب علی کی بیٹی) سے دو برس چھوٹا ہے...... گورنمنٹ افسر ہے...... تنخواہ دار ہے...... سہولتیں سب ملی ہوئی ہیں...... میں اور شاداب اور اس کی بیوی ہر طرح سے سوچ رہے ہیں...... اب تمہارا مشورہ لینا چاہتے ہیں...... پیسہ دیکھتے ہیں تو عمر کا بہت فرق ہے...... جس کی عمر مناسب ہے اس کے پاس پیسہ نہیں

ہے...... خاندان اور شرافت دونوں جگہ ہے۔"

"میرا خیال ہے اماں......! عمر کا فرق ایسا کچھ خاص تو نہیں...... اگر یہ شادی ہو جاتی ہے تو یوں سمجھئے دونوں کی لیٹ میرج ہوگی...... یہی شادی اگر دس سال پہلے ہوتی تو لڑکا بتیس سال کا ہوتا اور ہدیہ بیس سال کی...... اور اس وقت لوگ کہتے کپل اچھا لگ رہا ہے۔"

"فائنس ایک فیکٹ ہے اماں......! اور پریکٹیکل لائف سے اس کا بہت اہم تعلق ہے...... میرا مشورہ ہے آپ بزنس مین کو پریفر دیجئے...... دوسرے رشتے میں ایک قباحت یہ بھی ہے کہ لڑکا ہدیہ سے دو برس چھوٹا ہے...... لڑکی تیس برس کی عمر میں بہت میچور ہو جاتی ہے اور مرد کی اٹھائیس سال عمر کچھ بھی نہیں۔" شاداب علی اپنی رائے دے کر توجہ اور سنجیدگی سے کھانا کھانے میں مصروف ہو گئے۔

ان کی توجہ ابھی تک فاخرہ خانم کی طرف نہیں گئی تھی جو فورک انگلیوں میں دبائے ساس کی طرف بہت سوچتی نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔

عطیہ بیگم تو بیٹے کے قطعی مشورے کے بعد گہری سوچ میں ڈوب گئی تھیں۔ ان کا دھیان بھی فاخرہ خانم کی طرف گیا تھا۔

"اماں......! میرے حساب سے تو یہ دونوں رشتے ہی بہت اچھے ہیں...... اچھے لڑکے تو ویسے بھی بہت مشکل سے ملتے ہیں...... اگر ایک رشتہ ہدیہ کے لئے طے ہو جاتا ہے تو دوسرا آپ یمنٰی کے لئے دیکھ لیجئے۔" وہ اتنی دیر میں پہلی بار بولیں اور گویا کفن پھاڑ کر بولیں۔

دونوں ماں بیٹے اپنی اپنی جگہ بھونچکے سے بیٹھے اس کی شکل تکنے لگے۔ عطیہ بیگم کی تو درحقیقت بہت ہی غیر حالت تھی کہ کیا ماجرا ہو گیا کہ ایک چھوٹا سا گورنمنٹ افسر بھی آج قابل قبول ہے۔ خوشی کے بجائے وسوسوں سے دل دہلنے لگا۔ آج تو بہو کی پوری کینچلی ہی بدلی ہوئی تھی۔ وہ غیر معمولی تبدیلی جو سمجھ سے باہر تھی۔

"پندرہ بیس ہزار کے نوکری کی طرف دیکھ رہی ہو تو یہ اپنے افسر علی میں کیا برائی ہے......؟" اوسان بحال ہوتے ہی انہیں اپنی دیرینہ تمنا یاد آئی۔ لہجہ ذرا ناراض سا تھا۔

"یمنٰی افسر علی کے بس کی نہیں ہے اماں......! وہ بہت سیدھا بچہ ہے...... میری نظر میں چند بہت اچھی لڑکیاں ہیں...... میں افسر علی کے لئے بہت اچھی لڑکی لاؤں گی جو اسے زندگی میں ہر طرح کا سکون دے۔"

عطیہ بیگم اور ارباب علی حیرت سے آنکھیں پھاڑے فاخرہ خانم کی طرف دیکھ رہے تھے۔ افسر علی کے لئے انکار تو شروع سے تھا مگر آج انکار کا انداز قطعی مختلف تھا۔ منہ سے ایک ایک حرف سے افسر علی کی خیر خواہی کا جذبہ چھلک رہا تھا۔

عطیہ بیگم تو یہ بھلا کر کہ پھر انکار ہوا ہے بہو پر صدقے اور قربان ہونے لگیں بلکہ شرمندہ ہوئیں کہ انہوں نے بہو سے اتنا برا گمان کیا۔ وہ تو افسر علی کے لئے لڑکیوں پر نظر رکھے ہوئے ہے اور وہ اس کے خلاف کیا کیا سوچتی ہیں۔ اپنے خیالات پر بڑی ندامت محسوس ہوئی۔

ارباب علی کو اگر حیرت بہت تھی مگر وہ خاموشی سے کھانا کھانے میں مگن تھے۔ حیران تو آج صبح ہی سے تھے مگر کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ تبدیلی معمولی نہیں بہت بڑی تھی اور بہت محسوس ہو رہی تھی۔ اچانک انہیں افسر علی کا دھیان آیا۔ وہ کھانے کی ٹیبل پر موجود نہیں تھا۔

"افسر علی کھانا نہیں کھا رہا......؟ خیریت......؟" ارباب علی نے فاخرہ خانم کی طرف بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"وہ گھر پر نہیں ہے...... نوکر بتا رہا تھا کہ صبح دس بجے کا گھر سے نکلا ہے۔" فاخرہ خانم کے بجائے عطیہ بیگم نے جواب دیا۔

فاخرہ خانم تو یوں بیٹھی تھیں جیسے سماعت سے محروم انسان اپنے کام میں لگا ہوتا ہے۔

جس کو نہ سنائی دیتا ہے نہ اس کی توجہ بھرتی ہے۔

"فاخرہ کی طبیعت اچھی نہیں ہے ارباب علی......! میں نے تو بہت کہا ڈاکٹر کے پاس چلنے کو مگر یہ نہیں مان رہی کہ بس ٹھیک ہو جاؤں گی خود ہی۔"

"چلنا ہے......؟" ارباب علی فاخرہ خانم سے پوچھنے لگے۔

انہوں نے نفی میں گردن ہلا کر سوپ پینا شروع کر دیا۔ وہ بھی اس انداز میں کہ چمچ میں سوپ لیتی تھیں چند لمحے چمچ پر نظر جماتی تھیں پھر پینے لگتی تھیں۔

ارباب علی کو وہ اَبنارمل سی محسوس ہوئیں مگر انہوں نے ماں کے سامنے مزید خیر خیریت سے احتراز کیا کہ جو کچھ بھی پوچھنا کھوجنا ہے بیڈ روم میں معلوم کر لیں گے۔

"اماں......! آپ میری بات پر توجہ دیجئے گا...... میں سیریس ہو کر آپ سے کہہ رہی ہوں...... ہدیہ کا رشتہ تو کسی ایک سے طے ہونا ہے ایک رشتہ تو واپس لوٹانا ہوگا...... واپس مت لوٹائیے یمنٰی کے لئے دیکھ لیجئے...... مرد کی عمر کس نے دیکھی ہے...... اس کی تو کمائی اور شرافت دیکھی جاتی ہے۔" فاخرہ خانم خاصے توقف کے بعد یوں گویا ہوئیں جیسے اتنی دیر سے اسی نکتے پر غور کر رہی تھیں۔

وہ بولی تھیں کہ بم پھٹا تھا۔ ماں بیٹا اپنی اپنی جگہ ہل کر رہ گئے تھے۔ عمر کے تفاوت کو نظر انداز کر کے گویا وہ بیالیس سال کے مرد کے ساتھ بھی یمنٰی کی شادی کرنے پر آمادہ تھیں۔

اب ارباب علی نے ان کی طرف یوں آنکھیں کھول کر دیکھا تھا جیسے کچھ جان کر ہی دم لیں گے۔ ایسی کیا مصیبت آئی کہ اُنیس بیس سال کی یمنٰی کی شادی بیالیس سال کے مرد سے کرنے پر رضامند ہیں۔ عادات ناپسندیدہ سہی، نافرمان ولاپرواہی سہی آخر ان کی اکلوتی اولاد ہے۔ وہ اس کی شادی باہر کر کے رسک کیوں لیں......؟

افسر علی ان کا اپنا ہے وہ اس کو ڈراپ کر کے کسی غیر کو عمر بھر کی پونجی کیوں تھمائیں۔

انہوں نے آہستگی سے فورک اور اسپون پلیٹ میں رکھ دیئے۔ گود سے نیپکن اُٹھا کر ہاتھ

صاف کرنے لگے۔ نظریں فاخرہ خانم کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔

"وہ میری اکلوتی بیٹی ہے مجھ پر بوجھ نہیں ہے...... میں باہر کیوں دینے لگا......؟ جب ایک بہترین انسان جو میرا اپنا ہے میرے اختیار میں ہے...... مجھے یمنٰی کی شادی کہیں اچھی جگہ ہونے کی بہت خوشی ہوگی لیکن جو خوشی افسر علی کو داماد بنا کر ملے گی وہ کہیں اور شادی کرنے سے نہیں ملے گی۔"

"فاخرہ خانم......! آپ اس طرف توجہ دیں...... یہ میری آپ سے درخواست ہے۔" ارباب علی نے فاخرہ خانم کے چہرے پر پھیلی پژمردگی اور انتہائی نرمی کے تاثر کی وجہ سے بہت آہستہ نرم اور دوستانہ لہجے میں بات کی۔

اس وقت ان کی تمام حیات یک زبان ہو کر یقین دلا رہی تھیں کہ آج کی تاریخ میں فاخرہ خانم نے غصہ نہ کرنے کی قسم کھائی ہے۔ آج جو کچھ دل میں ہے ان کے سامنے بے فکری سے بیان کیا جا سکتا ہے۔ آج صرف سماعت ہوگی اسی انداز کی دو تین "پیشیاں" اور ہوئیں تو فیصلہ پسند کے مطابق ہو جانے کا قوی امکان ہے۔

"ہاں دُلہن......! واقعی تم اس طرف دھیان دو۔" عطیہ بیگم کے تو دل کی بات تھی۔ بے اختیار بیٹے کی ہاں میں ہاں ملائی تھی۔

"اماں......! آپ لوگ افسر علی سے بھی تو پوچھیں...... پڑھا لکھا ہوش مند لڑکا ہے...... اس کی اپنی بھی تو پسند ناپسند ہوگی......؟ اسے بھی تو انکار اقرار کا حق ملنا چاہئے۔"

فاخرہ خانم کو ایک دم برمحل جواب سوجھ گیا جو اتنا مدلل تھا کہ درحقیقت دونوں ماں بیٹا خاموشی سے ہو کر رہ گئے۔

"یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں...... اماں پتہ کر لیں گی۔" ارباب علی خاصے مطمئن نظر آ رہے تھے۔

آج عرصے بعد بیوی ساتھی اور اپنی دکھائی دے رہی تھی ورنہ مدت ہوئی ایک احسانات جتانے والی سیدھی بات کا اُلٹا جواب دینے والی عورت سے وہ نباہ ہے چلے

جا رہے تھے۔

عطیہ بیگم سوچ رہی تھیں یہ ان کے فلاں وظیفے کا اعجاز ہے۔

● ● ●

کھانے کی ٹرالی اس کے سامنے رکھی تھی۔ سب کچھ من پسند تھا مگر اندر سے کھانے کی تمنا ہی نہیں جاگتی تھی۔ ایک بے چینی و بے کلی سی لاحق تھی۔

ٹوٹو سے تو وہ کونٹیکٹ ہی کرنا نہیں چاہ رہی تھی کہ وہ کسی بہانے سے بھی دوڑے چلی آئے گی اور غالب گمان تھا کہ ممی نے چوکیدار کو کہہ دیا ہوگا کہ یمنٰی کی کوئی دوست اس سے نہیں ملے گی اور وہ خود بھی گویا ''ہاٹ لائن'' پر بیٹھی ہوں گی۔

اسے نورخان پر شدید غصہ آنے لگا۔ سب اس اُلو کے پٹھے کی حماقت کی وجہ سے ہوا ورنہ تو ممی کے فرشتوں کو بھی پتہ نہ چلتا۔ جی چاہا بس وہ کسی طرح نظر آ جائے اور وہ اس پر پٹرول چھڑک کر آگ لگا دے۔ اُس چیپ اور جانور نے اس کی کتنی اِنسلٹ کی ہے۔

''اس کا N.I.C تو ممی کی کسٹڈی میں ہوگا۔ وہ تو انہوں نے اسے واپس نہیں کیا ہوگا۔ میں اس کا ایڈریس نوٹ کر کے حجازی سے ہیلپ لیتی ہوں۔ اس کی تو بڑی اپروچ ہے۔ اس کی ہڈیوں کا سرمہ نہ بنوایا تو میرا نام نہیں۔''

وہ تلملا کر مٹھیاں بھینچ کر مستقبل کے پروگرام سیٹ کر رہی تھی جس سے بہرحال اندر کی دہکتی آگ کچھ تو سرد ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔ اسے یقین تھا حجازی بہت کچھ کرنے کی پوزیشن میں ہے۔ بالغرض اگر اس نے ٹالنے کی کوشش کی تو اسے فورس کرے گی۔

''سب سے اہم مرحلہ تو اس کا N.I.C ممی کے کمرے سے حاصل کرنا ہے...... پتہ نہیں ممی اپنی خاص پرائیویٹ ڈاکومنٹس کہاں رکھتی ہیں......؟ خیر وہ تو میں ڈھونڈ ہی لوں گی لیکن چھوڑوں گی نہیں۔''

بھوک اُڑی ہوئی تھی۔ نیند کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ تناؤ شدید تھا۔

اسے مدہوشی کی تمنا پاگل کئے دے رہی تھی۔ اسے آسمانوں پر بغیر پروں کے اُڑان

کرنے کی لت لگ چکی تھی۔ وہ حسین وخوبصورت جہاں جو عام حالات میں بازیافت ہی نہیں ہو سکتا۔ ایسی دُنیا جہاں رنگ ہی رنگ اور ہر رنگ میں چمک، ہر چمک کے کوندے میں الوہی مسرت اور سکون۔

ایسے مصنوعی سہاروں کے عادی لوگوں کا ایک خاص مزاج بن جاتا ہے۔ ابھی وہ اس منزل تک تو نہیں آئی تھی مگر ان راستوں پر قدم تو پڑ رہے تھے۔ شدید ہیجان شدید غیظ وغضب اس وقت تک کہ جب تک اپنے مطلب کی شے حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو جائیں۔ ایک انسان کی مدہوشی وسکون اس سے تعلق رکھنے والے ہر رشتے کو بے سکون کر دیتا ہے۔

یہ دُنیا کے خودغرض ترین انسان ہوتے ہیں۔ انسان کہنا تو انسانیت کی توہین ہے۔ یہ تو عفریت ہوتے ہیں جہاں پائے جائیں ماحول میں قبرستان کے سناٹے اُتار دیتے ہیں۔

اس کا ہیجان بڑھتا جا رہا تھا۔ اسے اپنی ماں دُنیا میں سب سے بڑی دُشمن نظر آ رہی تھی۔ اس کی شکل سے بھی نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ کبھی غضب کی لہر ماں کی طرف جاتی کبھی نورخان کی طرف۔ غضب کی شدت سے شریانوں میں قیامت برپا ہو رہی تھی۔

اس نے ایک دم کسی خیال کے تحت اپنا سیل اُٹھایا۔ وہ حجازی کو کونٹیکٹ کر رہی تھی۔

حجازی نے فوراً ہی کال ریسیو کی تھی اور بہت والہانہ اور گرم جوش لہجے میں خیر مقدم کیا تھا۔

''بہت بور ہو رہا ہوں...... آج ٹوٹو بھی نہیں ہے...... وہ دن کے لئے اسلام آباد گئی ہے...... آ رہی ہو......؟'' وہ ایک دم شروع ہو گیا تھا۔

''میں نہیں آ سکتی حجازی......! اس وقت تو تم مجھے ہیلپ کرو...... فار گاڈ سیک۔'' وہ جیسے التجا کرنے لگی۔

''بولو......! کیا چاہئے......؟ آئی مین کس قسم کی ہیلپ......؟'' وہ بڑے نارمل

انداز میں بات کر رہا تھا جس سے یہ تو اندازہ ہو رہا تھا کہ ”آؤٹ“ نہیں ہے۔

”مجھے دوائی چاہئے......!“ وہ بے دھڑک بولی۔

”تو آ جاؤ......! میں نے کب انکار کیا ہے......؟“ بے نیازی سے جواب ملا۔

”بتا تو رہی ہوں کہ آ نہیں سکتی...... بڑی سخت ٹریجڈی ہو گئی ہے...... فون پر نہیں بتا سکتی...... پلیز......! کسی طرح بھجوا دو......! میں اتنی ڈپریسڈ ہوں کہ بتا نہیں سکتی...... فوراً سونا چاہتی ہوں...... پلیز حجازی......!“

”لیکن تم ریسیو کس طرح کرو گی......؟“ وہ اُلجھن میں پڑ گیا تھا۔

”ایسا کرنا تم گفٹ پیک میں بھجوا دینا...... اور مجھے بتا دینا میں گیٹ تک چلی جاؤں گی...... واچ مین کو ہزار دو ہزار دے دوں گی تو وہ ممی کو نہیں بتائے گا...... اس کو میں بول دوں گی کہ میرے دوست کی طرف سے گفٹ آئے گا وہ مجھے دے دینا اور ممی کو کچھ نہ بتانا...... ہزار کا نوٹ دیکھے گا تو ویسے ہی چپ ہو جائے گا۔“

”مگر یہ تو بتاؤ کہ تم آ کیوں نہیں سکتیں......؟ ہوا کیا ہے......؟ اپنے ہی گھر میں کیوں قید ہو گئی ہو......؟ کیا تمہارے فادر پالیٹیشن ہیں...... گورنمنٹ نے نظر بندی کے آرڈر کئے ہیں......؟ کچھ تو بتاؤ......!“ حجازی جیسے آزاد منش بندے کو یمنٰی کے پابند و قید ہونے کے احساس ہی سے سخت ٹینشن ہو رہی تھی۔

”کہہ تو رہی ہوں...... ابھی میں کچھ نہیں بتا سکتی...... اگر دوا پہنچا سکتے ہو تو ٹھیک ورنہ آئندہ مجھ سے کوئی بات نہ کرنا...... نہ مجھے کونٹیکٹ کرنے کی کوشش کرنا...... تمہیں اور بہت دوست مل جائیں گی مگر مجھے ایسا دوست نہیں چاہئے جو ضرورت کے وقت میری ہیلپ نہ کرے۔“ وہ بری طرح چڑ کر بول رہی تھی۔ ہر قسم کی مصلحت بالائے طاق رکھ دی تھی۔

”او...... ہو...... ہو......! اتنا ایموشنل ہونے کی ضرورت نہیں...... ٹھیک گیارہ بجے میں تمہیں تمہارے گیٹ پر پہنچ کر مس کال دوں گا...... تم گفٹ ریسیو کر لینا......

او۔ کے......؟“ وہ بولا۔

”او۔ کے......!“ یمنٰی کی رگ رگ میں طمانیت کا احساس اُترنے لگا۔

”مگر میں یہ جاننا چاہوں گا کہ تم اپنے گھر سے باہر کیوں نہیں آ سکتیں......؟ میں تمہیں پراپر ہیلپ کرنا چاہتا ہوں میری قوم کی گڑیا......!“ وہ بڑے جذباتی انداز میں کہہ رہا تھا۔

”میں تمہیں ضرور بتاؤں گی مگر ابھی نہیں...... او۔ کے......! بائے......! میں ویٹ کر رہی ہوں۔“ اس نے یہ کہہ کر سیل آف کر دیا اور ایک طرف بیڈ پر ڈال کر بھرپور انگڑائی لی۔

⌘ ⌘ ⌘

چند لمحے حسین تصورات میں کھوئی رہی۔ پھر کسی دھیان سے چونک کر اُٹھی اور کھڑکی کا پردہ اُٹھا کر باہر جھانکا۔ ہر طرف خاموشی کا راج تھا۔ تیز روشنیاں گل ہو چکی تھیں۔ پورچ اور لان میں ہلکی روشنی تھی۔ واچ مین کے کیبن میں بھی اندھیرا تھا۔

چند لمحے باہر کا جائزہ لینے کے بعد وہ پلٹی اور اپنے پرس میں سے ہزار کا نوٹ نکال کر مٹھی میں دبایا۔ ایک ایک لمحہ بہت بھاری تھا۔ اس نے اپنا سیل اُٹھا کر غور سے دیکھا کہ کہیں غلطی سے اس نے آف تو نہیں کیا ہوا۔ پھر مطمئن ہو کر دوبارہ رکھ دیا اور کمرے میں ٹہلنے لگی۔

وہ پوری شعوری کوشش کر رہی تھی کہ اس وقت کوئی تکلیف دہ خیال اس کے ذہن میں نہ آنے پائے۔ آنے والے وقت میں بے خبری کے احساس سے اس کی رگ رگ میں خوشی کا احساس اُتر آیا تھا۔

اسی طرح آدھا گھنٹہ گزر گیا۔ انتظار اذیت بننے لگا۔ اس نے آگے بڑھ کر T.V آن کر دیا اور چینل بدلنے لگی۔

ایک اشتہار بڑا پُرکشش تھا وہ ٹھہر گئی۔ اشتہار ختم ہوا۔ یہ کسی پروگرام کا وقفہ تھا۔ اشتہار ختم ہوتے ہی پروگرام شروع ہو گیا۔ کوئی ٹوپی پہنے ہوئے تھا۔ مذاکراتی پروگرام کا میزبان شلوار قمیص اور ویسٹ کوٹ میں ملبوس تھا۔

یمنٰی نے ایک سیکنڈ کی تاخیر کیے بغیر چینل بدل دیا۔

"ہونہہ......! مولوی...... محکمۂ اوقاف کے تنخواہ دار...... خود دعوتیں اور لنگر کھاتے ہیں اور چاہتے ہیں پبلک نمک سے روٹی کھائے۔" یمنٰی کا موڈ آف ہو گیا۔ اس نے T.V ہی آف کر دیا اور کلاک کی طرف دیکھ کر پھر بے قراری سے ٹہلنے لگی۔

"اوہ......! مائی گاڈ......! یہ حجازی کہیں بھول تو نہیں گیا......؟ ایسا تو نہیں کہ اپنے بیڈ روم میں بند شوق کر رہا ہو......؟" اس خیال ہی سے دل بیٹھ گیا۔

اس نے بے اختیار اپنا سیل اُٹھایا اور حجازی کو ڈائل کرنے لگی۔

کال فوراً ہی ریسیو ہو گئی۔ حجازی کی آواز سماعت سے ٹکرائی۔

"بس تقریباً تمہارے گھر سے پانچ منٹ کے فاصلے پر ہوں...... تم گیٹ تک پہنچو...... او۔ کے......؟"

یمنٰی کے وجود میں بجلیاں سی دوڑ گئیں۔ اس نے سیل رکھا اور آہستگی سے دروازہ کھول کر باہر لابی میں آ گئی۔ چوروں کی طرح چاروں طرف دیکھا۔ ہر دروازہ بند ملا۔

اس نے سکون کا سانس لیا اور جلے پیر کی بلی کی طرح آہستہ آہستہ اسٹیپ اُترنے لگی۔

بڑے سے لاؤنج میں پہنچ کر اس نے ایک مرتبہ پھر اِدھر اُدھر دیکھا۔ اور تو کسی سے خطرہ نہیں تھا بس افسر علی ہی کی طرف سے کھٹکا سا تھا۔ اکثر وہی گھر میں اِدھر اُدھر گھومتا نظر آتا تھا۔

چند لمحے لاؤنج میں کھڑی رہی اور ہر طرح سے اپنی تسلی کر کے باہر نکل آئی۔ باہر آتے ہی اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ گیٹ آنے والی کار کی روشنیوں سے چمک رہا تھا۔

وہ تقریباً بھاگتی ہوئی گیٹ تک آئی۔

کار کی موجودگی کو محسوس کر کے سہراب خان بھی اپنے کیبن سے نکل آیا تھا۔ اس کی مکمل توجہ گیٹ کی طرف تھی۔ ابھی یمنٰی پر اس کی نظر نہیں پڑی تھی۔

یمنٰی اس کی طرف بھاگی تو وہ متوجہ ہوا اور بڑی حیرت سے یمنٰی کی طرف دیکھنے لگا۔

''سہراب خان...... !باہر کوئی میرے لئے گفٹ لایا ہے...... میں اِدھر ہی کھڑی ہوں تم جا کر اس سے لے آؤ۔'' یمنٰی نے سرگوشی کے انداز میں اس سے کہا۔

''گفٹ......؟ اچھا...... اچھا...... گفٹ......'' نیند کی جھونک کھا کر اُٹھا تھا اس لئے سمجھنے میں ذرا دیر لگی۔

''ام جاتا ہے...... آپ اِدھر ہی ٹھہرو...... بیگم صاحب کا آرڈر ہے...... ام مجبور ہے ورنہ تو آپ بھی امارا مالک ہو۔'' سہراب خان نیند کی تندی سے بے بس ہو کر آدھا حاضر آدھا غیر حاضر تھا۔

اس نے زیادہ گہرائی میں جا کر صورتِ حال کا جائزہ نہیں لیا اور یمنٰی کا ہزار روپے کا نوٹ بچ گیا۔

سہراب خان نے گیٹ کی کھڑکی سرکا کر باہر جھانکا اور حجازی کو پہچان کر سلام کیا۔

یمنٰی سائیڈ میں ہو گئی کہ غلطی سے بھی حجازی کی نظر اس پر نہ پڑ جائے اور وہ سہراب خان کے سامنے ہی خیر خیریت پوچھنا شروع کر دے۔ ویسے بھی یمنٰی نے نوٹ کیا تھا کہ غیر ملکی لوگ بڑے کھلے ڈھلے سے ہوتے ہیں۔ اپنی ذات اپنی بات سے غرض رکھتے ہیں۔ غیر ضروری تفصیلات کی طرف تو بغیر وجہ آنا ہی پسند نہیں کرتے۔

''یہ ڈائرکٹ مس یمنٰی کو پہنچا دو...... کسی اور کو مت دینا...... او۔کے......؟'' حجازی کی آواز آئی۔

''جی صاحب......!'' سہراب خان نے بھی جان چھڑانے والے انداز میں جواب دے کر کھڑکی کا پٹ سرکا کر لاک کر دیا اور غور سے گفٹ پیک دیکھنے لگا جو خوبصورت

پیکنگ کے ساتھ گفٹ بیگ میں تھا مگر جیسے اس کے کچھ پلے نہیں پڑا۔ اس نے بے نیازی سے یمنٰی کی طرف بڑھا دیا۔

مزے کی نیند میں ڈوب جانے کے احساس ہی نے اسے ماحول سے بے نیاز کر دیا تھا۔

یمنٰی تو پیک لے کر اندر کی طرف سرپٹ بھاگی۔ ساری احتیاط ہوا ہو گئی۔ بس اپنے بیڈ روم میں پہنچنے کی جلدی تھی۔

• • •

فاخرہ خانم ارباب علی کی طرف سے پشت کئے لیٹی تھیں۔ بازو کے گھیرے میں چہرہ چھپا ہوا تھا۔

ارباب علی بیڈ پر جانے سے پہلے کچھ دیر اپنی رائیٹنگ ٹیبل پر کام کرتے تھے۔ یہ آنے والے کل کی تیاری کا ایک حصہ تھا۔ یہ الگ بات کہ آج ان کی توجہ اپنے کام اور آنے والے دن کے شیڈول کی طرف مرتکز نہیں ہو پا رہی تھی۔ بار بار دھیان فاخرہ خانم کی طرف جاتا تھا۔ غیر معمولی خاموشی بہت تعجب خیز تھی۔

برسوں بعد ایسی رات آئی تھی کہ نہ کوئی طنز ہوا نہ تیکھا جملہ آیا، نہ ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے سے الوداعی بات چیت ہوئی۔ جس کو شب بخیر کہے بغیر وہ کبھی نہیں سوئیں۔ اس لئے آج کمرے کے ماحول میں مخصوص قسم کی خوشبوئیں بھی دورہ نہیں کر رہی تھیں۔ یہ تو حیرت سے ٹھٹکا دینے والا واقعہ تھا۔

ارباب علی ٹیبل لیمپ آف کر کے اُٹھ کھڑے ہوئے اور ایک لمحہ تاخیر کے بغیر فاخرہ خانم کی طرف دیکھا۔

''فاخرہ......! آپ جاگ رہی ہیں......؟'' انہوں نے کھوج اور تجسس سے نجات کے لئے پہلا قدم اُٹھایا۔

''ہوں...... بس سو رہی ہوں۔'' انہوں نے زاویہ بدلے بغیر مَن مَن کے انداز

میں جواب دیا۔

"یعنی جاگ رہی ہیں......؟ آپ مجھے پانچ منٹ دیں...... مجھے کچھ ضروری باتیں کرنا ہیں آپ سے۔"

ارباب علی نے ریموٹ اُٹھا کر اسپلٹ کی کولنگ کم کی۔ یونہی فاخرہ خانم کو سکڑا سمٹا دیکھ کر انہیں محسوس ہوا کہ شاید انہیں سردی لگ رہی ہے۔

"ہوں......! بولیں میں سن رہی ہوں۔" وہ اسی طرح مریضانہ کمزوری آواز میں بولیں۔

"یہ آپ ایک دم سے یمنٰی کی شادی کا کیوں سوچنے لگیں......؟ ابھی تو اس کا اے۔لیول چل رہا ہے...... کیا اس نے کسی سے کمٹ منٹ کر لی ہے......؟ لو میرج کرنا چاہ رہی ہے......؟ اور اس کی چوائس آپ کو منظور نہیں......؟ کیا ایسا کچھ ہے......؟"

"نہیں......!" اتنی تفصیل سے کیے گئے سوال کا نہایت مختصر جواب آیا۔

اب ارباب علی نے بری طرح چونک کر ان کی طرف دیکھا۔ ابھی تک اپنے سوچے ہوئے امکانات کی وجہ سے قدرے پُرسکون تھے۔

"پھر......؟" وہ واقعی اب بے بسی کی حد تک ہار مان چکے تھے۔ ان کی عقل نے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

"وہ میں محسوس کرتی ہوں کہ اس کی کمپنی ٹھیک نہیں ہے...... زیادہ تر آزاد منش اور غیر ذمہ دار قسم کے بچے اور بچیاں ہیں...... ہم جس سرکل میں موو کر رہے ہیں وہاں اس طرح کے بچوں سے اس کو زبردستی کر کے دُور نہیں کر سکتے۔" فاخرہ خانم کو بھی احساس ہو رہا تھا کہ انہیں تفصیل سے جواب دینا ہی پڑے گا ورنہ ارباب علی "تفتیش" سے باز نہیں آئیں گے۔

"تو کیا اس کا واحد حل شادی ہے......؟" وہ ان کی وضاحت پر بھرپور غور کرتے ہوئے پوچھ رہے تھے۔

"ہاں......! اس لئے کہ شادی کے بعد وہ اپنے شوہر کی ذمہ داری ہوگی...... وہ خود اسے ہینڈل کر لے گا...... پھر شوہر اور والدین کے انداز میں بہت فرق ہوتا ہے...... بچے پیرنٹس سے ہر طرح کا ایڈوانٹیج لینے کی کوشش کرتے ہیں...... اموشنلی بلیک میل کرتے ہیں۔" وہ دَبی دَبی آواز میں بول رہی تھیں۔

"یہ تو بہت پہلے سوچنا چاہئے تھا...... جن بچوں کو ہر وقت اپنی نگرانی کئے جانے کا اور جوابدہی کا احساس ہوتا ہے وہ بہت کانشس رہتے ہیں اور جن کو شروع ہی سے ان کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے وہ کسی بات کی پرواہ نہیں کرتے...... بہرحال یہ اتنی سولڈ ریزن نہیں کہ میں کسی اوور ایج بندے سے اس کی شادی کر دوں...... بہتر ہے کہ کسی انتہائی اقدام سے پہلے میں خود اسے واچ کروں اور پھر اس کے ساتھ سٹنگ کروں۔" ارباب علی ہنوز غور و فکر کی کیفیت میں ڈوب کر بات کر رہے تھے۔

فاخرہ خانم نے بدحواس ہو کر ان کی طرف دیکھا۔

"ارباب علی خود واچ کریں گے......؟" یہ خیال ہی اعصاب ہلا رہا تھا۔

"پیش آنے والے جنگی معرکے......؟" یہ سوچ ہی قیامت تھی۔

مگر وہ اب کچھ کہہ نہیں سکتی تھیں کہ سارا Load تو ارباب علی نے اُٹھانے کا فیصلہ کیا تھا۔ ان کے ذمے تو کوئی کام ہی نہیں لگا رہے تھے۔ انہوں نے نڈھال سی ہو کر دایاں بازو اپنی آنکھوں پر رکھ لیا۔

ارباب علی نے ایک نظر ان پر ڈالی اور چینج کرنے ڈریسنگ میں چلے گئے۔



افسر علی حسبِ عادت لیٹ نائٹ ٹیرس میں اسٹڈی میں مصروف تھا۔ یہ اور بات کہ توجہ ایک طرف نہیں تھی۔ کبھی کوئی خیال ستاتا کبھی کوئی سوچ تنگ کرتی۔ کچھ دیر اپنے آپ کو دھوکہ دینے کے بعد آخرکار تنگ آ کر اُٹھا اور ریلنگ تھام کر باہر اطراف میں نظر دوڑانے لگا۔

روزانہ کی ایک ٹینشن سے تو بہر حال نجات مل گئی تھی کہ یمنٰی ابھی تک نہیں آئی۔

"اب آئے گی تو کس حال میں آئے گی......؟"

اس نے آج کی تاریخ میں یمنٰی کی شکل ہی نہیں دیکھی تھی۔ سارا دن دروازہ بند رہا۔ اب رات کو بھی ادھر سے گزرا تو دروازہ بند تھا اور گہری خاموشی تھی وگرنہ دروازہ بند بھی ہوتا تھا تو T.V یا گانوں کی آواز اور چھن چھن باہر گزرتے ہوئے سنائی دیتی تھی۔

وہ مسلسل ایک نکتے پر سوچ رہا تھا۔

"نور خان نے کوئی شئے چوری نہیں کی...... وہ یمنٰی کے کمرے میں کیوں گیا......؟" اتنی واضح بات اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ ایک نشے میں مدہوش انسان کے ساتھ کچھ بھی کیا جا سکتا ہے۔ وہ کسی قسم کی مزاحمت کے قابل ہی نہیں ہوتا۔ انسان کی سب سے بڑی پاور تو اس کا جاگتا ہوا ذہن ہوتا ہے۔

"شاید اسے کسی بھاری رقم کی آس ہوگی جو اسے یمنٰی کے بیڈ روم سے نہیں ملی ہوگی......؟ وہ تو ویسے ہی کریڈٹ کارڈ یوز کرتی ہے...... جیولری کا اسے شوق نہیں...... تقریبات تک میں جیولری نہیں پہنتی...... اس کی ڈریسنگ زیادہ تر مردانہ ہوتی ہے...... عام تقریب ہو یا خاص جینز، ٹراؤزر، ٹاپ شرٹ، سلیولیس اور بس اس کے کمرے کی قیمتی اشیاء میں ایک فلیٹ ٹی وی D.V.D C.D پلیئر، کمپیوٹر اور شاید ایک دور یسٹ واچ۔" وہ یہیں تک سوچ پایا تھا کہ اسے قدموں کی چاپ سنائی دی وہ چونک کر پلٹا۔ دیکھا تو سامنے عطیہ بیگم کھڑی تھیں۔ وہ ایک دم سنبھل کر مسکرایا۔

"ارے دادی جان......! آپ ابھی تک سوئیں نہیں......؟"

عطیہ بیگم نے فولڈنگ ٹیبل پر بکھری کتابوں پر ایک نظر ڈالی پھر افسر علی کی طرف دیکھ کر سنجیدہ مگر عام سے لہجے میں بولیں۔

"پڑھائی ہو رہی ہے...... کیا امتحان ہونے والے ہیں......؟"

"ایگزام تو ابھی دور ہیں مگر اسٹڈی تو کرنا ہی ہوتی ہے...... میں ایگزام کے دنوں

میں زیادہ نہیں پڑھتا اور نہ دیر تک جاگتا ہوں...... نیند پوری کر کے پیپر دینے جاتا ہوں...... ایگزام سے پہلے کتاب کھول کر غلطی سے بھی دیکھ لوں تو لگتا ہے مجھے کچھ بھی یاد نہیں۔" اس نے مسکرا کر دادی کو بڑی وضاحت کے ساتھ جواب دیا جیسے ان پر یہ ظاہر کرنا چاہ رہا ہو کہ وہ بہت خوش اور ریلیکس ہے۔

"ماشاءاللہ......! اللہ جیتا رکھے......! ارباب علی تم سے بہت خوش ہے...... تمہیں تو وہ اپنے بیٹے کی جگہ دیکھتا ہے...... بہت تعریف کرتا ہے تمہاری کہ اماں افسر علی بہت محنتی ہے، پڑھائی میں بہت تیز ہے، ہمیشہ فرسٹ کلاس نمبروں سے پاس ہوتا ہے۔"

اچھی بات ہے بیٹا......! محنت کرنے والے ہی اچھے دن دیکھتے ہیں...... اللہ تمہیں کامیاب کرے آمین......!" انہوں نے آگے بڑھ کر افسر علی کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بہت پیار سے دُعا دی۔

"شکریہ دادی جان......! میں خود اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر گزار ہوں کہ والدین سے محروم ہونے کے بعد اللہ نے مجھے بے حد مہربان چچا کی شفقت و محبت سے نوازا...... انہوں نے میری ہر چھوٹی بڑی ضرورت کا خیال رکھا...... میں ان کے احسانات نہیں اُتار سکتا۔" افسر علی کا ایک ایک لفظ احساسِ تشکر سے لبریز تھا۔

"نہیں بیٹے......! اس میں احسان والی کوئی بات نہیں...... بھائی کی اولاد بھی اپنا خون ہوتی ہے...... اپنی ذمہ داری ہوتی ہے...... شکر ہے میرے بیٹے نے اپنی ذمہ داری کو پہچانا اور نبھایا۔"

"اس وقت اصل میں تم سے ایک بہت ضروری بات کرنے آئی ہوں...... پہلے تمہارے کمرے میں گئی...... تم وہاں نہیں ملے تو اِدھر اُدھر تلاش کرتی یہاں تک آگئی۔" عطیہ بیگم نے اب بہت ہی آہستہ آواز میں بات کی۔

"جی......! خیریت......؟" افسر علی اندر سے سہم سا گیا کہ آخر اتنی رات کو دادی کون سی ضروری بات کرنے آئی ہیں......؟ کیا یمنٰی سے متعلق کسی بات کی بھنک مل گئی

ہے......؟ کچھ معلوم کرنا چاہتی ہیں۔

جھوٹ بولنا اس کے لئے ہمیشہ سے بہت کٹھن کام تھا۔ یہ تو گویا اس کے پھنسنے والی ہوتی تھی۔ جھوٹ سے پہلے بہت برق رفتاری سے ذہن کو تیار کرنا ہوتا ہے اور اس میں یہ صلاحیت مفقود تھی۔ شاید اسی ''نکمے پن'' کی وجہ سے فاخرہ خانم اکثر چڑ کر اس کو ''بھوندو'' کہہ کر مخاطب کرتی تھیں۔ اکثر بڑبڑانے کے انداز میں کہتی تھیں۔

''جانے کتنے احمق مرے تھے تو یہ شاہکار پیدا ہوا تھا۔''

''خیریت ہے بیٹا......!'' عطیہ بیگم کرسی پر بیٹھتے ہوئے تھکے تھکے انداز میں بولیں۔ پھر افسر علی کو دیکھ کر کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''تم بھی بیٹھ جاؤ......! بیٹھ کر میری بات توجہ سے سنو......! پریشانی والی کوئی بات نہیں ہے......اس وقت تو اس لئے چلی آئی کہ تم تو صبح صبح گھر سے چلے جاؤ گے پھر وہی شام اور رات والی بات ہو گی۔''

''جی جی......!'' افسر علی نے کرسی گھسیٹ کر ان کے قریب کرتے ہوئے بڑے شوق و تجسس میں ''جی جی'' کہا۔

اس دوران عطیہ بیگم کے چہرے سے ایک لمحے کو بھی نظر نہیں ہٹائی۔ اندر ایک دھکڑ پکڑ جو شروع ہو چکی تھی اور فوراً ہی ان کے مقابل بیٹھ گیا۔

''بات یہ ہے بیٹا......! میری اور تمہارے چچا کی دلی خواہش ہے کہ تمہاری شادی یمنٰی کے ساتھ ہو جائے......تمہاری رائے لینا بھی بہت ضروری ہے...... ماشاءاللہ......! جوان ہو......سمجھدار ہو......شرعاً بھی تمہارا حق ہے کہ تمہاری مرضی معلوم کی جائے۔''

''تمہارے چچا کا خیال ہے کہ اس گھر میں تمہاری حیثیت بیٹے کی ہے......اب بس بیٹے ہی بنے رہو اور اپنے چچا کی ذمہ داریاں سنبھالو۔'' عطیہ بیگم نے اپنی بات کی اور جواب کے لئے افسر علی کی طرف دیکھنے لگیں جو اپنی جگہ حیرت سے پتھرایا ہوا تھا اور ہکا بکا سا دادی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''ایسے کیوں دیکھ رہے ہو بیٹے......؟ ایسی کیا انہونی کہہ بیٹھی......؟'' عطیہ بیگم نے حیران پریشان ہو کر پوچھا۔

''کک......کچھ نہیں دادی جان......!'' افسر علی گڑبڑا سا گیا اور خود کو سنبھالنے لگا۔

''پھر بھی بیٹا......! جو جی میں ہے کہو......! کوئی زور زبردستی والی بات تو نہیں ہے۔'' اب عطیہ بیگم کے انداز میں قدرے شکستگی تھی۔

وہ افسر علی کا ردعمل نظر انداز نہیں کر سکتی تھیں۔ یوں لگا جیسے افسر علی کو اس بات سے شدید دھچکا پہنچا ہے۔

''یہ بات نہیں ہے دادی جان......! وہ اصل میں چچی جان......''

''تمہاری چچی کو کوئی اعتراض نہیں ہے......البتہ انہوں نے یہ ضرور کہا ہے کہ افسر علی جوان ہوشمند لڑکا ہے......اس کی اپنی بھی تو کوئی پسند ناپسند ہو گی......وہ بھی تمہارے ساتھ کسی قسم کی زبردستی کرنا نہیں چاہتی...... بلکہ مجھے تو عجیب ندامت سی ہے کہ میں تمہارے معاملے میں فاخرہ سے بہت بدگمان رہی......وہ تو یہاں تک کہہ رہی ہے کہ یمنٰی افسر علی کے لائق نہیں ہے......وہ بہت خودسر اور آزاد خیال ہے......افسر علی اسے سنبھال نہیں سکتا......اور میں اسے یہ سمجھا رہی ہوں کہ ابھی وہ آزاد لڑکی ہے......کسی کی پابند نہیں ہے......شوہر بیوی کا معاملہ اور طرح کا ہوتا ہے......گھر کا بچہ ہے سب جانتا اور سمجھتا ہے......وہی اس کو سنبھال سکتا ہے......پردہ بھی رکھ سکتا ہے......کہیں اور جائے گی تو خدانخواستہ تماشا بھی بن سکتا ہے۔''

عطیہ بیگم بول رہی تھیں اور افسر علی سر جھکا کر سن رہا تھا۔ اگرچہ حیرت بہت تھی کہ چچی جان کے خیالات Over Night چینج ہو گئے......؟ مگر چونکہ محرم راز تھا بہت ساری گرہیں خود بخود کھل رہی تھیں۔ کچھ خاص تردّد نہیں کرنا پڑ رہا تھا۔

ابھی چند دن پہلے ہی تو چچی نے ڈائرکٹ اس سے فرحان کے لئے کوشش کرنے کے لئے کہا تھا۔ اس وقت بھی تو وہ ان کے گھر میں ان کے سامنے موجود تھا۔

ایک نادیدہ سی تلخ و زہریلی ہنسی کا شور رگ رگ میں ہنگامہ سا کرنے لگا۔

"اوہ......! تو یہ بات ...... خیر......! وتعز من تشاء وتذل من تشاء...... یہ ہمارے اختیار کی بات نہیں...... چائے بنانے والا...... برتن سمیٹنے والا ایک دم سے اتنا معتبر و معزز ہو گیا......؟ یہ اس رب عظیم و کریم کی شان ہی تو ہے اسی لئے تو اس نے مایوسی کو کفر کہا ہے کہ آنے والے دنوں میں کیا پیش آنے والا ہے صرف اسی کو علم میں ہے۔"

معاً اسے دھیان آیا کہ ایک مرتبہ اس نے کہیں پڑھا تھا اگر کسی کو تکبر میں مبتلا دیکھو تو سمجھ جاؤ اس کا براوقت قریب ہے۔ اکثر جب تکبر و گھمنڈ کے ہاتھوں اس کی دل آزاری ہوتی تھی تو وہ سوچتا تھا ان کا براوقت کیسے آ سکتا ہے......؟ ان کے پاس تو اتنا ہے کہ بیمار پڑ جائیں اور بیماری بھی سنجیدہ نوعیت کی تو یہ تو اسپتال میں ایڈمٹ ہونے کے بجائے اسپتال خرید کر لیٹ جائیں۔

اس نے ایک گہری سانس کھینچی اور ایزی ہو کر بیٹھ گیا۔ عطیہ بیگم بہت بے تابی سے اس کا جواب سننے کی منتظر تھیں۔ اس کے چہرے پر غور و فکر کے گہرے عکس سے ان کے اعتماد کا آئینہ دھندلا رہا تھا۔ بوڑھے اور کمزور اعصاب سنسنانے لگے تھے۔ کوئی اچھی اُمید نظر نہیں آ رہی تھی۔

"وہ...... بات یہ ہے دادی جان......! میں اگر آپ کی اور چچا جان کی خواہش پر سر بھی جھکا دوں تو کوئی فائدہ نہیں...... یمنیٰ کبھی بھی رضامند نہیں ہو گی...... ہوٹل مالکان سے کم حیثیت کے تو وہ دوست بھی نہیں بناتی...... لائف پارٹنر کے لئے تو آپ سوچ لیں اس کا آئیڈیل کیا ہو گا......؟" اس نے بڑے مدبرانہ انداز میں سنبھل سنبھل کر اپنے دل کی بات کہہ دی۔

"اے ہٹاؤ......! دوست تو بادشاہ کو بھی بناتے ہیں...... دوست بنانے سے اس کی ریاست تو نہیں مل جاتی......؟ ہماری سمجھ میں تو آج تک یہ لونڈوں لپاڑوں سے لڑکیوں کی دوستی نہیں آئی...... ہم عمر بچیاں سہیلیاں بنتی ہیں...... اپنی باتیں کرتی ہیں...... کھیل کود

کرتی ہیں...... کپڑوں زیوروں کی باتیں کرتی ہیں...... لڑکوں سے کیا باتیں کرتی ہوں گی......؟" عطیہ بیگم نے بڑی بے ساختگی اور ناگواری سے افسر علی کی بات کاٹ دی۔

"مار چھوڑ نیا زمانے بھر کا...... تقریبات میں دیکھو تو یہی کچھ...... اِس کی بیگم اُس کے ساتھ...... اُس کی بیگم اِس کے ساتھ...... یہ کسی کو خوش کرنے اور مہمانوازی کرنے کے نرالے طریقے نکالے ہیں لوگوں نے...... تم یہ سب کچھ چھوڑو اپنے دل کی بولو...... آگے کا دیکھنا سنبھالنا ہمارا کام...... اپنی ساری دولت کے بدلے فاخرہ کو تمہارے جیسا بیٹا کہیں مل سکتا ہے......؟ دولت سے اپنے گروپ کا خون تو مل سکتا ہے خون کا رشتہ نہیں مل سکتا...... بس تم اپنی کہو۔"

افسر علی ایک مرتبہ پھر گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ ذہن کے پردے پر لڑکھڑاتی ہوئی یمنیٰ متحرک تھی۔ کبھی نور خان اس کے بیڈروم سے نکل رہا تھا کبھی حجازی جس کو وہ دل ہی دل میں "جہازی سائز" کہنے لگا تھا۔ کار کی ونڈ اسکرین کے پار یمنیٰ کو ویلکم مسکراہٹ دیتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ وہ یمنیٰ کی چھوٹی چھوٹی شرٹس، بڑے بڑے گلے، کسی مقام پر بھی تو کیمسٹری صحیح ہوتی نظر آ رہی۔ عمر بھر کی رفاقت۔ اسے تو خیال ہی سے باقاعدہ وحشت ہونے لگی۔

"کیا سوچنے لگے بیٹا......! ابھی عمر کم ہے...... لاڈوں میں پلی ہے اس لئے مزاج میں لاابالی پن ہے...... گھر گرہستی کی ذمہ داری پڑے گی تو خود ہی سنجیدہ ہو جائے گی...... بال بچے ہو جائیں تو عورت کی دُنیا ہی بدل جاتی ہے۔" عطیہ بیگم نے پریشان ہو کر اسے قائل کرنے کے جتن شروع کر دیئے۔

"بال بچے......؟" افسر علی پھر اپنے دھیان سے چونکا۔

"مائی گاڈ......! اس کے بچوں کی ایسی ماں......؟" اس پر تو جیسے لرزہ طاری ہو گیا۔

اس نے خوفزدہ نظروں سے دادی کی طرف دیکھا جو اس کی طرف بڑی آس اُمید سے دیکھ رہی تھی۔

''یہ تمہارے چچا کی دلی آرزو ہے...... بہت پیار کرتا ہے تم سے۔'' عطیہ بیگم نے پھر ایک پتہ پھینکا۔

''وہ تو ٹھیک ہے دادی جان......! میرا تو بال بال چچا کے احسانات میں بندھا ہوا ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں مگر یمنٰی سے شادی......؟'' وہ بری طرح اُلجھ گیا۔

انکار والی زبان تو تھی ہی نہیں مگر اقرار......؟ اس وقت تو یہ بھی پہاڑ سرکانے والی بات تھی۔

''وہ...... میں آپ کو بعد میں جواب دوں گا...... آپ کچھ دن رُک جائیں۔''

بہر حال اسے بروقت جان چھڑانے والا جواب سوجھ گیا۔

''اچھی بات بیٹا......! تم ہر طرح سے سوچ لو......! تم چچا کے احسانات کی بات کر رہے ہو اور میرے دل کی پوچھو تو میں سمجھتی ہوں تم یمنٰی کو اپنا کر اپنے چچا پر احسان کرو گے اس لئے کہ تمہارے جیسا صابر بچہ ہی اسے نباہ سکتا ہے...... ٹھیک ہے پھر تم سوچ کر جواب دے دینا...... میں بھی دو تین گھنٹے کی نیند کر لوں...... تین بجے اُٹھنا ہوتا ہے...... اپنی غرض کو اُٹھتی ہوں...... اپنے بچوں کی خیر مانگتی ہوں اس سے...... جانے کس وقت سن لے۔''

عطیہ بیگم خود کلامی کے انداز میں بولتی ٹیرس کی حدود سے باہر نکل گئیں۔

افسر علی کا ذہن سنسنا رہا تھا۔ وہ اب اسٹڈی کے قابل کہاں رہا تھا۔ چپ چاپ اپنی کتابیں سمیٹنے لگا۔ خریدے ہوئے غلام کی سی بے بسی کا احساس تھا۔

جو اس لئے سونا چاہتا ہے کہ شاید وہ خود کو خواب میں آسمانوں پر پرندوں کی طرح اُڑتا ہوا دیکھے اور آزادی کے شعور سے سرشاری حاصل کرے۔

● ● ●

اگلے دن صبح کو جب ارباب علی اور افسر علی گھر سے جا چکے تھے تو ٹوٹو کا فون آ گیا۔ فاخرہ خانم ماسی سے اپنے سر میں مساج کرا رہی تھیں۔ انہوں نے ماسی کو روکا اور اُٹھ کر

فون اٹینڈ کیا۔

عموماً اس وقت ان کی کالز تو نہیں آتی تھیں۔ ان کے تمام قریبی ملنے والوں کو پتہ تھا کہ وہ دس بجے سے پہلے سو کر نہیں اُٹھتیں اسی لئے انہیں تجسس ہوا کہ اس وقت کس نے فون کیا ہے......؟

''ہیلو......!'' ان کے انداز میں احتیاط سی تھی۔

''ہائے آنٹی......! ٹوٹو بات کر رہی ہوں...... کیسی ہیں آپ......؟''

فاخرہ خانم تو ٹوٹو کی آواز سنتے ہی جیسے نیند سے جاگ پڑیں اور تن بدن میں آگ سی لگ گئی۔ بمشکل اپنے اندر سے اُٹھتی ناگواری کے طوفان کو سنبھال کر بولیں۔

''میں ٹھیک ہوں......! کیسے فون کیا......؟''

''آنٹی......! میں یمنٰی کی طرف سے بہت پریشان ہوں...... وہ کیا کر رہی ہے......؟ اس کا سیل کل سے آف ہے...... اس کی طبیعت کیسی ہے......؟ پلیز آنٹی......! آپ اس سے میری بات کرا دیں۔'' ٹوٹو نے بڑے عجلت بھرے انداز میں بات کی درخواست کی۔

''سوری......! آپ اب کبھی یمنٰی سے بات نہیں کر سکتیں...... کسی اور دوست کے ساتھ ٹائم ویسٹ کریں...... آئندہ آپ کا یہاں کوئی فون وون نہیں آنا چاہئے...... میں کال گرلز کے ساتھ اس کی دوستی کی پرمیشن نہیں دے سکتی۔'' فاخرہ خانم نے یہ کہہ کر فون بند کر دیا بلکہ ریسیور پٹخ دیا۔

فون کی بیل فوراً دوبارہ ہی رنگ ہو گئی تھی۔

فاخرہ خانم نے غضب ناک نظروں سے فون سیٹ کی طرف دیکھا مگر کال اٹینڈ نہیں کی۔

رنگ مسلسل ہو رہی تھی۔

ماسی ہونق سی کھڑی فاخرہ خانم کی طرف دیکھ رہی تھی۔ پلّے تو کچھ پڑ نہیں سکتا تھا

البتہ فاخرہ خانم کا غیض وغضب دیکھ کر اتنا اندازہ لگا سکتی تھی کہ کوئی گڑبڑ ہے۔تیل میں بھرے ہاتھ یوں لئے کھڑی تھی کب حکم ہو اور وہ اپنا کام شروع کرے۔

رنگ ہوتی رہی ہوتی رہی آخر کار بند ہوگئی مگر دوسری طرف سے فوراً Redial کر دیا گیا یعنی صبح کی چپک گئی تھی۔

آخر دُنیا کی سب سے ننگی گالی دی گئی تھی۔ٹوٹو کی تو پوری ہستی میں اُٹھا پٹخ شروع ہوگئی ہوگی۔جواب میں کچھ کہے بغیر اسے چین کیسے پڑتا۔

فاخرہ خانم نے دانت پیستے ہوئے فون کا پلگ ہی نکال دیا اور ماسی کی طرف پلٹ کر دیکھا پھر زور سے دھاڑیں۔

''تم کیوں کھڑی ہو میرے سر پر......؟''

ماسی تو حیرت سے مرنے کو ہوگئی اور تیل میں بھرے ہاتھ Show کرانے لگی۔

''وہ جی......آپ کے سر کی مالش......'' وہ بولتے ہوئے ہکلانے لگی۔

''گو ہیل......مالش......ودیو......جاؤ یہاں سے......جا کر اپنا کام کرو۔'' وہ پھر چلائیں اور ماسی تو گویا سر پر پاؤں رکھ کر بھاگی۔یہ سوچتی ہوئی کہ شاید بیگم صاحبہ پر کسی ''جن'' کی حاضری ہوتی ہے۔

''صرف ایک دفعہ دیکھا ہے اس ٹوٹو پھوٹو کی ماں کو......شکل ہی سے نائیکہ لگتی ہے۔'' وہ اب گدھے کے کان اینٹھنے لگیں۔

خود کو غلط سمجھنا اور اپنی غلطی تسلیم کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔جس طرف نظر اُٹھاؤ الزام تراشی وعیب جوئی کا بازار گرم ہے۔ہر کوئی اپنے تئیں پاک صاف، مصفا بنا بیٹھا ہے۔

فاخرہ خانم بھی لاشعوری طور پر اس بحران کی ذمہ داری دوسروں پر ڈالنا چاہ رہی تھیں کہ کسی طرح تو ضمیر کی لعن طعن سے نجات ملے۔



وہ بارہ بجنے کے بعد اب ضبط نہ کرسکیں۔

''یعنی آج پھر کالج کی چھٹی......؟'' انہوں نے اس کے کمرے کا دروازہ دھڑ دھڑا دیا۔

یمنٰی ہڑبڑا کر گہری نیند سے جاگی اور فوراً کلاک کی طرف دیکھا اور بستر سے چھلانگ مار کر اُتر آئی۔

''کون......؟'' اس نے قمیص کھینچ کھانچ کر درست کرتے ہوئے پوچھا۔

رات تو وہ بے خبر تھی کہ نائٹ ڈریس پہننے کا بھی ہوش نہیں تھا۔

''دروازہ کھولو......!دوپہر کے بارہ بج رہے ہیں۔'' باہر سے فاخرہ خانم کی خفا خفا سی آواز آئی۔

یمنٰی نے کمرے میں نظر دوڑائی پھر گویا سر پیٹ لیا۔بوتل سرہانے ہی پڑی تھی۔اس نے جلدی سے بیڈ کے نیچے بوتل رکھی اور بھاگ کر دروازہ کھول دیا۔

فاخرہ خانم اندر آئیں اور ایک طائرانہ نظر پہلے کمرے پر پھر یمنٰی کے سراپے پر ڈالی۔

''کیا کالج کی چھٹیاں ہیں......؟ کیا کرتی رہیں رات بھر......؟ اب سو کر اُٹھی ہو......؟ رات کھانا بھی نہیں کھایا تھا......ابھی تک بھوک نہیں لگی......؟'' انہوں نے تابڑتوڑ سوالات کئے۔

''وہ......ممی......!میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے......اس لئے کالج نہیں گئی......اسی وجہ سے کچھ کھانے کو بھی دل نہیں چاہا۔'' وہ اپنے بال سمیٹ کر نظریں چراتے ہوئے بولی۔

فاخرہ خانم نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

اس کے منہ کھولتے ہی ایک تیز بو نے ان کے اعصاب ہلا دیئے۔وہ وحشت زدہ سی ہو کر اس کے قریب آئیں اور اس کے دونوں کاندھوں پر اپنے ہاتھ رکھ دیئے اور غور

سے اس کی شکل دیکھنے لگیں۔

"کیا طبیعت خراب ہے......؟ نزلہ......؟ بخار......؟ کھانسی......؟ بتاؤ......! کیا ہوا ہے......؟" وہ اسے پلک جھپکائے بغیر دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔

"وہ......سر میں بہت درد ہے......سو کر اُٹھی ہوں پھر بھی سر بھاری ہے...... پتہ نہیں کیوں......؟" وہ چہرہ موڑ کر کتراتے ہوئے بولی۔

فاخرہ خانم نے ایک زنانے کا تھپڑ اس کے رُخسار پر رسید کیا۔

یمنٰی ہکابکا ان کی طرف دیکھنے لگی کہ آخر ہوا کیا......؟

"بہت ہوگئی...... بے وقوف بناتی ہے...... برباد ہوگئی......ابھی بھی باز نہیں آئے گی......؟ کہاں چھپا کر رکھتی ہے......؟ ہٹ ایک طرف میں دیکھتی ہوں۔"

وہ اسے پرے دھکیل کر وارڈروب کی تلاشی لینے لگیں۔ وہاں کچھ نہیں ملا تو اِدھر اُدھر گھس کر تلاش کرنے لگیں۔

یمنٰی حیران پریشان ان کو اِدھر اُدھر تلاشی لیتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

ہر طرف سے مایوس ہو کر انہوں نے آخر میں نیچے بیٹھ کر جھانکنا شروع کر دیا۔ جیسے ایک پاگل پن سا ان پر سوار ہو چکا تھا اور آخر کار ایک بہت خوبصورت وضع کی بوتل ان کے ہاتھ میں آگئی۔ اچھے بڑے سائز کی تھی مگر خالی تھی۔

وہ بوتل ہاتھ میں لے کر اُٹھ کھڑی ہوئیں اور لرزتی کانپتی یمنٰی کے قریب آگئیں۔ آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ شدتِ غضب سے جسم پر لرزہ طاری ہو رہا تھا۔

"کہاں چھپا کر رکھی ہوئی ہے...... جلدی بتا......! ورنہ ابھی اسی وقت تیرا نکاح پڑھواتی ہوں افسر علی کے ساتھ......ابھی وہ تیرے باپ کے گھر میں رہتا ہے اس لئے دَب کر رہتا ہے......مگر تیرا شوہر بنتے ہی مرد بن جائے گا...... ہڈیاں توڑ دے گا تیری......تھوک دے گا تجھ پر......اور تیرے اُوپر سوتن لا کر بٹھائے گا...... ٹکے کی حیثیت ہوگی تیری اس کی نظر میں۔"

"اس نے نورخان کو تیرے کمرے سے نکلتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے......ایک بازاری عورت کی حیثیت ہوگی تیری اس کی نظر میں...... کسی مرد میں اتنا ظرف نہیں ہوتا...... بتا کہاں رکھی ہے......؟" وہ اس کو لعن طعن کر کے بری طرح جنجھوڑنے لگیں۔

"ممی......! بس...... یہی تھی......اور نہیں ہے میرے پاس......اور یہ افسر علی سے نکاح کی دھمکی نہ دیں مجھے...... زہر کھالوں گی مگر اس سے شادی نہیں کروں گی۔" اس نے ماں کا غصہ دیکھ کر خود پر بہت مشکل سے کنٹرول کرتے ہوئے تیکھے پن سے کہا۔

"تیرا تو غرور کوئی لوٹ کر لے گیا......اب کوئی تیری پسند ناپسند نہیں...... جو تجھے اپنائے گا احسان کرے گا تجھ پر۔" فاخرہ خانم دانت پیستے ہوئے دبی زبان میں کہہ رہی تھیں۔

"چھوڑیں ممی......! ہم کوئی کچی آبادی میں رہنے والے لکیر کے فقیر لوگ نہیں ہیں......ہماری سوسائٹی میں لڑکی کے دس دس بوائے فرینڈز ہوتے ہیں......وہ لائف انجوائے کرتی ہیں اور پھر اپنی پسند سے شادی بھی کر لیتی ہیں۔"

"جو ان سے شادی کرتے ہیں وہ بھی انہیں کی طرح بے غیرت ہوتے ہیں۔" فاخرہ خانم نے غضب کی لہر دبا کر کہا۔

"میں کون سا نیا کام کر رہی ہوں......اگر یہ بے غیرتی ہے تو آپ کیوں ہائی سوسائٹی موو کرتی ہیں......؟ راتوں کو ڈیڈی کے بغیر ڈِنر کرتی ہیں......مجھ میں اور آپ میں بس اتنا ہی تو فرق ہے کہ شاید آپ نے کبھی ڈرنک نہیں کی......سو واٹ...... بہت سے لوگوں کے پاس بے تحاشا دولت ہوتی ہے مگر وہ ڈرنک نہیں کرتے...... اپنی اپنی پسند کی بات ہے۔" یمنٰی ایک تھپڑ کھا کر بغاوت پر اُتر آئی کہ یہ تو اس کی بہت بڑی انسلٹ تھی۔ اب وہ ہر خوف سے بالاتر ہو کر ماں کو کھری کھری سنا رہی تھی۔

فاخرہ خانم اس کی منہ زوری پر ایک لمحے کو سناٹے میں رہ گئیں۔ آنکھیں پھاڑے

اس کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ ضبط کی انتہائی منزلوں سے گزر رہی تھیں۔

"ہاں......! تیرے باپ کی مرضی سے آزادی سے آتی جاتی ہوں...... اس لئے کہ وہ مجھ پر اعتماد کرتا ہے...... میں ایک خاندانی عورت ہوں...... تو میرے ساتھ چل کر دیکھ...... مرد کتنی عزت کرتے ہیں میری...... میرے ماتھے کے بل دیکھ کر بات کرتے ہیں...... میں اپنے خاندان اور اپنے کردار کی وجہ سے اتنے دھڑلے سے آتی جاتی ہوں...... اگر میں چیپ عورت ہوتی تیرا باپ چپ چاپ مجھے اس گھر سمیت چھوڑ کر چلا جاتا...... کبھی پلٹ کر تھوکتا بھی نہیں۔"

"تیری جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو اس بے عزتی پر کہیں ڈوب کر مر جاتی...... اور تو اس ماں سے بدزبانی کر رہی ہے جس نے دُنیا کی ہر نعمت پرووائیڈ کی...... تیرے آرام کا خیال رکھا...... تیری خاطر تیرے باپ سے بری بنی...... جلدی سے بتا کہا چھپا کر رکھی ہے...... ورنہ تیری دادی بھی آج گھر میں ہے...... اس کے سامنے آج ہی تیرا نکاح کرتی ہوں افسر کے ساتھ۔" انہیں اندازہ تھا کہ اس سے بڑی دھمکی وہ اسے نہیں دے سکتی۔

"کہہ تو رہی ہوں...... بس یہی تھی...... اور نہیں ہے میرے پاس......!" یمنٰی زچ ہو کر بولی۔

"کہاں سے آئی تھی......؟ پہلے سے لا کر رکھی ہوئی تھی......؟" وہ اسے گھورنے لگیں۔

"بس آئی تھی کہیں سے...... ختم ہو گئی ہے۔" وہ ان کی طرف سے رُخ پھیرتے ہوئے آف موڈ میں بولی۔

"ہوں......! ٹھیک ہے......! اب میں خود واچ کروں گی...... تم اب کالج نہیں جاؤ گی...... مجھے اب اعتبار نہیں ہے تم پر...... تم نے ہماری دی ہوئی آزادی کا ناجائز فائدہ اُٹھایا ہے...... اب بس تمہاری شادی کرنے کے علاوہ ہمارے پاس اور کوئی دوسرا راستہ نہیں...... نہا دھو کر ناشتہ کرو اور میرے ساتھ شاپنگ پر چلو...... Agh's جانا ہے...... گھر

میں ضروری چیزیں ختم ہو رہی ہیں...... ٹوٹو یہاں نہیں آئے گی...... نہ تم اس سے کونٹیکٹ کرو گی۔" فاخرہ خانم دل کی بھڑاس نکال کر ہلکی ہو چکی تھیں۔

اب قدرے سکون سے بات کر رہی تھیں۔ "تو" سے "تم" پر آ گئی تھیں جو ان کے غضب کے ہلکا پڑنے کی علامت تھی۔

یمنٰی نے ان کی طرف دیکھا۔ چند لمحے کچھ سوچا پھر واش روم کی طرف بڑھ گئی۔

فاخرہ خانم باہر نکل گئیں۔ غصہ ہلکا پڑ گیا تھا مگر بے قراری و انتشار کی کیفیت ہنوز تھی۔



افسر علی دوپہر دو بجے گھر آ گیا تھا۔ گھر میں گہری خاموشی تھی۔ نوکر بھی کوارٹر میں تھے۔ صرف ایک ماسی پائپ لگائے پورچ دھو رہی تھی۔ وہ گھر کا ایک چکر لگا کر ماسی کے پاس آیا۔

"گھر میں کوئی نہیں ہے......؟"

"جی صاحب......! بڑی بیگم صاحبہ کو تو ڈرائیور لینے آ گیا تھا صبح دس بجے...... اور بیگم صاحب یمنٰی بی بی کے ساتھ کہیں گئی ہیں...... کہہ رہی تھیں دو تین گھنٹے میں آئیں گی۔" وہ جھاڑو پٹختی ہوئی اپنی دُھن میں بولی۔

"یمنٰی بی بی کے ساتھ......؟ گاڑی کون چلا رہا تھا......؟ صاحب کا آفس والا ڈرائیور......؟" اس نے زیرلب بڑبڑانے کے بعد جانے کیوں پوچھا تھا۔

"نہیں جی......! ڈرائیور تو کوئی نہیں تھا...... بیگم صاحب خود ہی چلا رہی تھیں۔" اس نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"اتنی بھری دوپہر میں کہاں گئی ہیں یمنٰی کو لے کر......؟" وہ اُلجھا ہوا واپس اندر کی طرف چل پڑا۔

بہت زور سے بھوک لگ رہی تھی۔ سیدھا کچن میں پہنچا تاکہ کھانے پینے کا

بندوبست کرے۔ وہ بہت کم اپنے کاموں کے لئے کسی نوکر سے کہتا تھا۔ فریج میں پلاؤ اور قرائی گوشت رکھا ہوا تھا۔ وہ مائیکروویو میں گرم کرنے لگا۔

ذہن رات سے بہت اُلجھا ہوا تھا۔ بہت اذیت ناک مرحلہ درپیش تھا کہ آخر چچا سے کیا کہہ کر انکار کرے۔ عطیہ بیگم کسی بھی وقت اس کا جواب لینے کے لئے فون کر سکتی تھیں۔ آسکتی تھیں۔ اندر کا ایک غیرت مند مرد تو سرے سے انکاری تھا۔

ایک ''استعمال شدہ'' لڑکی جو اس کی آنکھوں کے سامنے بگڑے ہوئے رئیسوں سے آزادانہ میل جول رکھتی تھی اور ان کے ساتھ کتنا آگے تک گئی۔ اس کا آنکھوں دیکھا کوئی ثبوت تو نہیں تھا مگر اس کی پارسائی کی قسم بھی نہیں کھائی جا سکتی تھی۔

''شادی کیا ہے......؟ اعتبار و اعتماد کا ایک مضبوط ترین رشتہ...... ایسا رشتہ جس سے قریب کوئی دوسرا رشتہ نہیں ہو سکتا اور اگر اعتبار و اعتماد نہ ہو تو دُنیا کا کمزور ترین رشتہ...... جیسے ہوا کی زد میں رکھا ہوا روشن چراغ جو کسی بھی جھونکے سے بجھ سکتا ہے۔''

''پھر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ناکام شادی کی نفسیات پر بہت منفی اور گہرے اثرات ڈالتی ہے...... ایک اُدھورے پن کا مستقل احساس حاصل وصول ہوتا ہے...... سچی اور روحانی مسرت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جاتا ہے...... کامیاب و خوش باش جوڑوں پر حسرت آتی ہے...... شدید ڈپریشن لاحق ہو جاتا ہے...... زندگی بے مقصد اور کانٹوں کا بستر دکھائی دیتی ہے...... ہزار ہنگاموں کے بعد علیحدگی ہو جائے تو ایک دوسرے کے ساتھ گزارا ہوا وقت یاد آتا رہتا ہے...... عجیب سے پچھتاوے جان کا آزار بن جاتے ہیں کہ شاید کچھ سہہ لیتے تو یہ نہ ہوتا...... وہ بات جس پر قیامت برپا ہوئی نظر انداز کر دی جاتی تو مسلسل نقصانات کا سلسلہ جاری نہ ہوتا...... ایسا ہو جاتا تو......؟ ویسا ہو جاتا تو......؟''

''اُف......!'' اتنی اُلجھی ہوئی زندگی کا تصور کرتے ہی افسر علی کو جھرجھری سی آ گئی۔

''او...... نو......!'' وہ یہاں سے چلا جائے گا۔ کچی آبادی میں ایک کمرہ کرائے پر

لے لے گا مگر یمنی سے بلکہ کسی بھی مالدار شخص کی اکلوتی بیٹی سے شادی نہیں کرے گا۔ اس نے تصور ہی تصور میں کانوں کو ہاتھ لگایا اور کھانا لے کر ڈائننگ میں آ گیا۔

ابھی پہلا نوالہ منہ میں ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ کرسی دھکیل کر اُٹھا اور لاؤنج میں آ گیا۔

دیکھا تو فرحان کی کال تھی۔ وہ برابر والی کوٹھی یعنی اپنے گھر سے فون کر رہا تھا۔ کھانے سے ایک دم اُٹھ جانے پر جو بدمزگی سی طاری ہوئی تھی وہ فرحان کا فون نمبر دیکھتے ہی غائب ہو گئی۔

''ہیلو......! اسلام وعلیکم......!'' اس کا انداز پرجوش و اپنائیت بھرا تھا۔

''وعلیکم اسلام......! صوفی صاحب......! میں نے تو یونہی تمہیں گھر کے نمبر پر چیک کیا تھا مگر تم تو سچ مچ گھر پر ہو...... کیا بات ہے ہماری......؟'' فرحان بھی بڑے خوشگوار موڈ میں تھا۔

''دل سے دل کو راہ ہوتی ہے...... سنا تو ہو گا......؟'' افسر علی نے کہا اور ہنس پڑا۔

''تم اس طرح کے جملے میرے لئے بول کر کام چلاتے رہنا...... کوئی دیکھ لو اچھی سی۔'' فرحان شریر انداز میں گویا ہوا۔

''دیکھنے سے کیا ہوتا ہے......؟ وہی ملتا ہے جو مقدر میں لکھا ہوتا ہے۔'' افسر علی کو اس قسم کے مذاق پر حیا سی آ جاتی تھی جس سے فرحان چڑ جاتا تھا اور اس کے اس انداز پر تبصرہ کرتا تھا کہ لگتا ہے یار تمہارا تو گھونگھٹ وہ اُٹھائے گی۔ جس پر افسر علی برجستہ جواب دیتا تھا۔ حیا نصف ایمان ہے اس میں عورت مرد کی شرط نہیں۔

بہرحال فرحان کی بشاشت اور زندہ دلی نے اس کی کیفیت تو وقتی طور پر بدل ڈالی بلکہ فرحان کے فون سے اسے ایک گونہ تقویت سی ملی۔ یونہی اسے خیال آیا کہ وہ فرحان پر اعتماد کر سکتا ہے۔ اسے فرحان سے یہ مسئلہ ڈسکس کرنا چاہئے۔ وہ ضرور کوئی حل نکالے گا۔ دوسرا فائدہ اسے یہ ہو گا کہ شیئر کرنے سے وہ ہلکا ہو جائے گا۔

"تم شام کو بزی تو نہیں ہو فرحان......؟" اب اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"خیریت......؟" فرحان بھی اس کی سنجیدگی محسوس کر کے سیریس ہو گیا۔

"وہ مجھے ایک پرابلم ڈسکس کرنا ہے بلکہ تمہاری رائے لینا ہے۔" افسر علی نے قدرے آہستہ آواز میں کہا۔

"اوہ شیور......! آ جاؤ تم......! شام چھ سات بجے تک...... دس بجے تک مجھے ممی کو لے کر P.C پہنچنا ہے...... کزن کا ولیمہ ہے۔"

"تو پھر کل ملتے ہیں...... تمہیں تیاری بھی کرنا ہو گی۔" افسر علی نے کہا۔

"تیاری دولہا کرے گا...... میری کیا تیاری......؟ شیو بنا چکا ہوں...... کپڑے تیار ہیں...... دس منٹ میں تیار ہو جاؤں گا...... آ جاؤ یار......! میرے ساتھ یہ تکلفات مت کیا کرو۔" فرحان تو لفظ "پرابلم" سنتے ہی بے تاب سا ہو گیا تھا۔

"او۔کے......! پھر میں آتا ہوں شام چھ بجے تک۔"

"ٹھیک ہے......! میں ویٹ کروں گا۔"

چونکہ ملاقات طے ہو گئی تھی اس لئے فون پر مزید بات کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

فرحان نے ریسیور رکھ دیا تھا اور افسر علی کے دماغ میں چلتے جھکڑ تھم گئے تھے۔



یمنٰی ماں کے ساتھ شاپنگ بیگز اُٹھائے کار تک آئی تو خوشی سے اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

سامنے حجازی بڑی احتیاط سے اپنی کار بیک کر رہا تھا۔ یمنٰی کی تو کیفیت ہی بدل گئی۔ ماں کی موجودگی کے احساس نے بھی اسے پابند نہیں کیا۔ از خود رفتہ انداز میں وہ حجازی کی کار کی طرف دوڑی اور اگلی سیٹ کی کھڑکی کا شیشہ اپنی رِنگ سے بجانے لگی۔

فاخرہ بیگم تو اچانک صورتِ حال تبدیل ہونے سے پریشان سی ہو گئیں۔ اس وقت تو یمنٰی کو قابو کرنا بھی آسان نہیں تھا۔ انہوں نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ جس کار تک یمنٰی بھاگ کر گئی ہے وہ کوئی فارنر ڈرائیو کر رہا تھا۔

قوی الجثہ، سرخ سفید گوشت سے پُر بھاری سا چہرہ، نارمل مردوں سے کہیں زیادہ لحیم شحیم سا۔ انہوں نے شاپر پچھلی سیٹ پر پھینکا اور تیز تیز چلتی یمنٰی کے قریب پہنچیں۔

اسی لمحے حجازی کار سے باہر نکلا تھا۔ اس کے انداز کی وارفتگی فاخرہ خانم کو دیکھتے ہی ہوا ہو گئی۔ وہ ایک دم سنبھل گیا اور سوالیہ نظروں سے یمنٰی کی طرف دیکھا جو ماں کو قریب پا کر خاصی محتاط ہو گئی تھی۔

"حجازی......! یہ میری مدر ہیں۔" اس نے جھٹ تعارف کرایا۔

حجازی ایک چکر کاٹ کر کار کی اوٹ سے نکل کر فاخرہ خانم کے سامنے آ کھڑا ہوا اور انہیں وِش کیا۔

فاخرہ خانم اب بہت غور سے اس کا جائزہ لے رہی تھیں۔

"آپ......؟" وہ سوال کرتے کرتے رُک گئیں اور یمنٰی کی طرف دیکھنے لگیں۔

حجازی کی پرسنالٹی بہرحال بہت متاثر کن تھی۔ وہ نوٹس لینے پر مجبور تھیں۔

"میں عرب ہوں...... مگر پاکستان میں اسٹڈی کی وجہ سے اچھا خاصا وقت گزارا ہے...... میں جتنی اچھی اُردو اور انگلش بولتا ہوں اتنی اچھی عربی نہیں بول سکتا۔"

فاخرہ خانم نے ایک مرتبہ پھر سر سے پاؤں تک اس کا جائزہ لیا پھر ایک نظر اس کی کار پر ڈالی۔

"کیا کرتے ہیں آپ......؟"

"ہم بزنس والے لوگ ہیں...... فائنس کرتے ہیں اور بیٹھ کر کھاتے ہیں...... ایکچوئلی چار پانچ کنٹریز میں میرے فادر کے فائیو اسٹار ہوٹلز ہیں...... یونان میں ہمارا فش فارم ہے...... آپ بتائیں اب اور کیا کرنا چاہئے...... فی الحال تو پاکستان میں بزنس لک

آفر کرتا ہوں۔" حجازی نے بڑے شگفتہ اور بشاش انداز میں جواب دیا۔

فاخرہ خانم تو جائیداد کی تفصیل سن کر حواس کھونے لگیں۔

"کیا یہ لڑکا یمنٰی میں انٹرسٹڈ ہے......؟" ایک دم اندر ایک اُمنگ جاگی۔

"اگر یمنٰی اسے پسند کرتی ہے اور یہ بھی یمنٰی کو پسند کرتا ہے تو تھوڑی سی کوشش کر کے یمنٰی کی اس کے ساتھ شادی ہو سکتی ہے...... یہ تو بہت اچھی بات ہے...... یمنٰی کی طرف سے تو انکار کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا البتہ اس لڑکے کے خیالات معلوم کرنے بہت ضروری ہیں...... یہ تو سپریم جنیٹری سے تعلق رکھتا ہے اور پھر اسے کیا خبر کہ یمنٰی کس کس حادثے سے گزر گئی۔" ان کے اندر خود غرضی مچلنے لگی۔

تباہی کی طرف بڑھتی اکلوتی بیٹی کے دوررس مفادات نے آناً فاناً سب کچھ بھلا دیا۔

وہ تو یہی سمجھ رہی تھیں کہ جیسی یمنٰی خود ہے یعنی لاپرواہ، غیر ذمہ دار، جذباتی ویسے ہی اس کے دوست ہوں گے۔ مگر یہ حجازی تو زبردست ہے۔

وہ بڑی وضع داری اور خوش اخلاقی سے مسکرائیں اور بڑی اپنائیت سے گویا ہوئیں۔

"ارے......! مجھے تو پتہ ہی نہیں تھا کہ یمنٰی کا کوئی ڈھنگ کا دوست بھی ہے...... بہت خوشی ہوئی تم سے مل کر...... آپ گھر آئیں...... ہمارے ساتھ چائے پئیں...... میں آپ کو یمنٰی کے ڈیڈی سے بھی ملواؤں گی...... وہ بھی آپ سے مل کر بہت خوش ہوں گے۔"

یمنٰی نے حیرت آمیز خوشی سے ماں کی طرف دیکھا تھا۔ جیسے یقین نہ آرہا ہو۔

"اوہ شیور آنٹی......! میں ضرور آؤں گا۔" حجازی نے سر پر رکھے سن گلاسز آنکھوں پر ڈال کر اپنی مخصوص شانِ بے نیازی سے جواب دیا۔



حجازی اپنی کار میں دوبارہ بیٹھ گیا۔ یمنٰی کے چہرے پر پھیلی زردی ایک دم گلابیوں میں بدل گئی۔ خود کو ایک دم ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگی۔

"تھینک گاڈ......! سب پرابلم ہی ختم۔" اس نے سکون کا سانس لے کر حجازی کی دور ہوتی کار پر بڑی خوشگوار تاثرات کی حامل نگاہ ڈالی۔

پھر ماں کی موجودگی کا احساس ہوتے ہی خود کو سنبھال لیا اور بڑی بے نیازی سے بولی۔

"چلیں ممی......؟"

فاخرہ خانم کسی حسین تصور سے باہر آکر چونکیں۔

"آں......ہاں......!"



مارے خوشی کے اس نے گھر آتے ہی حجازی کو فون کیا تھا۔

اچانک زندگی اتنی خوبصورت ہوگئی تھی کہ یقین نہیں آرہا تھا۔ آتے ہی کمرہ لاک کیا

اور اپنا موبائل لے کر بیڈ پر اوندھی گر گئی۔ ٹانگیں چلا چلا کر بہت ہنس ہنس کر بات کر رہی تھی۔

''تم بہت بے وقوف ہو...... پہلے ہی اپنی ممی کو بتا تیں تو تمہیں پرابلم نہ ہوتی...... میں نے اس لئے تمہارے گھر آنے پر کبھی اصرار نہیں کیا کہ شاید تم پیرنٹس سے چھپ کر دوست بناتی ہو...... تمہاری ممی تو بڑی ماڈ سی ہیں پھر کیا پرابلم ہے......؟'' حجازی سوالات کر رہا تھا۔

''بس اتنی ہی ماڈ ہیں کہ دوستی دوستی پر اعتراض نہیں کرتیں مگر یہ ڈرنک ورنک اس کی پرمیشن نہیں ہے...... ان کے سامنے تم احتیاط کرنا...... سمجھے......؟'' یمنٰی نے سنجیدگی اور آہستہ آواز میں تاکید کی۔

''اٹس او۔ کے......! پاکستان میں بہت سی فیملیز ہیں ایسی...... ماڈرن نظر آنے کی کوشش کرتی ہیں مگر اندر سے نہیں ہوتی...... لون لے کر ہضم کرنا برا نہیں سمجھتے...... بھائی کے حصے کی پراپرٹی پر قبضہ کرنا گناہ نہیں...... صبح سے رات تک دبا کر جھوٹ بولنا جائز ہے...... کورٹس میں حلف اُٹھا کر جھوٹی گواہیاں دینا غلط بات نہیں مگر ڈرنک کرنا سخت گناہ ہے...... ہاہا...... ہا......!'' حجازی نے اپنی بات کے اختتام پر زبردست قہقہہ لگایا۔

یمنٰی نے تو اسی وقت اسے جینئس ہونے کا سرٹیفکیٹ ایشو کر دیا۔

''کتنی لوجیکل باتیں کرتا ہے یہ حجازی...... مذاق بات نہیں...... بلینز (Billions) میں بزنس کرتا ہے آخر۔'' اسے حجازی کے ساتھ اپنی دوستی پر بڑے فخر کا احساس ہوا۔ جس نے کسی کونے کھدرے میں چھپے احساسِ گناہ کو ایک لمحے میں اُڑنچھو کر دیا تھا اور نفس کو گمراہی و برائی پر بے حد مضبوط کر دیا تھا۔

''برا ہمیشہ دوسروں کی برائیوں سے خود کو ڈھارس دیتا رہتا ہے کہ وہ اکیلا نہیں ہے...... سب کرتے ہیں اور وہ تو دوسروں سے کم ہی برا کام کرتا ہے...... اتنا تو چل جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔''

''تم بہت شاندار ہو حجازی اور بہت لکی بھی...... تمہارے پاس سب کچھ ہے اچھے دماغ سمیت۔''

''تھینک یو......! سویٹ ہارٹ......! ویسے مجھے یہ چھپنے چھپانے والے کاموں سے سخت الرجی ہے...... تم نے دیکھا ہے ناں میں کھل کر جیتا ہوں...... خوف، ڈر، احتیاط یہ تو بیماری ہے...... سائیکولوجیکل پرابلمز میری اپنی زندگی ہے...... کسی سے قرض نہیں لیتا...... اپنا کنواں کھودتا ہوں اپنا پانی پیتا ہوں...... مجھے کسی کی پرواہ نہیں البتہ بائی لک لوگوں کو میری بہت پرواہ رہتی ہے لیکن میں تمہارے گھر ضرور آؤں گا...... تمہاری مدر کے انویٹیشن پر...... مجھے تجسس ہے کہ وہ مجھ میں اتنا اِنٹرسٹ کیوں لے رہی ہیں......؟ میں فیس ٹو فیس ملوں گا تو بتاؤں گا کہ میں ڈرنک کرتا ہوں مگر بہت بولڈ ہوں...... جھوٹ نہیں بولتا...... جھوٹ بولنا میری اِنسلٹ ہے...... میرے نزدیک کوئی اتنا اہم نہیں کہ میں خوفزدہ ہو کر جھوٹ بولنا شروع کر دوں...... مائی فٹ......!''

''مائی گاڈ......! اٹس مائی پرسنل...... ہواز......؟ یہ تم لوگ کیسی لائف گزار رہے ہو......؟ ڈبل مائنڈڈ...... زگ زیگ......؟ اسٹریٹ آئی مین سیدھا سیدھا کیوں نہیں چلتے......؟'' حجازی جی بھر کر حیران ہوا۔

''اُف......! میں تمہیں کیسے سمجھاؤں......؟ پیسہ بہت ہے اس لئے پیسے والوں کی طرح جینا پڑ رہا ہے...... لائف اسٹائل پوش Areas کا ہے مگر گھر سب نمازیں پڑھ رہے ہیں۔'' یمنٰی جیسے زچ ہو کر بولی۔

''ممی سلیولیس پہن کر پورے روزے رکھتی ہیں...... افطار پارٹیز میں افطار ڈنرز میں جاتی ہیں...... بس اتنی احتیاط کرتی ہیں کہ لپ اسٹک نہیں لگاتیں کہ روزہ مکروہ ہو جاتا ہے اور پرفیوم نہیں لگاتیں کہ الکحل کی وجہ سے نماز نہیں ہوگی۔'' یمنٰی نے پورا زور لگا کر اسے سمجھانے کی کوشش کی تا کہ وہ احمقانہ قسم کی سچائی کے مظاہرے سے باز رہے اور اس کا ''مزہ'' کھوٹا نہ کرے۔

''بہت پیسے کے بعد تو حج فرض ہو جاتا ہے...... حج کر لیا ہے تمہاری فیملی نے یا ''اینڈ'' (End) میں کرنے جاؤ گے......؟'' حجازی مذاق اُڑانے والے انداز میں قہقہہ لگا کر بولا۔

یمنیٰ سوچ میں پڑ گئی۔

''دادو، ڈیڈی اور ممی ایک مرتبہ جدہ گئے تو تھے...... پتہ نہیں حج کرنے گئے تھے یا عمرہ کرنے......؟ ہاں وہ بھوندو (افسر علی) بھی تو گیا تھا...... مگر دادو اور افسر علی تو اس کے بعد بھی جدہ گئے تھے...... افسر علی دادو کا محرم بن کر گیا تھا۔'' اسے یاد آیا۔

''ہیلو...... ہیلو......! کیا ہوا بھئی......!'' حجازی اس کی خاموشی پر ذرا حیران ہو کر پوچھنے لگا۔

''او...... نو...... کوئی بات نہیں......! ہاں شاید یہ لوگ جا چکے ہیں جدہ وغیرہ۔'' یمنیٰ نے ایک دم حواسوں میں آ کر قدرے لاپرواہی سے جواب دیا۔

''اوہ سلی گرل......! اتنا مسٹ تو نہیں تھا...... میں نے بائی داوے پوچھ لیا تھا...... تم فون کان سے لگا کر باقاعدہ سوچنے لگ گئیں...... اوہ بھئی......! ہمیں کیا کسی کے حج عمروں سے...... اپنی زندگی...... اپنا عمل...... اپنی قبر...... اینڈ دیٹس آل۔''

''خیر......! تم زیادہ ٹینشن نہ لو...... تمہاری ممی کچھ پوچھیں گی تو بتاؤں گا...... اپنی طرف سے کچھ نہیں کہوں گا...... او۔ کے......؟''

''او۔ کے......! میں تمہارا ابھی سے انتظار کر رہی ہوں...... مگر میرا گفٹ ساتھ لانا مت بھولنا ورنہ میں تم سے بات نہیں کروں گی...... پیسے لے لینا...... پانچ دس ہزار کیش ہر وقت ہوتا ہے میرے پاس...... نو پرابلم......!'' یمنیٰ نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی تاکہ وہ ہر صورت اس کی مطلوبہ شئے لے کر آئے۔

''پانچ دس ہزار......؟'' حجازی نے یوں قہقہہ لگایا جیسے کوئی زبردست لطیفہ سنا ہو۔

''اتنی تو ہم ویٹر کو ٹپ دے دیتے ہیں...... میری فوم کی گڑیا......!'' وہ پراؤڈلی کہہ

رہا تھا۔

''اب اتنی بھی چھوڑنے کی ضرورت نہیں...... جو لپیٹتے لپیٹتے ہی تھک جائیں۔'' یمنیٰ نے اتنی لمبی شیخی مارنے پر سخت برا منایا۔ اس نے بڑے بڑے لوگوں کو کبھی ہزار سے زیادہ ٹپ دیتے دیکھا ہی نہیں تھا۔

''میں کہہ چکا ہوں کہ میں جھوٹ نہیں بولتا اور بھئی......! مجھے چھوڑنے کی کیا ضرورت ہے......؟ میرے پاس سب کچھ خریدنے کی پاور ہے...... شیخی تو وہ مارتا ہے جس کے پاس مال نہیں ہوتا آرزوئیں ہوتی ہیں...... بھئی......! ہم تو اس طرح سے پورز کی ہیلپ کرتے ہیں ناں......! ان کا کوئی بڑا کام ہی ہو جاتا ہوگا...... مگر جب بہت خوش ہوتے ہیں تب ایسا کرتے ہیں...... روز روز نہیں کرتے۔''

''اوہ......! اچھا......!'' یمنیٰ کو اس کی بات پر یقین آ گیا۔

''لیکن...... تم نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ تمہارے گھر سے باہر نکلنے پر پابندی کیوں ہے......؟''

''اٹس...... ٹو مچ...... گھر آؤ...... پھر بتاتی ہوں...... میرا بیلنس ختم ہو رہا ہے...... او۔ کے......؟'' یمنیٰ نے فوراً اپنا سیل آف کر دیا۔

اسے خطرہ تھا کہ اگر اس نے ابھی حجازی کو سب حقیقت بتا دی تو وہ گھر نہیں آئے گا۔

حجازی نے فوراً کال بیک کی تھی مگر اس نے اپنا سیل ہی آف کر دیا کیونکہ وہ چاہ رہی تھی کہ حجازی جلد سے جلد گھر آ جائے اور زنجیریں کٹ جائیں۔

● ● ●

افسر علی مغرب کی نماز کے فوراً بعد فرحان سے ملنے نکل کھڑا ہوا۔

فرحان کے گیٹ تک پہنچا تو فرحان کو لان میں اپنا منتظر پایا۔ اس نے افسر علی کو دیکھتے ہی دور ہی سے خیر مقدمی مسکراہٹ روانہ کی اور ساتھ ہی ہاتھ لہرایا۔

رات کے بڑھتے سائے اور لان میں فنکارانہ تفکر کے ساتھ مصنوعی روشنیوں کا حسین انتظام۔ افسر علی کی لطیف وحساس طبع پر ظاہرہ جمال نے بڑا گہرا تاثر چھوڑا۔ وہ پھر قنوطی ہونے لگا۔

''اس کائنات میں پھیلے ہوئے حسن میں میرا حصہ......؟'' اس سے پہلے کہ وہ خودترسی میں مبتلا ہوتا فرحان اس کے قریب آچکا تھا۔

''ایسا نہ ہو کہ تم لیٹ ہو جاؤ......؟'' افسر علی نے تکلفاً کہا۔

''شادیوں میں بھی کبھی کوئی لیٹ ہوتا ہے۔'' فرحان نے معنی خیز جملہ کہا اور ہنس پڑا۔

افسر علی بھی اس پُر اُمید و کامیاب انسان کی بے فکر مسکراہٹ کے زیر اثر آ کر مسکرا دیا۔ ایک چھوٹا سا دُکھ کا بادل کا ٹکڑا تھا۔ فرحان کی مسکراہٹ سے ہوا ہو گیا۔

''ویسے خیریت ہے ناں......؟ کس وجہ سے ڈسٹرب ہو......؟'' پھر چچی کے ساتھ کوئی ٹینشن چل پڑی ہے......؟'' فرحان نے لان چیئر پر بیٹھتے ہوئے بڑے تجسس کے انداز میں پوچھا۔

''کمال بات ہے...... چچی کی طرف سے تو ٹینشن ہی ختم ہو گئی...... اب تو اس سے بھی بڑا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔'' افسر علی نے بہت آہستہ آواز میں قدرے جھجکتے ہوئے بات کا آغاز کیا۔

''ہیں......؟ یار......! کوئی مسئلہ اس سے بھی بڑا ہو سکتا ہے......؟'' فرحان واقعی بہت حیران ہوا۔

''یار......! اب سب گھر والے مل کر مجھ پر زور ڈال رہے ہیں کہ یمنٰی سے شادی کر لوں......؟''

''تو کر لو......! تھوڑی ماڈ ہے...... سو وہاٹ...... آفٹر آل تمہاری فرسٹ کزن ہے...... سونے کی کان ہے...... چھپا ہوا خزانہ۔'' فرحان شریر مسکراہٹ کے ساتھ مذاق کرنے لگا۔

''ہونہہ......! بالکل قلاش لڑکی ہے وہ...... دُنیا کی مفلس ترین لڑکی...... میں یہ کہہ کر کہ اس پر ''حد'' لگتی ہے کوئی تہمت لگانا نہیں چاہتا...... مگر یہ تو کہہ سکتا ہوں کہ مجھے اس پر اعتماد نہیں...... دادی کہتی ہیں وہ بے وقوف ہے...... اس میں عقل نہیں...... مگر مجھے دلیل ہضم نہیں ہوتی۔''

''اللہ کی کتاب میں جو قوانین آئے ہیں وہ تو سب کے لئے ہیں...... بے وقوفوں کے لئے الگ اور عقلمندوں کے لئے الگ قانون نہیں ہے...... اگر کسی کا ذہنی توازن ٹھیک نہیں تو پھر اس کا علاج ہونا چاہئے...... اس کے ساتھ تو فرائض وحقوق کا معاملہ ہی ختم ہو جاتا ہے...... جب ایک انسان کو اپنے فرائض کا احساس نہیں تو اسے اپنے حقوق کا شعور بھی نہیں ہونا چاہئے...... اگر وہ اَبنارمل ہے تو اسے ہر طرح سے اَبنارمل ہی شو (Show) ہونا چاہئے...... کیا میں غلط سوچ رہا ہوں......؟'' افسر علی کے حرف حرف میں زہر کی آمیزش تھی۔ بولتے بولتے وہ فرحان سے پوچھنے لگا۔

کچھ تھا افسر علی کے لہجے میں۔ فرحان کو فطرت کی سرگوشی کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ وہ جو ہر آن ہر لحظہ محوِ کلام ہوتی ہے۔ وہ بھی ایک متوازن سوچ کا حامل نوجوان تھا۔ وراثت میں نسب بھی تھا اور اچھی ماں کی گود بھی۔ وہ خود بیا تنگ دہل کہتا رہا تھا کہ انسانوں کو اپنے مفادات محفوظ کرنے کے لئے زندہ انسانوں کو استعمال کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

آج اس کا دوست منتشر ذہن کے ساتھ اس سے ڈسکس کرنے آیا تھا جس کی فطری سادگی وسچائی نے اس دوستی کو گہرائی دی تھی۔

''سو کی ایک بات...... تم صاف انکار کر دو...... یا چچا کے احسانات کا بوجھ اُتارنے کے لئے اسے کھلے دل سے اپنا لو...... معاف کر دو اس کی ہر غلطی...... مگر ایسا کرنا بہت ہی مشکل ہو گا...... ایک متوازن مرد بیوی کے معاملے میں بہت ٹچی ہوتا ہے...... طلاق یافتہ یا بیوہ سے شادی کرنا کوئی مشکل کام نہیں کہ ان کیسز میں بہت کچھ اوپن ہوتا ہے...... لیکن

ایک اَن میرڈ لڑکی پر اگر اعتماد نہیں تو اس سے کوئی تعلق جوڑنا ہی نہیں چاہئے کہ بندہ شادی کے بعد گیٹ ہی چیک کرتا رہے کہ اندر سے بند ہے یا باہر سے۔'' فرحان نے سنجیدگی کے باوجود ذو معنی مسکراہٹ کے ساتھ اپنا خیال ظاہر کیا۔

''او...... نو...... اٹس...... ٹو مچ...... نو...... اینڈ...... نیور......!'' افسر علی نے جیسے تڑپ کر اپنا سر تھام لیا۔

لڑکھڑاتی یمنٰی۔ اس کے کمرے سے چوروں کی طرح نکلتا نور خان۔ سارے مناظر روشنی کی رفتار سے چلنے لگے۔

''یعنی میں ٹھیک ہوں...... مجھے اس سے شادی نہیں کرنا چاہئے......؟ مگر وہ میرے چچا کے احسانات......؟'' افسر علی نے فرحان کے خیال سے تقویت پا کر فیصلے کا حوصلہ کیا مگر تان پھر چچا کے احسانات پر ٹوٹی۔

''تمہارے چچا نے کوئی احسان نہیں کیا...... تم ناسمجھی کی عمر میں تنہا ہوئے...... وہ تمہارے سگے چچا ہیں...... تمہارا خیال کرنا ان کا فرض اور تمہارا حق تھا...... اگر وہ نہیں کرتے تو اللہ کے ہاں ان کی گرفت ہوتی...... وہ خوش قسمت ہیں کہ انہوں نے اپنا فرض ادا کیا اور تم ان کے حقیقی ورثاء میں سے ہو...... بھلائی کا اجر تو اللہ دیتا ہے...... اگر وہ تم سے مانگیں تو ان کی بھلائی بھلائی ہی نہیں۔''

''بابا......! کریمنل کے ساتھ رہ کر بندہ خود سائیکی ہو سکتا ہے...... 99%......'' فرحان نے بڑے پُر اعتماد انداز میں کہا۔

''وہ بیچارے تو کبھی مجھے کچھ نہیں کہیں گے...... مجھے تو ان پر بہت ترس آ رہا ہے۔'' افسر علی پھر ڈبل مائنڈڈ سا ہو کر بولا۔

''افسوس تو مجھے بھی ہو رہا ہے کہ اتنے اچھے انسان کی کتنی سخت آزمائش ہے...... مگر وہ کام کرنے کا کیا فائدہ جس کا بہت برا نتیجہ پہلے ہی نظر آ رہا ہو......؟'' فرحان بہت سنجیدگی اور ذمہ داری سے بات کر رہا تھا۔

افسر علی نے گہری سوچ کے ساتھ سر اُٹھایا۔ خالی خالی نظروں سے فرحان کو دیکھا۔

''صاف انکار کر دوں......؟''

''صاف انکار کر دو......!''



رات دس بجے یمنٰی کو یوں لگا کہ حجازی اب آیا کہ تب آیا۔ دل میں خوش اُمیدی کی لہریں گاہے گاہے اُٹھتی رہیں۔ نہا دھو کر بہت اچھی طرح تیار ہو کر کھانا اپنے کمرے ہی میں منگا لیا۔ بس نہ جانے کیوں سب کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے اسے عجیب سا خوف تھا کہ کہیں سب مل کر اس پر طرح طرح کے سوالات کی بوچھاڑ نہ کر دیں اور خوانخواہ بدمزہ ہو جائے۔

کھانے سے خوب اچھی طرح انصاف کرنے کے بعد اسے خیال آیا حجازی کو چیک تو کر لے کہ آیا اس کا کیا پروگرام ہے......؟ رات گئے تو اس کا بھروسہ ہی کوئی نہیں۔

اس نے سیل اُٹھایا تو پتہ چلا ٹوٹو کے کئی میسجز آ چکے ہیں۔ رات دس بجے اسے ٹوٹو کے میسج سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ حجازی سے بھی اس وقت اتنی دلچسپی تھی کہ وہ اس کا ''گفٹ'' لا رہا ہے یا نہیں۔

ممی نے اسے انویٹیشن دیا تھا۔ اسے تو سر کے بل چل کر آ جانا چاہئے تھا۔ آخر وہ اس کی پسندیدہ دوست ہے۔ من پسند فوم کی گڑیا ہے۔

''کہیں شام ہی سے چڑھانے نہ بیٹھ گیا ہو......؟'' اس خیال ہی سے اس کا دل بیٹھنے لگا۔

پھر تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہ اس کے لئے اپنا مزہ خراب کر کے اُٹھے۔ فرض کیا کہ کر بھی لیا تو پتہ چلا کوٹھی کے گیٹ پر اس کا اور سہراب خان کا ڈرامہ شروع ہو چکا ہے۔ اس نے بہت منتشر ذہن کے ساتھ بہر حال اسے ڈائل کیا۔ چہرے پر سنجیدگی اور تفکر کی لکیریں کھنچی ہوئی تھیں۔

رنگ پاس ہونے لگی اور دھڑکن تیز۔ جب چوتھی رنگ پر بھی کال اٹینڈ نہ ہوئی تو یمنیٰ کے اعصاب میں طوفان برپا ہونے لگا۔

آخرکار حجازی کی مخمور آواز اُبھری۔

''ہیلو......! کون......؟''

''اب میں کون ہو گئی......؟ میرا نمبر ابھی تک یاد نہیں ہوا......؟'' وہ تو اس کی آواز سن کر ہی مر گئی اور بری طرح جھلائی۔

''میں کس کس کا نمبر یاد رکھوں......؟ انسان ہوں...... کمپیوٹر تو نہیں......؟ آپ اس لولی پاپ سیٹھ کی بیٹی تو نہیں......؟ وہ جس کے سر پر لگتا ہے بم پھٹا ہے...... کیسا وحشت ناک ہیئر اسٹائل ہے...... مائی گاڈ......! میں نے تو اس وجہ سے آپ کا نام ہی بومب بلاسٹ رکھ دیا ہے۔'' وہ لڑکھڑاتی آواز میں کہہ رہا تھا۔

''پتہ نہیں کس اُلو کی پٹھی کی بات کر رہے ہو......؟ میں یمنیٰ بات کر رہی ہوں۔'' وہ بری طرح چڑ کر بولی۔

''یمنیٰ......؟ کیا آپ کا تعلق یمن سے ہے......؟ وہاٹ اے بیوٹی فل کنٹری...... آئی لائک یمن...... آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی...... آفٹر آل میں عرب ہوں...... نیشنلسٹ عرب...... عربوں کی خاطر جان بھی دے سکتا ہوں...... مگر اس وقت نہیں...... اس وقت پی رہا ہوں صبح بات کرتے ہیں۔''

''حجازی......! حجازی......! فار گاڈ سیک...... کنٹرول کرو خود کو...... میری بات سنو......!'' یمنیٰ کے تو گویا ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔

''اُف......! رات کیسے کٹے گی......؟''

''کیوں کنٹرول کروں خود کو......؟ کسی کے باپ کا کھاتا ہوں......؟ وہ ایک دم برسنے لگا۔

''حجازی......! میں یمنیٰ بات کر رہی ہوں...... جسے تم قوم کی گڑیا کہتے ہو......

سنا......؟'' وہ دانت پیس کر کہہ رہی تھی۔

''سوری......! غلطی سے کہہ دیا ہوگا...... تم ہرٹ ہوئیں...... سوری اگین...... آئندہ نہیں کہوں گا...... انسان سے غلطی ہو جاتی ہے۔'' وہ ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں کہہ رہا تھا۔

''تم اس وقت کہاں ہو حجازی......؟'' وہ زچ ہو کر پوچھنے لگی۔

''میں جنت میں ہوں...... تم بھی آ جاتیں تو اچھا تھا...... وہ کیا نام بتایا تم نے لڑکی اپنا......؟ یہ بڑا عجیب (Planat) (سیارہ) ہے...... یہاں میموری جواب دے جاتی ہے...... سگنل ٹھیک نہیں آتے۔''

''گو ہیل...... فار ایور......!'' یمنیٰ نے دانت پیس کر سیل سوئچ آف کر دیا۔

اب اسے کسی کال سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

ایک نہایت خوفناک اذیت ناک رات پہاڑ کی طرح سر پر کھڑی تھی۔

چند لمحے وہ گہری سوچ میں ڈوبی رہی۔ ماں سے شدید نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ ساری زندگی اپنی پسند سے گزارنے والے اولاد کو اپنا غلام سمجھتے ہیں۔

''میں بھی آج سارے کف سیرپ (Couph Syrup) پی جاؤں گی۔'' وہ لمحے میں جنتاتی اٹھی اور تیز لائٹس آف کرنے لگی۔

♦ ♦ ♦

دن کے دس بجے تک تو فاخرہ خانم نے بڑے صبر سے یمنیٰ کے جاگنے کا انتظار کیا مگر گیارہ بجتے ہی ان پر ایک ہیجانی کیفیت نے غلبہ کر لیا اور اندر ہی اندر کھولتی ہوئی یمنیٰ کے بیڈروم تک آئیں اور زور زور سے دروازہ دھڑ دھڑا دیا۔ ساتھ ہی آوازیں بھی دے ڈالیں۔

سوئے انسان پر اتنے شور سے قیامت ہی ٹوٹ پڑتی ہے۔

یمنیٰ بھی ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھی۔ یہ الگ بات کہ نیند کی شدت سے آنکھیں نہیں کھل پا

رہی تھیں۔ ٹرنکولائزر، کف سیرپ سب ہی کچھ استعمال کر کے سوئی تھی۔ ماں کی آواز سن کر ایک لمحے کو چکرا کر رہ گئی۔ بہر حال دروازہ کھولنے کے لئے بستر سے اُتری اور نیند میں ڈوبتی ہوئی دروازے تک آئی اور دروازہ کھول دیا۔

فاخرہ خانم نے ناقدانہ نظروں سے اس کا جائزہ لیا اور دونوں ہاتھوں سے اسے ایک طرف ہٹاتے ہوئے اندر داخل ہوگئیں اور کمرے میں چہار اطراف نظر دوڑائی اور یمنٰی کی طرف پلٹیں۔

''ابھی تک سو رہی تھیں......؟'' وہ بالکل اس کے قریب ہو کر پوچھنے لگیں تاکہ اس کا منہ کھلتے ہی اندازہ ہو جائے کہ اس نے پھر کوئی حرکت کی ہے۔

''رات نیند نہیں آ رہی تھی ممی......! بہت دیر سے سوئی تھی...... بلکہ صبح ہی ہوگئی تھی۔'' اس نے نظریں چراتے ہوئے جواب دیا۔

فاخرہ خانم فل اٹینشن تھیں۔ یمنٰی کی بات سن کر بہر حال انہیں ایک گونہ اطمینان حاصل ہوا۔ کسی قسم کی اسمیل فضاء میں نہیں تھی۔

''اچھا...... ٹھیک ہے......! تم نہا دھو کر فریش ہو جاؤ نیچے آ کر ناشتہ کرو...... مجھے بہت ضروری کام نپٹانا ہیں...... تم میرے ساتھ چلو گی۔'' انہوں نے معمول کے انداز میں بات کی۔

''کہاں......؟'' یمنٰی نے چونک کر ماں کی صورت دیکھی۔

''وہ میرے والد کی ایک ڈیڈ فیکٹری ہے...... اس کی بات چیت چل رہی ہے...... کچھ انجینئرز آئیں گے میٹنگ ہے...... میں سمجھتی ہوں تمہیں ہمارے ساتھ بیٹھنا چاہئے تاکہ تمہیں بھی پتہ چلے بزنس کیا ہوتا ہے......؟ روپیہ کیسے پیدا ہوتا ہے......؟ بڑے بڑے فائدے اُٹھانے والے بڑے بڑے نقصان کیسے برداشت کرتے ہیں......؟ بہت زیادہ فرصت اور بہت زیادہ آرام انسان کو معذوروں کی طرح زندگی گزارنے کی عادت ڈال دیتا ہے۔''

''میں نے یہی نتیجہ نکالا ہے کہ تمہیں اپنے ساتھ مصروف رکھوں تاکہ تمہارے ذہن سے یہ شیطانی سوچ نکل جائے کہ ماں فنکشن اٹینڈ کرتی ہے...... پارلر میں تیار ہو کر ڈنر کرنے چلی جاتی ہے۔'' فاخرہ خانم نے اب قدرے تلخی سے کہا تھا۔ وہ اس کی بدزبانی بھلا نہیں پا رہی تھیں۔

''وہ مجھے پتہ ہے...... لیکن مجھے بزنس وزنس میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے۔'' وہ رُخ پھیرتے ہوئے ناگواری سے بولی۔

''لیکن اب تمہیں انٹرسٹ لینا ہوگا...... بیڈ کمپنی تمہیں ٹوٹلی برباد کر چکی ہے...... میں تم پر بالکل بھی بھروسہ نہیں کر سکتی...... میں تمہیں اب اکیلا چھوڑنے کا رسک نہیں لے سکتی...... پھر تمہیں میرے ساتھ گائنا کے پاس بھی چلنا ہے۔'' وہ دبی زبان میں بولیں۔

یمنٰی نے حیران پریشان ہو کر ان کی طرف دیکھا۔ نیند کا تاثر مکمل طور پر اُڑنچھو ہوگیا۔

''پتہ نہیں وہ کمینہ کب سے واردات کر رہا تھا......؟ کہیں آنے والے دنوں میں میرے لئے کوئی نئی مصیبت نہ کھڑی ہوئی ہو......؟'' فاخرہ خانم نظریں چراتے ہوئے بولیں۔

یمنٰی کی اپنی نظریں جھک گئیں۔ وہ آج سے پچاس سال پہلے والی دوشیزہ نہیں تھی۔ آج کل کی تو ذرا ذرا سی لڑکیاں ہر طرح کی مکمل معلومات رکھتی ہیں۔ طرح طرح کی موویز 2X 3X موویز۔ پھر ہم عمروں کی آپس میں غیر سنسر شدہ ڈسکشن، سیکس کے موضوع پر جذبات برانگیختہ کرنے والے انکشافات۔

مذہب، قانون، اخلاقیات یہ تو وہ پرندے بن گئے تھے جنہیں پنجرے کھول کر اُڑا دیا گیا تھا۔ پہلے وقتوں میں نہایت اہتمام سے سبق آموز فلمیں بنائی جاتی تھیں۔ آج کل اخلاقیات کی دھجیاں بکھیرنے والی فلموں پر بھاری سرمایہ کاری کی جاتی ہے۔ تو پھر کیسے یمنٰی ماں کی بات نہ سمجھ پاتی۔ بڑے عجیب سے احساسات ہوگئے۔ وہ بوتل کی سرگردانی

میں اتنی اہم بات بھول گئی تھی کہ ایک بے مایہ انسان اسے بھی دو ٹکے کی کر کے جا چکا ہے۔

ایسی لڑکی کو کوئی بہت بڑا بے غیرت ہی قبول کرتا ہے وہ بھی قبول کرنے کے بعد اسے سر آنکھوں پر نہیں بٹھاتا۔ جب اپنی سی کرنے پر آتا ہے تو ننگی گالیوں کے تحفے پیش کرتا ہے اور ان گالیوں سے نجات کے لئے فرار کا کوئی راستہ نہیں ہوتا۔ جنہوں نے زندگی سے کچھ نہیں سیکھا ہوتا انہیں آدابِ غلامی سیکھنا پڑتے ہیں یا حرام موت کے طریقے۔

یمنٰی اس مقام پر بے بس تھی۔ اب ماں سے ترکی بہ ترکی کلام کرنے کا حوصلہ نہیں تھا۔ نور خان کے تصور سے ایک اذیت سی رگ و پے میں اُتر رہی تھی۔

فاخرہ خانم اسے خاموش پا کر خود بھی افسردہ سی ہو گئیں اور اسے جلد تیار ہونے کی تاکید کر کے کمرے سے باہر چلی گئیں۔

اس وقت وہ بہت سنجیدہ تھی۔ توجہ منتشر نہیں تھی مرتکز تھی۔ رات حجازی نے اسے سخت مایوس کیا تھا۔ یہ بڑی روح فرسا آگہی تھی کہ جس بندے کو وہ سب سے زیادہ اہمیت دے رہی تھی وہ نہایت ہی نا قابلِ اعتبار ہے۔ وہ دوست کیا جو عین ضرورت کے وقت منظر سے غائب ہو۔ اس احساس ہی نے اس کی زندگی کی گرما گرمی سرد کر دی تھی۔ وہ تھکے تھکے انداز میں وارڈ روب سے کپڑے نکالنے لگی۔



سب سے پہلے فاخرہ خانم اپنی ایک قابل اعتماد دوست کے ریفرنس سے گائنا کے پاس گئیں جو ایک عمر رسیدہ لیڈی ڈاکٹر تھیں۔

چہرے پر جی بھر کر مظلومیت طاری کر کے اپنی ''معصوم'' بچی کے ساتھ زیادتی کا ذکر کیا اور ان کو معائنے کے لئے کہا جس پر گائنا نے حادثے کے دن کی تاریخ معلوم کی اور مدت جان کر جواب دیا کہ اتنی مدت میں کچھ پتہ نہیں چلتا۔ نئے پیریڈ کا ہفتہ گزار کر

وہ ان کے پاس آئیں۔

فاخرہ خانم اُداس اور مایوسی سے یمنٰی کو لے کر واپس آ گئیں۔ پھر اپنے آفس پہنچیں اور بے دلی سے میٹنگ اٹینڈ کی۔

اس دوران یمنٰی نے ہر ہر طرح سے عدم دلچسپی ظاہر کی اور پتھر کا بت بنی بیٹھی رہی۔ ذہن مسلسل اپنے مطلب کی شے کے حصول میں سرگراں تھا۔

دُنیا کی ہر شئے بے معنی محسوس ہو رہی تھی۔ دل ایک دم ہمک کر زور مارتا کہ پتہ کرے حجازی اس وقت کہاں ہے۔ کیا وہ بھی اُسے یاد آ رہی ہے۔ مگر ماں کی طرف دیکھ کر بے بس سی ہو جاتی۔

میٹنگ میں جو باتیں بھی ہوتی رہیں اس کے سر سے گزرتی رہیں۔ اللہ اللہ کر کے میٹنگ تمام ہوئی اور وہ دونوں گھر کی طرف چلیں۔

کار فاخرہ خانم خود ڈرائیو کر رہی تھیں۔ یمنٰی قطعاً خاموش تھی۔ فاخرہ خانم نے بھی اس سے بات کرنے کی کوشش نہیں کی۔

مگر جیسے ہی وہ کوٹھی کے گیٹ کے قریب پہنچیں یمنٰی کی رگ رگ میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ ان کی کار کے پیچھے ہی حجازی کی کار آ کر رُکی تھی۔

یمنٰی تو جیسے ساری احتیاط بالائے طاق رکھ کر کار سے باہر نکل آئی۔

فاخرہ خانم نے مڑ کر حجازی کی کار کو دیکھا۔ ان کے احساسات بھی ایک دم خوشگوار ہو گئے۔ انہوں نے گیٹ کھلوانے کے لئے پے در پے ہارن بجایا اور کھڑکی سے سر اور ہاتھ نکال کر حجازی کو وِش کیا۔

گیٹ کھلتے ہی وہ کار اندر لے گئیں۔

یمنٰی نے بھی بے پایاں مسرت کا اظہار کرتے ہوئے حجازی کو کار اندر لے جانے کا اشارہ کیا۔

حجازی تو جیسے اس اشارے ہی کا منتظر تھا۔ زن سے کار اندر لے گیا اور فاخرہ خانم

کی کار کے برابر میں کار روک دی اور کار سے فوراً باہر اُتر آیا۔

''ہیلو آنٹی......! ہاؤ آر یو......؟ تھینک گاڈ......! میں پہلے نہیں آ گیا...... ورنہ واپس جانا پڑتا...... آپ لوگ کہیں گئے ہوئے تھے......؟'' اس نے یمنٰی کی طرف دیکھ کر پوچھا جو گیٹ سے اندر آ چکی تھی اور خوشی سے کھلی پڑ رہی تھی۔

''ہاں بس......! ذرا...... دو ایک کام تھے ضروری...... آؤ......! اندر آؤ......! میں تو تمہارا انتظار کر رہی تھی۔'' وہ پرتپاک انداز میں حجازی کا خیر مقدم کر رہی تھیں اور یمنٰی کی خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا۔

''بس آنٹی......! کل میں بہت بزی رہا...... آج سو کر اُٹھا تو دیکھا یمنٰی کی بہت مس کالز تھیں...... میں نے اسے کونٹیکٹ کرنے کی کوشش کی تو اس کا سیل آف ملا...... سوچا چل کر خیریت پتہ کرتا ہوں۔'' وہ یمنٰی کو سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے جواب دے رہا تھا۔

''اوہ...... خیر......! اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اس لئے سیل آف کر کے سو رہی ہوگی...... آؤ......! اندر آ جاؤ......!'' فاخرہ خانم نے خوش اخلاقی کے ریکارڈ توڑنے کی کوشش کی۔ حجازی کو سامنے پا کر تو ان کا سارا ڈپریشن ہی ہوا ہو گیا تھا۔

تینوں آگے پیچھے چلتے ہوئے ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ یمنٰی نے آگے بڑھ کر اسپلٹ آن کیا اور شیشے کی سلائیڈز کھینچ کر ڈرائنگ روم بند کر دیا۔ اب نہ باہر کی آواز اندر آ سکتی تھی اور نہ اندر کی آوازیں باہر جا سکتی تھیں۔

فاخرہ خانم نے مسکرا کر حجازی کو تشریف رکھنے کے لئے کہا اور یمنٰی سے کہا کہ اپنے دوست کو اِنٹرٹین کرے۔ ٹھنڈا گرم پوچھے۔ پھر اپنی ریسٹ واچ کی طرف دیکھتے ہوئے بولیں۔

''میں ابھی آئی...... ذرا فریش ہو جاؤں...... بہت دیر سے ڈرائیو کر رہی تھی...... حالت خراب ہو رہی ہے۔'' یہ کہہ کر وہ باہر چلی گئیں۔

یمنٰی نے ایک گونہ سکون کا سانس لیا اور بڑی ادا سے خفا خفا انداز میں بولی۔

''رات تم نے میرے سے بہت مس بی ہیو کیا...... رات دس بجے ہی تم اتنے آؤٹ ہو چکے تھے...... پھر رات بھر کیا کرتے رہے......؟''

''اوہ......! بس ڈیئر......! وہ ایک پرانا دوست اتفاق سے آ گیا تھا...... دوبئی سے بڑا قیمتی گفٹ لایا تھا...... مجھ سے صبر نہ ہو سکا اور شروع ہو گیا...... کیا رات میری بات ہوئی تھی تم سے۔'' وہ دماغ پر زور ڈالتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

''لیو اِٹ...... جب تمہیں کچھ یاد ہی نہیں...... آج کی باتیں کرتے ہیں کل کی بات چھوڑو۔'' یمنٰی تو اسے سامنے پا کر سب کچھ بھلا بیٹھی تھی۔

''یار......! تمہاری مدر تو بہت اچھی ہیں...... ایک مرتبہ ملیں اور انوائٹ کر لیا...... میں کچھ پزل بھی ہو رہا ہوں...... وہ ایک دم سے مجھ پر اتنی مہربان کیوں ہو گئیں......؟ کیا وہ تمہارے سب دوستوں کو اتنی امپورٹینس دیتی ہیں......؟'' حجازی فاخرہ خانم کی اتنی آؤ بھگت سے بہت کانشس ہو رہا تھا۔

''جو ان کو پسند آ جاتا ہے وہ اسی طرح اس کا خیال کرتی ہیں اور بہت ویل آف لڑکوں کی بہت قدر کرتی ہیں کہ بہت محنتی بچے ہیں۔'' یمنٰی یہ کہہ کر معنی خیز انداز میں کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

حجازی بھی مسکرا دیا۔

''ہاں......! وہ تو تم نے مجھے بتایا ہی نہیں کہ تمہارے اکیلے گھر سے باہر جانے پر پابندی کیوں ہے......؟''

''کیا مسئلہ ہے......؟'' حجازی کو ایک دم یاد آیا۔ کیونکہ یمنٰی کے نہ آنے سے اس نے بہت اُلجھن محسوس کی تھی۔

''بھئی......! وہ ممی نے مجھے Red Handed پکڑ لیا تھا...... ان کا خیال ہے کہ Bad Compny کا رزلٹ ہے...... بس...... یہ بات ہے۔''

"اوہ......! تو کیا وہ اتنی سوشل ہو کر بھی اندر سے اتنی کنزرویٹو ہیں......؟ اس کا مطلب ہے اگر انہیں میرے بارے میں پتہ چل گیا تو وہ تمہیں مجھ سے ملنے سے بھی منع کر دیں گی......؟" حجازی ایک دم سے فکر مند نظر آنے لگا۔

"فار گاڈ سیک......! تم انہیں کچھ بتا بھی مت دینا...... ویسے تو اس سوسائٹی میں موسٹلی لوگ ڈرنک کرتے ہیں اور ممی نوٹس بھی نہیں لیتیں...... مگر ہمارے گھر میں یہ سب کچھ کبھی نہیں ہوا......شاید اسی لئے اتنا ری ایکٹ کیا...... مجھے بھی حیرت ہے ممی اتنی ماڈ ہو کر بھی اسے برا سمجھتی ہیں۔" وہ کہہ رہی تھی اور حجازی بہت توجہ سے سن رہا تھا۔

عین اسی لمحے بیرونی حصے کی طرف سے دروازہ کھلا اور افسر علی بکس اور فائل ہاتھ میں تھامے اندر داخل ہوا۔ مگر جیسے اسے بہت بڑا دھچکا سا لگا۔ وہ وہیں رُک گیا اور تقریباً آنکھیں پھاڑ کر حجازی کی طرف دیکھا پھر یمنٰی کی طرف متوجہ ہوا۔ یوں جیسے کچھ سمجھ نہ آ رہی ہو۔

پھر ایک دم خود کو سنبھال لیا اور بنا دُعا سلام یا کچھ کہے سلائیڈ دھکیل کر باہر نکل گیا اور سلائیڈ دوبارہ بند کر دی۔

حجازی نے یمنٰی کی طرف دیکھا اور یوں کندھے اُچکائے جیسے افسر علی کے بارے میں تعجب کا اظہار کر رہا ہو کہ یہ "گونگا" کون تھا۔

"چھوڑو......! اب کیا ایک فضول سے شخص کے لئے اپنے الفاظ اور وقت ضائع کریں......ہم اپنی باتیں کریں......ٹوٹو کا بتاؤ......! کل ملی تھی تم سے......؟"

"بتا تو رہا ہوں......کل میں نہیں مل سکا کسی سے بھی...... ہو سکتا ہے اس نے ٹرائی کی ہو۔"

"جسٹ اے منٹ......! میں تمہارے لئے پہلے کچھ منگواتی ہوں...... اسنیکس چلیں گے......؟" یمنٰی اُٹھتے ہوئے بولی۔

"اوہ یس......! وہائے ناٹ......! ساتھ ہی شاندار سی کافی...... بڑے سے مگ

میں۔" حجازی نے بے تکلفی سے کہا۔

یمنٰی بڑے جذبے سے اُٹھی جیسے کوئی بہت بڑی نیکی کرنے جا رہی ہو۔ حجازی کی بے تکلفی تو گویا سرمایۂ حیات تھی۔



افسر علی خاصا حواس باختہ سا فاخرہ خانم کو تلاش کرتا اِدھر اُدھر دیکھتا ان کے بیڈروم تک پہنچ گیا اور آہستگی سے دروازے پر دستک دی۔

"کون......؟" فاخرہ خانم کی آواز آئی۔

"میں ہوں چچی جان......!" وہ آہستگی سے بولا۔

"ہاں افسر علی......! آ جاؤ......! دروازہ لاک نہیں ہے۔" فاخرہ خانم کی مصروف سی آواز آئی۔

افسر علی ہینڈل گھما کر اندر داخل ہو گیا۔

فاخرہ خانم ڈریسنگ کے سامنے بیٹھی بالوں میں برش چلا رہی تھیں۔ انہوں نے آئینے میں افسر علی کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"وہ......چچی جان......! ڈرائنگ روم میں......"

"ہاں ہاں......! گیسٹ ہے یمنٰی کا...... مصطفٰی حجازی۔" وہ لاپرواہی سے بولیں۔

"مگر......وہ کیوں آیا ہے......؟" افسر علی نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔

"میری پرمیشن سے آیا ہے...... بہت اچھا لڑکا ہے...... بڑا محنتی ہے......اپنے باپ کا بزنس لک آفٹر کرتا ہے...... دیکھنے میں بھی اچھا ہے......مگر تم کیوں اتنے پریشان نظر آ رہے ہو......؟" وہ بولتے بولتے پلٹ کر افسر علی کو اُلجھی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگیں۔

"یہ سب آپ کو یمنٰی نے بتایا ہوگا......؟ مگر اور کچھ نہیں بتایا شاید......؟" افسر علی نے ہچکچاتے ہوئے کہا جس پر فاخرہ خانم نے چونک کر افسر علی کو دیکھا۔

"کیا مطلب......؟"

''مطلب یہ کہ یہی تو وہ شخص ہے جو ٹوٹو کے ساتھ اکثر یمنٰی کو پک اینڈ ڈراپ کرتا ہے...... میں نے اپنے طور پر بھی اس کے بارے میں معلومات کرنے کی کوشش کی تھی...... وہ بھی صرف اس وجہ سے کہ آپ سے سولڈ بیس پر بات کر سکوں...... اس کا ہوٹل ضرور ہے مگر یہ وہائٹ کالر کرائم میں بھی انوالو ہے...... اسمگلنگ بھی کرتا ہے...... کچھ لوگ ڈرنکر ہوتے ہیں یہ بلانوش ہے...... اکثر اس کو بار روم سے اُٹھا کر لے جانا پڑتا ہے...... اس کی کمپنی میں ہی یمنٰی کو یہ لت لگی ہے...... میں تو آج اسے گھر کے اندر دیکھ کر چکرا کر رہ گیا ہوں۔'' افسر علی ایک تواتر سے بول کر خاموش ہو گیا۔

فاخرہ خانم کا منہ کھلا کا کھلا اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ برش رکھ کر اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ انہیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ اتنی بڑی حماقت کر گزری ہیں۔

''تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اسے یمنٰی کو ڈراپ کرتے......؟'' انہوں نے بمشکل خود کو سنبھالا۔

''صرف پک کرتے...... جب واپس آتی ہے...... آئی مین جب نور خان کے ساتھ آتی تھی تو ہوش میں نہیں ہوتی تھی...... جب یہ پک کرنے آتا تھا تو ٹوٹو ساتھ ہوتی تھی۔'' افسر علی نے چچی کی حالت دیکھ کر بہت ہی آہستہ آواز میں بتایا۔

''او مائی گاڈ......!'' فاخرہ خانم نے اپنا چکراتا ہوا سر تھام لیا۔

اتنا تو وہ بھی جانتی تھیں کہ اس قسم کے پرلے درجے کے عیاش لوگ عشق نہیں کرتے کہ عشق کا نتیجہ شادی ہو۔ وہ تو اس کو کھیلنے کے لئے اپنی بیٹی پیش کرنے لگی تھیں۔

''اوہ نو......!'' وہ آہستگی سے چلتی ہوئی بیڈ کے کنارے پر ٹک گئیں۔

''اُف......!'' یہ کیا کر بیٹھیں وہ۔

''افسر علی......! اب تو جو ہوا سو ہوا...... جتنی دیر بیٹھتا ہے بیٹھنے دو...... یمنٰی سے کہہ دو کہ میری طبیعت اچانک خراب ہو گئی ہے...... میں ٹیبلٹ لے کر لیٹ گئی ہوں...... اور دیکھو......! بس یہ دھیان رکھو کہ یمنٰی اس کے ساتھ باہر نہ جائے...... اگر دیکھو کہ وہ جانا

چاہ رہی ہے تو مجھے بلا لینا...... اب تم جاؤ......!''

وہ گرنے کے انداز میں لیٹ گئیں۔

افسر علی نے چند لمحے ان کی طرف دیکھا اور خاموشی سے واپس پلٹ گیا۔ حادثاتی طور پر وہ اتنا معتبر تو ہو گیا تھا کہ فاخرہ خانم اس کی بات پر اعتبار کر لیتی تھیں۔



''تمہاری ممی کو تو میری فرینڈ شپ پر کوئی اعتراض نہیں ہے تو چلو آج کہیں دُور آؤٹنگ پر چلتے ہیں...... کوزی پارک چلیں......!'' حجازی نے کافی کا بڑا سا مگ اُٹھاتے ہوئے بڑے دل آویز انداز میں مسکرا کر پوچھا۔ جو تھوڑی دیر قبل ملازم مختلف لوازمات کے ساتھ رکھ کر گیا تھا۔

''کوزی پارک...... اتنی دُور......؟'' یمنٰی نے حیران سی ہو کر آنکھیں پھیلائیں۔

''ماریشس اور سوئٹزر لینڈ تو بہت ہی دُور ہیں...... وہاں کیسے جاؤ گی......؟'' حجازی نے اس کی آنکھوں میں جھانک کر پوچھا۔

''ماریشس......؟ وہاں کا تو تم نے کبھی ذکر نہیں کیا...... کیا خاص بات ہے وہاں......؟'' یمنٰی اُلجھی۔

''بھئی......! وہاں ہمارا ہوٹل انڈر کنسٹرکشن ہے...... پندرہ دن بعد میری وہاں انٹیریئر ڈیکوریٹرز کے ساتھ فائنل میٹنگ ہے...... موڈ ہے تو تیاری کر لو چلتے ہیں...... بہت انجوائے کرو گی۔''

''ہوں......!'' یمنٰی سوچ میں پڑ گئی۔

''اتنی آزادی تو شاید نہ ملے...... ممی تو ٹریپ ہو سکتی ہیں مگر وہ ہماری دادو، ڈیڈی کی جان کھا جائیں گی۔''

''دیکھتی ہوں ممی سے بات کر کے...... ہم کوزی پارک سے کب تک واپس آ سکیں گے......؟'' یمنٰی کو فی الحال کی تو پڑ گئی تھی۔ جذبات جاگنے لگے تھے۔

"کافی رات ہو جائے گی۔" حجازی نے سپ لیتے ہوئے کہا۔ انداز میں قطعی لاپرواہی تھی۔

"ٹھیک ہے......! میں ممی کو بتاتی ہوں مگر مجھے بہت احتیاط کرنا ہوگی...... میں وہاں تمہارے ساتھ ڈرنک نہیں کر سکوں گی...... ممی نے دیکھ لیا تو سمجھو تم سے دوستی ختم۔"

"چلو ٹھیک ہے......! مجھ پر تو کوئی پابندی نہیں......؟" حجازی آنکھ مار کر مسکرایا۔

"ایک منٹ......! میں ابھی آتی ہوں۔" یمنٰی پُرجوش انداز میں ایک سلائیڈ کھسکا کر باہر نکل گئی۔

◆ ◆ ◆

فاخرہ خانم لاؤنج میں بڑی سنجیدہ شکل بنائے کافی پی رہی تھیں۔ یمنٰی کے باہر آتے ہی ان پر نظر پڑ گئی۔ وہ بڑی تیزی سے ان کے قریب آئی۔

"ممی......! آپ یہاں بیٹھ کر کافی پی رہی ہیں...... اُدھر حجازی کو کمپنی دیں ناں......! وہ تو آپ کے بلانے سے یہاں آیا ہے۔" یمنٰی نے قدرے حیرت سے ان کا چہرہ دیکھا۔

"ہاں......! بس ٹھیک ہے......! وہ پرانا ڈرائیور شیر خان آ رہا ہے...... بات کرنے میں اس کا ویٹ کر رہی ہوں۔"

"اب کیوں اسے دوبارہ رکھ رہی ہیں......؟ پھر چھوڑ کر چلا جائے گا۔" یمنٰی نے منہ بنا کر کہا۔

"اس کی مجبوری تھی گاؤں جانا ضروری تھا...... شادی ہو گئی ہے بیوی کو بھی لے آیا ہے...... سالوں یہاں کام کیا ہے بھروسے کا آدمی ہے...... اس نے کبھی ہمیں نقصان نہیں پہنچایا...... بہرحال نئے کو آزمانے سے بہتر ہے۔" انہوں نے سرد مہر انداز میں کہتے یمنٰی کی طرف دیکھا۔

"وہ لڑکا چلا گیا......؟"

"کون......؟ اوہ...... حجازی......؟ نہیں......! وہ ممی......! میں آپ کو یہ بتانے آئی ہوں کہ میں حجازی کے ساتھ آؤٹنگ پر جا رہی ہوں۔" اس نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

"بتانے آئی ہو......؟ تمہیں پرمیشن لینے کی بات کرنا چاہیے...... اب صرف بتا کر تم گھر سے باہر نہیں جا سکتیں۔" فاخرہ خانم کا لب و لہجہ بدل گیا۔ پیشانی پر لکیریں کھنچ گئیں۔

"چلیں تو پرمیشن ہی دے دیں......!" یمنٰی اندر سے تو سُلگ گئی۔ بظاہر عام سے انداز میں بولی۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا...... یہ آؤٹنگ واؤٹنگ اپنے ذہن سے نکال دو...... اب تم پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔" وہ تلخ لہجے میں بولیں۔

یمنٰی کے دماغ میں تو جیسے بم پھٹا تھا۔ اس نے آنکھیں پھاڑ کر ماں کی طرف دیکھا۔ غم و غصے سے اس کی رگوں میں طوفان برپا ہو گیا۔

"آپ نے حجازی کے ساتھ فرینڈشپ خود الاؤ کی ہے اب کیا مسئلہ ہے......؟" اس نے خود کو بمشکل کنٹرول کرتے ہوئے پوچھا۔

"غلطی ہو گئی......! میں نے کچھ سوچا تھا مگر غلط سوچا تھا...... یہ وہ لڑکا نہیں ہے...... بس مزید بات نہیں...... بس تم ٹھیک طریقے سے اُسے رُخصت کر دو...... اور آئندہ یہ یہاں نہ آئے۔" وہ مادرانہ استحقاق کے ساتھ قطعی انداز میں بولیں۔

"میں دُودھ پیتی بچی نہیں ہوں...... میرا N.I.C بن چکا ہے...... میری اپنی زندگی ہے...... آپ ہوتی کون ہیں مجھے قیدیوں کی طرح رکھنے والی......؟" وہ ہذیانی انداز میں چیخی۔

"بتاؤں میں تجھے کون ہوں......؟" فاخرہ خانم تو ویسے ہی ہائپر کی پیشنٹ تھیں۔ ساری گرمی ایک دم دماغ میں چڑھ گئی۔ مگ زور سے ٹیبل پر رکھا اور یمنٰی کا ہاتھ پکڑ کر

کھینچتی ہوئی ڈرائنگ روم میں لے گئیں۔

حجازی تو یہ نظارہ دیکھ کر بوکھلا کر اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور بدحواس ہو کر یمنٰی کی طرف دیکھنے لگا۔

''آ......آ......آن......آنٹی......!وہاٹ ہیپنڈ......(کیا ہوا......؟)''

''میرے صرف ایک سوال کا جواب دو مسٹر حجازی......!تم اس لڑکی سے شادی کرو گے......؟تم اسے پسند کرتے ہو......؟ہمیشہ اس کے ساتھ رہنا چاہتے ہو......؟'' فاخرہ خانم نے یمنٰی کو صوفے پر پٹختے ہوئے پوچھا اور اپنی ساڑھی سنبھالنے لگیں۔ سانس تیز تیز چل رہی تھی۔

''اوہ......نو......نو......آنٹی......!میں نے آج تک کسی لڑکی سے اس طرح کی کمٹ منٹ نہیں کی......میں شروع ہی میں کلیئر کر دیتا ہوں......میں نے شادی کی بات کر کے کبھی کسی لڑکی کو دھوکہ نہیں دیا......ایبسولوٹلی اِم پاسیبل......یہ کیا کہہ رہی ہے آپ سے......؟پوچھ لیں آپ اس سے میں نے کبھی اس سے شادی کی بات نہیں کی۔'' حجازی تو اپنا سارا کونفیڈنس کھو بیٹھا۔ بڑی عجیب سچویشن تھی۔

''یہ اپنی ماں سے کہتی ہے آپ ہوتی کون ہیں......؟میرا N.I.C بن چکا ہے......میں خودمختار ہوں......کیا صرف N.I.C بن جانے سے ایک لڑکی اِنڈیپنڈنٹ ہو جاتی ہے......؟'' فاخرہ خانم بری طرح ہانپتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔

''بہت غلط بات ہے یمنٰی......!تمہیں اپنی مدر سے اس طرح بات نہیں کرنا چاہئے......تم انہی کی وجہ سے ایک شاندار زندگی گزار رہی ہو......میں نے تم سے کبھی شادی کے لئے کمٹ منٹ نہیں کی......میں شاید کوئی اچھا انسان نہیں ہوں مگر میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا اور نہ جھوٹے وعدے کرتا ہوں......میں جس طرح کی لائف گزار رہا ہوں میرے سرکل میں یہ سب کچھ چلتا ہے......روٹین کی بات ہے لیکن تمہاری مدر یہ سب پسند نہیں کرتیں تو تمہیں نہیں کرنا چاہئے۔'' حجازی تو ایک دم پینترا بدل گیا تھا اور ہر جملہ

ایسا بول رہا تھا جو فاخرہ خانم کے لئے باعث تقویت تھا۔

''سن لیا تم نے......؟'' فاخرہ خانم نے دانت پیس کر یمنٰی کی طرف دیکھا۔

''تو میں نے کب آپ سے کہا کہ حجازی مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے......؟'' یمنٰی نے نہایت بدتمیزی اور تلخی سے کہا۔

''عورتیں کال گرلز بنتی ہیں تو پیسے کی خاطر......گھر سے نکلے گی تو دو بوتلوں کی خاطر......خود کو بیچے گی بے غیرت......!پھر کب تک......جب سب کتے تیرا سارا رس پی لیں گے تو بھیک مانگے گی......؟نشہ کرنے والے پہلے روٹی نہیں خریدتے نشہ خریدتے ہیں......اتنی سی بات تیری عقل میں نہیں آتی......؟'' فاخرہ خانم پر ہذیانی کیفیت طاری ہو گئی۔

''آنٹی ٹھیک کہہ رہی ہیں......ہم لوگ بھی ہر وقت بلاوجہ قیمتی وائن فرینڈز کو پیش نہیں کرتے......باریاں لگتی ہیں......اس طرح کی زندگی گزارنے کے لئے بندے کو فنانشلی اسٹرونگ ہونا چاہئے......ہم ڈالرز میں لائف انجوائے کرتے ہیں......یہی پاور ہمارے فرینڈز کے پاس ہونا چاہئے......Equality کی بیس پر فرینڈشپ ہوتی ہے۔''

''یمنٰی......!میرا خیال ہے تم نے میرے بارے میں کچھ غلط سوچ لیا......میں انڈیپنڈنٹ ہوں مگر تم نہیں ہو......تمہیں مشکل ہو گی۔''

''او۔ کے......!آنٹی......!مجھے افسوس ہے آپ میری وجہ سے ٹینس ہوئیں۔''

''یمنٰی......!اگر آپ کی مدر الاؤ نہیں کرتیں تو آپ مجھے کونٹیکٹ نہ کریں۔''

''بائے آنٹی......!اینڈ تھینکس فار نائس کافی......بائے یمنٰی......!ٹیک کیئر۔''

حجازی کی رنگ جھلاتا باہر نکل گیا۔

یمنٰی تو پتھر کی طرح ساکت اپنی جگہ بیٹھی رہی گئی۔

فاخرہ خانم نے ایک گرما گرم نظر اس پر ڈالی۔

''سن لیا......؟ بندہ بے حد دولت مند اور بہت بڑا عیاش ہو تو تمہارے جیسی ہزاروں جیب میں لئے پھرتا ہے...... ہم نے بھی بہت آزاد زندگی گزاری مگر قدم قدم پر اپنے وقار کا خیال رکھا...... ہمیں احساس تھا ہم اسٹیٹس والے لوگ ہیں...... احساسِ برتری کو بہت برا سمجھا جاتا ہے...... مگر یہ احساسِ برتری ہی تھا جس نے ہمیشہ ہمیں چیپ (Cheap) باتوں سے دُور رکھا...... چیپ سے چیپ بندے سے بھی عزت کرائی ہے ہم نے...... سب ماڈرن لوگ بے غیرت نہیں ہوتے...... بے غیرتی غربت یا امارت دیکھ کر نہیں آتی...... ڈریٹنگ کر کے اپنا اسٹیٹس بڑھا رہی تھی......؟ اگر کسی کو بھنک بھی پڑ گئی کہ تجھ پر کسی نوکر نے ہاتھ صاف کر لیا ہے موقع کی تاک میں لگ جائے گا۔'' فاخرہ خانم اتنا کہہ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

اکلوتی بیٹی کی بربادی کا تماشا کون ماں برداشت کر سکتی ہے۔

حجازی محل جیسے گھر میں کھڑا ہو کر ٹکا سا جواب دے کر چلا گیا۔

یمنٰی نے روتی ہوئی ماں کو دیکھا۔

''آپ کسی کو بتائیں گی تو باہر پتہ چلے گا۔'' اس نے بے تاثر آواز میں کہا۔

والہانہ فوم کی گڑیا کہنے والا ایک دم اجنبی بن کر چلا گیا تھا۔ اسے تو خود کو سنبھالنا مشکل ہو گیا تھا۔

''ارے......! اندر کوئی ضمیر بھی ہوتا ہے...... کون ماں ایسی باتیں دُنیا کو بتاتی ہے......؟'' فاخرہ خانم نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا اور ایک دم اُٹھ کر باہر نکل گئیں۔

یمنٰی ابھی تک حجازی کے الفاظ و لہجے کے گرداب میں چکرا رہی تھی۔

♦ ♦ ♦

شدید ڈپریشن کی کیفیت میں ٹوٹو کی دوستی سے بڑی ڈھارس تھی۔ اس نے کئی دن بعد ٹوٹو کو فون کیا۔

وہ غالباً سوتے سے اُٹھی تھی۔ غائب دماغی اور نیند کا تاثر آواز سے ظاہر تھا۔ اس نے بڑے روڈ لہجے میں بات کی۔

''جی......! کیسے تکلیف کی......؟''

''ٹوٹو......! میں یمنٰی بات کر رہی ہوں۔'' اس نے حیرت کی شدت پر قابو پا کر کہا۔

''ہاں......! ایس او۔ کے......! میں نے تمہارا نمبر دیکھ لیا ہے...... کیا کام ہے مجھ سے......؟ حجازی کا پتہ نہیں چل رہا......؟ اس کا پتہ کرنا چاہ رہی ہو......؟ فار یور کائنڈ انفارمیشن وہ اوور سیز فلائی کر گیا ہے آج صبح چار بجے...... ایک ڈیڑھ سال تک وہ پاکستان نہیں آ سکے گا...... ماریشس میں بزی ہو گا...... مگر تم کیوں پریشان ہو......؟ وہ کسی سے شادی کی کمٹ منٹ نہیں کرتا...... تم جیسے نئے نئے دولت مند بننے والے لوگ اِن Hi - Fi لوگوں کو انڈر اسٹینڈ نہیں کر پاتے۔''

''اور ہاں اپنی ماں کو میری طرف سے کہہ دینا...... میں اپنے دوستوں کے ساتھ ہوٹلز کے سوئٹس میں راتیں گزارتی ہوں جو میرے اسٹیٹس کے لوگ ہوتے ہیں...... کسی نوکر نے آج تک مجھے یوز نہیں کیا...... کال گرل میں نہیں ہوں اس کی بیٹی ہے...... یا پھر وہ خود ہو گی۔'' ٹوٹو نے کئی دن کی بھڑکتی آگ ٹھنڈی کی اور سوئچ آف کر دیا۔

یمنٰی تو اتنی Shocked ہوئی جیسے زندگی کے سب سے اندوہناک حادثے سے گزری ہو۔

اسے ٹوٹو کے اتنا بدل جانے کا یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس نے اضطراری انداز میں دوبارہ ٹوٹو کو فون ملایا مگر وہاں سے سوئچ آف ہونے کی اطلاع آ رہی تھی۔

اس کا دل چاہا اُڑ کر ٹوٹو کے پاس جائے اور اسے جھنجھوڑ کر کہے ٹوٹو مجھ سے مذاق مت کرو۔ مگر اس کے اعصاب اتنے شل ہو رہے تھے کہ وہ کچھ کرنے کے قابل نہیں تھی۔

♦ ♦ ♦

تقریباً ڈیڑھ ماہ بعد پریگنینسی کنفیو ہو گئی تھی۔ فاخرہ خانم کی تو پوری کائنات ہل کر رہ

گئی۔ پریگنسی کی خبر سن کر نہیں بلکہ یہ سن کر کہ بچہ Mis Carraige نہیں کیا جا سکتا۔ یمنٰی ماں بننے کے لئے فٹ نہیں ہے۔ بائی برتھ اس کو گائنی پرابلم ہے۔ پریگنسی سے پہلے اس کا علاج ہونا چاہئے تھا۔ پریگنسی اگر یہ شادی شدہ ہوتی۔

''لیکن یمنٰی تو بالکل فٹ تھی...... پھر پہلے علاج کا کیسے سوچا جا سکتا تھا......؟''

فاخرہ خانم نے یوں بات کی جیسے شادی شدہ بیٹی کی ماں بات کرتی ہے۔

یہ منجھی ہوئی گائنا ان کی بچپن کی دوست اور پڑوسن تھی۔ انہوں نے اس سے کچھ نہیں چھپایا۔ چھپاتیں تو مسئلہ کیسے حل ہوتا......؟

''اس کا سائیکل ڈسٹرب ہے...... حیرت ہے تمہیں ماں ہو کر یہ بات پتہ نہیں...... یہ تو مہینے کے بیس دن پھنسی رہتی ہوگی...... اندر سسٹ کی گروتھ ہو رہی ہے...... شادی شدہ ہوتی تو اس کا میاں پہلی فرصت میں کسی گائنا سے کنسلٹ کرتا بعد میں پریگنسی کی نوبت آتی۔''

اس بات چیت کے دوران یمنٰی درمیان میں نہیں تھی۔ ابتدائی رپورٹس کے بعد اندر اس کا الٹرا ساؤنڈ ہو رہا تھا۔

فاخرہ خانم کا دل کہیں اتھاہ میں ڈوب رہا تھا۔

''جس عورت میں احساسِ ذمہ داری نہ ہو اسے ماں بننے کا کوئی حق نہیں ہے۔''

ان کے کانوں میں ارباب علی کی لعن طعن گونجی۔ جو اکثر یمنٰی کی رات گئے گھر سے غیر حاضری پر ہوتی تھی اور وہ دل کھول کر بیٹی کو پروٹیکشن دیتی تھیں۔

''اب کیا کرنا ہوگا شائستہ......! انہوں نے ڈوبتے دل کو سنبھال کر حسرت سے پوچھا۔

''Mis Carraige نہیں کیا جا سکتا فاخرہ......! حالانکہ ابھی تو Intial Stage ہے...... اس میں دو طرح کے نقصان کا خطرہ ہے...... اوّل یہ اس کی زندگی کو خطرہ ہے...... اگر خوش قسمتی سے بچ جاتی ہے تو اس کو آپریٹ کر کے سب کچھ نکالنا ضروری

ہوگا...... کیونکہ آنے والے آٹھ نو مہینوں میں یہ سسٹ مزید گرون اپ ہو چکی ہوگی...... اس طرح کی سسٹ کینسر کا باعث بھی بن جاتی ہے۔'' ڈاکٹر شائستہ نے بہت طریقے سے سمجھانے کی کوشش کی۔

''اوہ...... مائی گاڈ......!'' فاخرہ خانم کو چکر آنے لگے۔

انہوں نے بڑی بے بسی سے ڈاکٹر شائستہ کی طرف دیکھا اور بڑی آس سے پوچھا۔

''میں اسے یورپ لے جاؤں......؟''

ڈاکٹر شائستہ مسکرائیں۔

''اگر تم اپنی تسلی کرنا چاہتی ہو تو میں تمہیں کیوں روکوں گی......؟ اور اچھا ہے چلی جاؤ لے کر...... یہاں یہ معاملہ کیسے چھپاؤ گی......؟ بہرحال یہ تم نے عقلمندی کی کہ میرے پاس چلی آئیں اور گھر بیٹھ کر نسخے نہیں آزمائے...... ورنہ اس کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی...... مجھے بہت دکھ ہے کہ تمہاری اکلوتی بیٹی...... خیر اللہ رحم کرے ہم سب پر۔''

''آمین......!'' فاخرہ خانم کا دل رو رہا تھا مگر آنکھیں چٹانوں کی طرح خشک تھیں۔

♦ ♦ ♦

ایک وقتی حادثہ ہوتا ہے۔ معمولی روگ ہوتا ہے ہلکے ہلکے اندھیرے کے اُس پار اُمید کا سورج مسکرا رہا ہوتا ہے۔

ایک وہ حادثہ ہوتا ہے جس کے وقوع پذیر ہونے کے بعد دُنیا کی ہر شے بے معنی ہو جاتی ہے۔ خود مسکرانا تو کجا دوسروں کی ہنسی زہر لگنے لگتی ہے۔

بہت بھاری بات سن کر اپنے محل نما گھر میں جو پورے خاندان میں ان کا امتیاز تھا اور احساسِ فخر سے ہر وقت ان کے اعصاب تنے رہتے تھے بھنویں چڑھی رہتی تھیں واپس آئیں تو بڑا اجنبی سا لگا یہ محل۔

یوں جیسے قومِ سبا کے محلات میں سے کوئی نمونہ سامنے ہو۔ جائے عبرت، اللہ کی کوئی عظیم الشان نشانی، ریت مٹی پڑا رہ جاتا ہے۔

انسان اکڑ اکڑ کر چلتے ہوئے پل میں اِدھر سے اُدھر ہو جاتے ہیں یا کسی حادثے واقعے کے باعث جیتے جی مر جاتے ہیں۔ ساری عمر میں ایک اولاد وہ بھی دماغ کا ناسور۔

راستے بھر انہوں نے یمنیٰ سے بات نہیں کی۔ ہاسپٹل کے لاؤنج ہی میں سرد مہری سے بتا دیا تھا کہ مس کیرج نہیں ہو سکتا۔ تمہاری لائف کو خطرہ ہے۔

یمنیٰ تو یہ سن کر اس وقت سے چپ تھی۔ اندر بہرحال ماں کا یقین تھا کہ یہ ناراض نظر آنے والی لعن طعن کرنے والی ماں اس کے لئے کچھ نہ کچھ کرے گی ضرور۔ البتہ یہ سوچ ہی بہت بڑا عذاب تھی کہ آنے والے دنوں میں وہ بچہ جنم دے گی۔

''لوگوں کی شادی کو بیس بیس سال ہو جاتے ہیں...... سارے زمانے کا زور مار کر بھی اولاد پیدا نہیں ہوتی...... چوروں کی نشانیاں کیا کھٹ سے سامنے آ جاتی ہیں......؟''

وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے سوچ رہی تھیں۔



ان کا یورپ جانا کسی کے لئے بھی کوئی چونکانے والی بات نہیں۔ یہ ان کے معمولات کا حصہ تھا مگر پورے چار مہینے کے لئے وہ کبھی نہیں گئیں تھیں۔ چار مہینے میں چار مرتبہ جانے کی روایت بہرحال موجود تھی۔ وہ بھی یمنیٰ کو لے کر۔

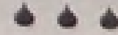
عطیہ بیگم نے یاد دلایا کہ وہ تو اس کی شادی کے لئے کوشش کر رہی تھیں کیا ہوا......؟

تب انہوں نے کہا۔

''وہ افسر علی کو راضی کر لیں...... میں آتے ہی شادی کر دوں گی۔''

عطیہ بیگم کے لئے تو یہ بہت بڑی خوشی اور ڈھارس تھی۔ مارے خوشی کے انہوں نے بہو اور پوتی کو بڑے اہتمام سے امام ضامن باندھا اور خیریت کی دعا کی۔

پاکستان میں کرائے گئے تمام Tests کی رپورٹس ان کے ہمراہ تھیں۔



بعض واقعات اتنے باقوت ہوتے ہیں کہ اچھے اچھوں کا نشہ ہرن کر دیتے ہیں۔

وہ تو اتنی اذیت میں مبتلا ہوئی کہ نشے کے معنی بھول گئی۔

پہروں بیٹھ کر سوچا کرتی کہ اسے تو پریکٹیکلی کچھ پتہ ہی نہیں۔ کسی مرد کی انتہائی قربت کا اسے ہرگز تجربہ نہیں ہوا۔ نہ پیار کے پہلے مرحلے سے گزری نہ آخری اور ماں بن رہی ہے اور سسٹ کی وجہ سے کتنی اذیتوں سے گزر رہی ہے۔

ایک رات وہ بڑی اذیت میں تھی۔ طرح طرح کی سوچ اس کو پریشان کر رہی تھی۔

اسے یاد آیا کہ ایک مرتبہ دادو نے بڑے طنزیہ انداز میں سلطانہ ڈاکو کی کہانی با آواز بلند سنائی تھی کہ سلطانہ ڈاکو سے اس کی ماں قید خانے میں ملنے آئی تو سلطانہ ڈاکو نے سلاخوں میں سے کسی طرح راہ بنا کر ماں کا کان کاٹ لیا۔ یہ اس کے شدید غصے کا اظہار تھا۔ قید میں ہونے کی وجہ سے وہ اتنا ہی کرنے پر قادر تھا۔

لوگوں نے کان کاٹنے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا میں نے پہلی مرتبہ انڈا چوری کیا ماں نے پکا کر کھلا دیا اگر پہلی چوری پر ہی یہ مجھے سزا دیتی تو آج میں اتنا بڑا ڈاکو نہ بنتا۔ وہ ایک دم وحشت زدہ سی ماں کے قریب آئی۔

''میں بہت تکلیف میں ہوں ممی......! آپ کیوں سو رہی ہیں......؟ جاگیں میرے ساتھ...... آپ جیسی الٹرا ماڈرن سوسائٹی موو کرنے والی مائیں...... ہمیں کہتی ہیں جاؤ ہائی فائی لڑکے پھنساؤ...... آج کل اچھے رشتے ملنا بہت مشکل ہیں...... خود ہی ہمیں آزادی دیتی ہیں...... خود ہی گھر سے بے فکر کرتی ہیں...... میری نانو دادو کے زمانے میں لڑکیاں لڑکے پھانسنے باہر نہیں نکلتی تھیں تو کیا ان کی شادیاں نہیں ہوتی تھیں......؟'' یمنیٰ نے اپنے پیٹ کے بائیں جانب نیچے کی طرف ہاتھ کا دباؤ ڈالا۔ وہ شدید اذیت میں مبتلا تھی۔

فاخرہ خانم بدحواس ہو کر بیٹھ گئیں۔ ماں تھیں بیٹی کے زہریلے الفاظ سے زیادہ اس کی تکلیف کی طرف توجہ تھی۔

''بچوں کی نگرانی ایک خاص وقت تک ہوتی ہے یمنٰی......! شعور کی منزل پر پہنچ کر سب کو اچھے برے کی تمیز ہوتی ہے۔'' وہ اسے گلے لگا کر رسانیت سے بولیں۔

''ممی......! میرے تو کبھی کسی کے ساتھ فزیکل ٹرمز نہیں تھے...... میں کیوں یہ عذاب اُٹھا رہی ہوں......؟ ٹوٹو کو تو کبھی کچھ نہیں ہوا۔'' عمر اور تجربہ کم تھا تکلیف بڑی۔ وہ تڑپ تڑپ کر رونے لگی۔

فاخرہ خانم نے شدید دُکھ کے ساتھ اسے اپنے بازوؤں میں بھینچ لیا کہ حادثات و واقعات کے ساتھ زمانے بھر کے اُصولوں میں تبدیلی آ جاتی ہے مگر ''مامتا'' ٹس سے مس نہیں ہوتی۔

♦ ♦ ♦

چچا نے رضامندی یا صلح مشورہ والی بات ہی نہیں کی۔ عطیہ بیگم بولتی رہتیں۔ وہ سنتا رہتا۔ حوصلہ ہی نہ ہوتا کہ بوڑھی دادی کو صاف جواب دے۔ جس سے یہ تاثر لیا گیا کہ اسے کوئی اعتراض نہیں۔

فاخرہ خانم کے آنے سے چند روز پہلے چچا نے اسے اگلے ماہ شادی کی نوید سنائی اور تاریخ پر رائے مانگی۔ وہ کچھ بھی نہ کہہ سکا۔ حتیٰ کہ بہت خوبصورت کارڈز چھپ کر اس کے سامنے آ گئے۔

یمنٰی کے آنے تک ساری تیاریاں مکمل تھیں۔ یمنٰی تو ایسی قیامتوں سے گزر کر واپس آئی گویا اس کی تو گویائی سلب ہو گئی تھی۔ مردہ بچہ پیدا ہوا۔ اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ پھر وہ منظر ہمیشہ کے لئے اس کے حافظے میں ٹھہر گیا۔

شادی بہت دُھوم دھام سے ہوئی۔ سنگ مرمر کے مجسمے کو ہر ہر طرح سے سجایا گیا۔ سب نے دُلہن کی بہت تعریف کی اور جس کے لئے یہ سب اہتمام ہوا اس نے سامنے

آتے ہی کہہ دیا۔

''یمنٰی......! سوری......! تمہیں دینے کے لئے میرے پاس کچھ نہیں ہے...... میں نے خود کو بہت سمجھانے کی کوشش کی مگر شاید یہ مرد کی سائیکولوجی ہے...... وہ آنکھوں دیکھی مکھی نہیں نگل سکتا...... بیوی کی پارسائی تو اس رشتے کی بنیادی مسرت ہوتی ہے...... مجھے بہت مجبوری میں یہ سب کچھ کرنا پڑا۔''

اتفاق سے وہ میڈیکل رپورٹس میں نے دیکھ لی تھیں...... چچی جان کار کے ڈیش بورڈ میں بھول گئی تھیں...... مجھ میں اتنا ظرف نہیں ہے...... میں خود کو ہر طرح سے چیک کر چکا ہوں...... مجھ سے کوئی اچھی اُمید نہ رکھنا۔''

یمنٰی نے بڑے صبر و سکون سے اس کی بات سنی۔ پھر عجیب سے انداز میں مسکرائی۔

''تم نے تو میری مشکل ہی آسان کر دی افسر علی......! میں تو پہلے ہی سوچ چکی تھی کہ میں تمہارے یا کسی بھی اچھے مرد کے لائق نہیں ہوں...... تمہارا احسان تو مجھ سے برداشت ہی نہیں ہوگا۔''

''میں تمہاری دوسری شادی خود کراؤں گی...... یوں سمجھو یہ نکاح مجھے ایک سیکیورٹی کا احساس دیتا رہے گا...... اب کوئی مجھے آزمانے کی ہمت نہیں کر سکے گا...... تم اپنے آپ کو آزاد سمجھو۔''

حقیقی قربت تو وہی ہوتی ہے جس میں کوئی خلش نہ ہو۔ یہ ایک میثاق تھا جو اندر کی جنگ میں مبتلا دو انسانوں کے درمیان پہلی رات ہی طے پا گیا تھا۔

♦ ♦ ♦

وہ جانے کب سے بالکنی میں کھڑی گہرے خیالات میں ڈوبی ہوئی تھی۔ کار اسٹارٹ ہونے کی آواز پر چونک پڑی۔

افسر علی کا بیٹا اپنی بہن کو کوچنگ سینٹر چھوڑنے جا رہا تھا۔

اُنیس سال کا گھبرو جوان اور پندرہ سال کی خوبصورت شائستہ مزاج بیٹی۔

دونوں بچوں پر نظر پڑتے ہی اس کی روح شاد ہوگئی۔

افسر علی کی بیوی لیکچرار تھی۔ وہ افسر علی کی پسند تھی۔ یمنٰی اسے خود رُخصت کرا کر لائی تھی۔

اس کے ساتھ ہی اسے یوں محسوس ہوا تھا گویا اس نے اپنی ساری غلطیوں کا تاوان ادا کر دیا۔

وہ ایک ٹیبل پر کھانا کھاتے تھے مگر یمنٰی نے کبھی استحقاق کی ایک نگاہِ غلط بھی افسر علی پر نہیں ڈالی تھی۔

ان گزرے ہوئے بائیس سالوں میں نہ ماں باپ رہے نہ دادی۔

وہ بہت ذمہ داری سے باپ کا بزنس چلا رہی تھی۔ اس معاملے میں افسر علی کا ہر طرح کا تعاون اس کے ساتھ تھا۔

افسر علی کی بیوی کو یمنٰی نے یہ کہہ کر مطمئن کیا تھا کہ اس کو سیریس گائنی پرابلم ہے۔ وہ شادی کے قابل نہیں تھی مگر ماں نے زبردستی کر دی۔ مگر وہ افسر علی کے فطری اور انسانی حقوق کو تسلیم کرتی ہے اور سیکنڈ میرج اَلاؤ کرتی ہے۔

افسر علی کے بیٹے کی کار باہر نکلتے ہی ایک کار اندر داخل ہوئی۔ وہ افسر علی کی تھی۔

دونوں میاں بیوی بیٹھے ہوئے تھے۔

یمنٰی کی آنکھیں بلا ارادہ بند ہوگئیں۔

گلابی کاغذ پر محبت نامے لکھنے کا ایک زمانہ آتا ہے۔ یہ عہد فطرت سے تصادم کی نذر ہو جائے تو عورت کے مقدر میں صرف زرد پھولوں کا موسم ہوتا ہے۔

صرف ایک موسم۔

کبھی نہ ختم ہونے والا انتظار۔

ہر آن آہٹوں پر ٹھہری ساعتیں مگر دُور تک صرف سناٹا۔

گلابی کاغذ پر تصوراتی محبت نامے لکھنے اور وصول کرنے کا دورانیہ انسانی زندگی

میں آنے والے تمام ادوار میں سب سے بھرپور اور یادگار دور ہوتا ہے۔ جس سے تا زندگی حرارت کشید کرتا ہے۔

جو انسان اس فطری مسرت کے احساس سے محروم رہے وہ زندگی کی توانائی کی احساس سے کشید کرے گا......؟

"میں اٹھارہ سال کی ہوئی......!"

"پھر چالیس سال کی ہوگئی......!"

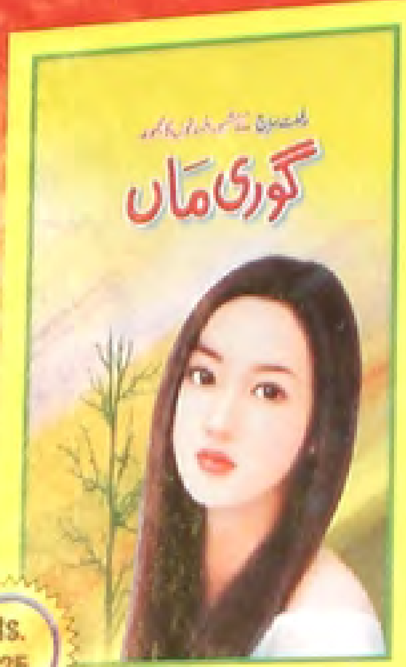
"کہاں گئے میرے بائیس سال......؟"

"جھوٹ بولنے اور Good Will بنانے میں اتنا وقت لگ گیا......؟"

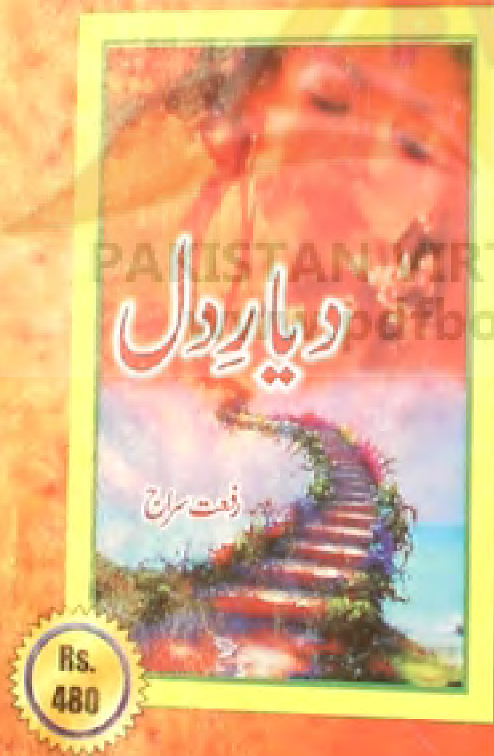
⌘ ⌘ ⌘

مشہور ناول نگار ''رفعت سراج'' کے مقبول ترین ناول









طاہر سنز
۴۰۔بی، اُردو بازار۔لاہور
فون: 7234137 - 7312159